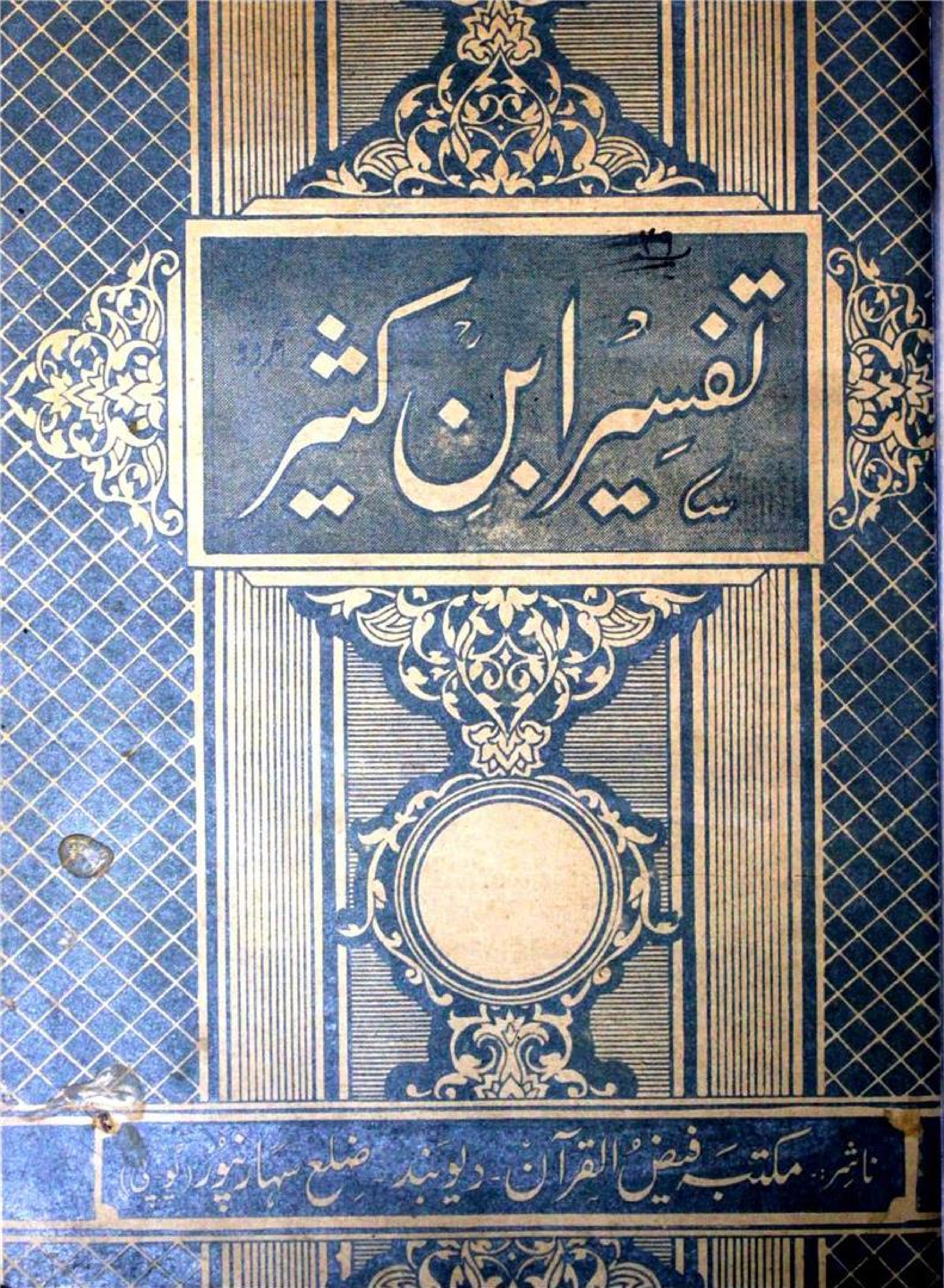

پ ۱۹

تفسیر ابن کثیر

ناشر: مکتبہ فیض القرآن۔ دیوبند ضلع سہارنپور (یوپی)

تفسیر ابن کثیر (اُردو)

جس پر علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ اس کے بعد کی تمام تفاسیر قرآن اس سے ماخوذ ہیں

مُصنّفہ

علامہ ابن کثیرؒ

: ترجمۂ قرآن پاک :

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمتہ اللہ علیہ

: حواشی و اضافات :

مولانا انظر شاہ کشمیری مدرس دار العلوم دیوبند ابن حضرت مولانا علّامہ
سیّد محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ سابق محدّث دار العلوم
دیوبند

پارہ ۲۹

جُزء ۳۱

ناشر

مکتبہ فیض القرآن دیوبند ضلع سہارنپور
(یو پی)

تفسیر ابن کثیر (اُردو) کے جملہ حواشی، اضافات، ترمیم
اور عنوانات جدیدہ کے جملہ حقوق بحق مشہود اقبال،
مالک مکتبہ "فیض القرآن دیوبند" محفوظ ہیں۔
لہذا کوئی صاحب اسکی نقل چھاپنے کی کوشش نہ فرمائیں
ورنہ نقصان اُٹھائیں گے۔

مکتبہ فیض القرآن دیوبند

آپ کی علمی، عصری اور اسلامی ضرورتوں کو پورا کرنے والا،
اور صحیح قرآن کریم و پارہ ہائے قرآن مجید مستند و مفید تفاسیر اور
اسلامی کتب کو فراہم و شائع کرنے والا اپنی نوعیت کا واحد مرکز ہے
اس کی کامیابی و کامرانی کا راز آپ کی مخلصانہ خدمات میں
پوشیدہ ہے۔
ناظم کتب خانہ

طبع اول ---------- دو ہزار
مطبوعہ .... وسیم فائن آرٹ پرنٹنگ پریس دیوبند
ہدیہ .... دو روپے

فہرست مضامین تفسیر ابن کثیر اردو پارہ نمبر ۲۹ جز نمبر ۳۰

نمبر شمار	عنوان	نمبر صفحہ
۱	فضائل سورہ ملک	۵
۲	بڑی بابرکت ہے اس کی ذات	۷
۳	اور کفار	۸
۴	خشیت الٰہی	۹
۵	یہ کیسا خیال باطل ہے	۱۰
۶	پھر کون مددگار	۱۱
۷	ایمان اور اس کی برکات، کفر اور اس کی نحوستیں	۱۳
۸	تفسیر سورۃ القلم مکیۃ	۱۳
۹	آپ بڑے فرزانہ ہیں	۱۳
۱۰	ایسے لوگوں سے آپ کا تعلق نہ ہونا چاہیے	۱۶
۱۱	ایک عبرت انگیز داستان	۱۸
۱۲	تقویٰ کی برکات	۲۰
۱۳	کشف ساق	۲۱
۱۴	تلقین صبر	۲۲
۱۵	تفسیر سورہ حاقہ مکیۃ	۲۵
۱۶	ایک نفس الامری چیز	۲۶
۱۷	صور قیامت	۲۸
۱۸	سرخرو جماعت	۲۹
۱۹	اور یہ بدقسمت	۳۱
۲۰	یہ عظیم صحیفۂ آسمانی	۳۲
۲۱	اگر وحی میں کچھ تصرف کیا جائے	۳۳
۲۲	تفسیر سورہ معارج مکیۃ	۳۳
۲۳	قیامت کی ہولناکیاں	۳۶
۲۴	انسان کی جلد بازی	۳۸
۲۵	قادر و توانا	۴۰
۲۶	تفسیر سورہ نوح مکیۃ	۴۱
۲۷	خدا کا مقدس انسان ہجوم خلائق میں	۴۲
۲۸	ایک ہزار سال مسلسل تبلیغ	۴۳
۲۹	قوم کی سرکشی اور خدا کے پیغمبر کے تاثرات	۴۵
۳۰	تفسیر سورہ جن مکیۃ	۴۸
۳۱	رسول ثقلین کی تبلیغی کوششوں اور جنات کا قبول اسلام	۴۹
۳۲	جنات پر پابندیاں	۵۰
۳۳	مختلف فرقے	۵۲
۳۴	مساجد اور ان کی تعمیر کے مقاصد	۵۳
۳۵	آپ کہہ دیجیے	۵۵
۳۶	تفسیر سورہ مزمل مکیۃ	۵۶
۳۷	صبر و ثبات کا حکم	۶۰
۳۸	تذکرہ	۶۲
۳۹	تفسیر سورہ مدثر مکیۃ	۶۳
۴۰	تبلیغ کیجیے	۶۴
۴۱	ایک خاص اعلان	۶۶
۴۲	آزمائش	۶۹
۴۳	انسان اور اس سے محاسبہ	۷۲
۴۴	تفسیر سورہ قیامہ مکیۃ	۷۳
۴۵	یہ قسم ذرا سنو تو سہی	۷۳
۴۶	ایک حکم	۷۵
۴۷	موت اور اس کی بے چینیاں	۷۸
۴۸	تفسیر سورہ دہر مکیۃ	۸۰
۴۹	انسان کی ابتدا	۸۰
۵۰	کفار اور عذاب الٰہی	۸۱
۵۱	نعمتہائے آخرت	۸۴
۵۲	تفسیر سورہ مرسلات مکیۃ	۸۸
۵۳	قیامت یقینی ہے	۸۹
۵۴	عبرت انگیز معاملات	۹۰
۵۵	اور اب یہ مشاہدات	۹۱
۵۶	نیکوکار اور خدا تعالیٰ کی رحمتیں	۹۳

ہمارا چوتھا پروگرام

جدید مشکوٰۃ شریف مترجم عربی معہ اردو

ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ادارہ فیض القرآن کو ترقی کی شاہراہ پر گامزن کیا! ادارہ نہایت مسرت کے ساتھ اعلان کرتا ہے کہ ہمارے چوتھے پروگرام کے تحت جدید مشکوٰۃ شریف مترجم (عربی معہ اردو) شائع کی جارہی ہے یہ مکمل پروگرام صرف بیس اقساط میں ختم کر دیا جائیگا

مشکوٰۃ شریف حدیث کی وہ بلند پایہ کتاب ہے جس کی شہرت اور وقعت کے پیش نظر تمام عالم اسلامی میں داخل درس کر لی گئی ہے۔ حدیثوں میں چونکہ آمیزش کی ابتدا ہو گئی تھی۔ اس لئے اس خطرے کو محسوس کرتے ہوئے شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب عمری نے عرصہ دراز کی محنت کے بعد مشکوٰۃ شریف کے نام سے بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور دیگر مستند کتب احادیث سے ماخوذ چھ ہزار سے زائد احادیث نبوی کا گرانقدر مجموعہ پیش کیا ہے۔ ترجمہ اردو۔ اور مقدمہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے لکھا ہوا ہے

"مشکوٰۃ شریف مترجم" دیگر کتب خانوں سے بارہا اس سے قبل چھپتی رہی ہے، ہم نے مستند علماء کی خدمات حاصل کی ہیں جو نہایت محنت اور عرق ریزی کے ساتھ کتابت وطباعت کی اغلاط سے کتاب کو پاک وصاف کر رہے ہیں۔ اردو مروجہ استعمال کی گئی ہے۔ کاغذ، کتابت اور طباعت کا بہتر انتظام کیا گیا ہے جسکی وجہ سے بلاشبہ ہمارے ایڈیشن نے سابقہ ایڈیشنوں میں ایک نمایاں مقام حاصل کر لیا ہے۔

پروگرام

"جدید مشکوٰۃ شریف مترجم" بیس اجزاء میں مکمل چھاپی جارہی ہے، ہر جز کی ضخامت اوسطاً نوے صفحات ہوگی، ہر صفحہ پر دو کالم ہونگے! پہلے کالم میں عربی حدیث مکمل اعراب اور ترتیب کے ساتھ، اور مقابل کالم میں اس کا سلیس اور رواں اردو ترجمہ ہوگا۔ سائز ۲۰×۳۰/۸ کاغذ سفید، کتابت وطباعت اعلیٰ، ہر جز کا عام ہدیہ دو روپے ہوگا۔ ممبران کیلئے ہر جز ایک روپیہ ۲۵ پیسے میں دیا جائے گا۔

فیس ممبری

اس مکمل سلسلہ میں شرکت کیلئے ایک روپیہ ذریعہ منی آرڈر ارسال فرما کر ممبر بنجایئے۔ ممبران کی خدمت میں "جدید مشکوٰۃ شریف مترجم" کا ایک جز ایک روپیہ ۲۵ پیسے اور ڈاک خرچ ۷۵ پیسے شامل ہوکر دو روپے کی وی۔ پی سے روانہ ہوگا۔ یاد رکھئے جسقدر زائد سے زائد اجزاء یکجا منگائے جائیں گے، ڈاک خرچ کے مصارف کم سے کم ہوتے چلے جائینگے۔ اگر آپ پانچ اجزاء یکجا طلب کریں تو معہ ڈاک خرچ صرف آٹھ روپے کی وی پی ارسال ہوگی۔ اس طرح یہ عظیم المرتبت حدیث کا بیش قیمت خزانہ رفتہ رفتہ آپ کے ہاتھوں میں مکمل پہونچ جائے گا۔

نمونہ کے صفحات مفت طلب فرمائیں

دیگر تفصیلات کیلئے لکھئے

ادارہ فیض القرآن دیوبند ضلع سہارنپور (یوپی)

رقم اختر شفیقی جونپوری

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فضائل سورۂ ملک

مسندِ احمد میں بہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن کریم میں تیس آیتوں کی ایک سورت ہے جو اپنے پڑھنے والوں کی سفارش کرتی رہیگی یہاں تک کہ اُسے بخش دیا جائے، وہ سورت تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ الخ ہے ابوداؤد، و نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے حسن کہتے ہیں تاریخ ابن عساکر میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلی امت میں ایک شخص مرگیا جس کے ساتھ کتاب اللہ میں سے سوائے سورۂ تبارک الذی کے اور کوئی چیز نہ تھی، جب اُسے دفن کیا گیا اور فرشتہ اُس کے پاس آیا تو یہ سورت اُس کے سامنے کھڑی ہوگئی فرشتے نے کہا تو کتاب اللہ ہے میں تجھے ناراض کرنا نہیں چاہتا، تجھے معلوم ہے کہ تیرے یا اپنے یا اس میت کے کسی نفع نقصان کا مجھے اختیار نہیں، اگر تو یہی چاہتی ہے تو تُو اللہ تعالیٰ کے پاس جا کر اس کی سفارش کر، چنانچہ یہ سورت اللہ عزوجل کے پاس جائے گی اور کہے گی خدایا تیری کتاب میں سے مجھے فلاں شخص نے سیکھا پڑھا اب کیا تو اُسے آگ میں جلائے گا؟ کیا باوجودیکہ میں اُس کے سینے میں محفوظ ہوں تو اُسے عذاب کریگا؟ اگر یہی کرنا ہے تو مجھے اپنی کتاب میں سے مٹا ڈال، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو اس وقت سخت غضبناک ہے، یہ کہے گی مجھے حق ہے کہ میں اپنی ناراضگی ظاہر کروں، پس جناب باری کا ارشاد ہوگا کہ جا میں نے اُسے تجھے دیا اور تیری سفارش قبول کر لی، اب یہ سورت اس کے پاس آئے گی اور عذاب کے فرشتے کو ہٹا دیگی اور اس کے منہ سے اپنا منہ ملا کر کہے گی اس منہ کو مرحبا ہو یہی میری تلاوت کیا کرتا تھا اس سینے کو صد شاباش ہو اس نے مجھے یاد کر رکھا تھا، ان دونوں قدموں کو مبارکباد ہو۔ یہی کھڑے ہو کر راتوں کو میری قرأت کے ساتھ قیام کیا کرتے تھے، اور یہ سورت قبر میں اس کی مونس اور غمخوار بن جائیگی اور کوئی دہشت، خوف اسے نہیں پہنچنے دیگی، اس حدیث کے سنتے ہی تمام چھوٹے بڑے، آزاد اور غلام نے اسے سیکھ لیا، اس کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مُنْجِیَۃ رکھا، یعنی نجات دلوانے والی سورت، لیکن یہ یاد رہے کہ یہ حدیث بہت ہی منکر ہے[عہ] اس کے راوی فرات بن سائب کو امام احمد ر،

[عہ] اور خود اس روایت کے الفاظ یہی بتا رہے ہیں ۱۲

امام یحییٰ بن معینؒ، امام بخاریؒ، امام ابو حاتمؒ، امام دار قطنیؒ وغیرہ ضعیف کہتے ہیں، اور دوسری سند سے ہے کہ یہ قول امام زہریؒ کا ہے مرفوع حدیث نہیں، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب "اثبات عذاب القبر" میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث مرفوع بھی بیان کی ہے اور موقوف بھی، اس میں بھی جو مضمون ہے وہ اس کی شہادت میں کام دے سکتا ہے، ہم نے اسے احکام کبریٰ کی کتاب الجنائز میں بیان کیا ہے، وللہ الحمد۔ طبرانی وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی ایک سورت ہے جس نے اپنے پڑھنے والے کی طرف سے خدا تعالیٰ سے لڑ جھگڑ کر اسے جنت میں داخل کرایا وہ سورۂ تبارک الذی ہے۔ ترمذی شریف میں ہے کہ کسی صحابیؓ نے جنگل میں ایک ڈیرا لگایا جہاں ایک قبر بھی تھی لیکن اسے علم نہ تھا، اس نے سنا کہ کوئی شخص سورۂ ملک پڑھ رہا ہے اور اس نے اسے پوری پڑھی، اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سارا واقعہ بیان کیا تو حضورؐ نے فرمایا یہ سورت روکنے والی ہے یہ سورت نجات دلوانے والی ہے جو عذاب قبر سے نجات دلواتی ہے، یہ حدیث غریب ہے، ترمذی کی دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے سورۂ الٓمّٓ تنزیل الخ اور سورۂ تبارک الذی ضرور پڑھ لیا کرتے تھے حضرت طاؤسؒ کی روایت ہے کہ یہ دونوں سورتیں قرآن کی دوسری سورتوں پر ستر فضیلت رکھتی ہیں طبرانی میں ہے کہ حضورؐ فرماتے ہیں میری دلی منشاء ہے کہ یہ سورت میری امت میں سے ہر ایک کے دل میں رہے یعنی سورۂ ملک، یہ حدیث بھی غریب ہے اور اس کا راوی ابراہیم ضعیف ہیں، اور اسی جیسی روایت سورۂ یٰسٓ کی تفسیر میں گزر چکی ہے مسند عبد بن حمید میں ذرا بسط کے ساتھ بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک شخص سے فرمایا کہ آ میں تجھے ایک ایسا تحفہ دوں کہ تو خوش ہو جائے تبارک الذی الخ پڑھا کر، اور اسے اپنی اہل وعیال کو . . . گھر کے بچوں کو اور پڑوسیوں کو سکھا، یہ سورت نجات دلوانے والی اور شفاعت کرنے والی ہے قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کی طرف سے خدا تعالیٰ سے سفارش کریگی اور اسے عذاب آگ سے بچا لے گی، اور عذاب قبر سے بھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں تو چاہتا ہوں کہ میرے ایک ایک امتی کے دل میں یہ ہو۔

ثلٰثون اٰیۃ وفیھا رکوعان	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○	سورۃ الملک مکیۃ وھی

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ① ۙالَّذِیْ خَلَقَ

وہ (خدا) بڑا عالیشان ہے جس کے قبضہ میں تمام سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے جس نے موت اور

الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ②

حیات کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں سے کون شخص عمل میں زیادہ اچھا ہے اور وہ زبردست (اور) بخشنے والا ہے

الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۭ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۭ فَا

جس نے سات آسمان اوپر تلے پیدا کیے تو خدا کی اس صنعت میں کوئی خلل نہ دیکھے گا سو تو اب کی بار پھر

رْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ③ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ

نگاہ ڈال کر دیکھ لے کہیں تجھ کو کوئی خلل نظر آتا ہے (یعنی بلا تامل تو نے بہت بار دیکھا ہوگا اب کی بار تامل سے نگاہ کر) پھر بار بار نگاہ کو

اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ﴿۴﴾ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ

ذلیل کر دیکھ (آخر کار) نگاہ ذلیل اور درماندہ ہو کر تیری طرف لوٹ آئے گی اور ہم نے قریب کے آسمانوں کو چراغوں (یعنی ستاروں) سے آراستہ کر رکھا ہے

وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ﴿۵﴾

اور ہم نے ان (ستاروں) کو شیطانوں کے مارنے کا ذریعہ بھی بنا دیا ہے اور ہم نے ان (شیاطین) کیلئے (آخرت میں) بوجہ ان کے کفر کے دوزخ کا عذاب (بھی) تیار کر رکھا ہے

بڑی بابرکت ہے اس کی ذات

اللہ تعالیٰ اپنی تعریف بیان فرما رہا ہے اور بتا رہا ہے کہ تمام مخلوق پر اسی کا قبضہ ہے جو چاہے کرے کوئی اس کے حکم کو ٹال نہیں سکتا اس کے غلبہ اور حکمت اور عدل کی وجہ سے اس سے کوئی باز پرس بھی نہیں کر سکتا وہ تمام چیزوں پر قدرت رکھنے والا ہے پھر اپنا موت عہ و حیات کا پیدا کرنا بیان فرما رہا ہے اس آیت سے ان لوگوں کے لئے استدلال کیا ہے جو کہتے ہیں کہ موت ایک وجودی امر ہے کیونکہ وہ بھی پیدا کی ہوئی ہے آیت عہ کا مطلب یہ ہے کہ تمام مخلوق کو عدم سے وجود میں لایا تاکہ اچھے اعمال والوں کا امتحان ہو جائے، جیسے اور جگہ ہے كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیوں کفر کرتے ہو؟ تم تو مردہ تھے پھر اس نے تمہیں زندہ کر دیا، پس پہلے حال یعنی عدم کو یہاں بھی موت کہا گیا اور اس پیدائش کو حیات کہا گیا، اسی لئے اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ وہ پھر تمہیں مار ڈالے گا اور پھر زندہ کر دے گا، ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بنی آدم موت کی ذلت میں تھے دنیا کو اللہ تعالیٰ نے حیات کا گھر بنا دیا پھر موت کا اور آخرت کو جزا کا، پھر بقا کا، لیکن یہی روایت ایک دوسرے موقع پر حضرت قتادہ رح کا قول بیان کی گئی ہے آزمائش اس امر کی ہے کہ تم میں سے اچھے عمل والا کون ہے؟ اکثر عمل والا نہیں بلکہ بہتر عمل والا وہ باوجود غالب اور بلند جناب ہونے کے پھر عاصیوں اور سرتاب لوگوں کے لئے جب وہ رجوع کریں اور توبہ کریں معاف کرنے اور بخشنے والا بھی ہے۔ جس نے سات آسمان اوپر تلے پیدا کئے ایک پر ایک، گو بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ایک پر ایک ملا ہوا ہے لیکن دوسرا قول یہ ہے کہ درمیان میں جگہ ہے اور ایک دوسرے کے اوپر فاصلہ سے ہے، زیادہ صحیح یہی قول ہے اور حدیث معراج وغیرہ سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے پیدائش پروردگار میں تو کوئی کمی و عیب نہ پائے گا بلکہ تو دیکھے گا کہ وہ برابر ہے نہ ہیر پھیر ہے نہ مخالفت اور بے ربطی ہے نہ کمی اور عیب اور خلل ہے، اپنی نظر آسمان کی طرف ڈال عہ اور غور سے دیکھ کہ کہیں کوئی عیب، ٹوٹ پھوٹ، شگاف و سوراخ دکھائی دیتا ہے؟ پھر بھی اگر شک رہے تو دو دو دفعہ دیکھ لے کوئی کمی نظر نہ آئیگی گو تو نے خوب نظریں جما کر ٹٹول کر دیکھا ہو پھر بھی ناممکن ہے کہ تجھے کوئی شکست و ریخت نظر آئے تیری نگاہیں تھک کر اور ناکام ہو کر نیچی ہو جائیں گی کمی کی نفی کر کے اب کمال کا اثبات ہو رہا ہے، تو فرمایا آسمانِ دنیا کو ہم نے ان قدرتی چراغوں یعنی ستاروں سے بارونق بنا رکھا ہے جن میں بعضے چلنے پھرنے والے ہیں اور بعض ایک جا ٹھیرے رہنے والے ہیں، پھر ان کا ایک اور فائدہ بیان ہو رہا ہے کہ ان سے شیطانوں کو مارا جاتا ہے ان میں سے شعلے نکل کر ان پر گرتے ہیں، یہ نہیں کہ خود ستارہ ان پر ٹوٹے واللہ اعلم۔ شیاطین کی دنیا میں یہ رسوائی تو دیکھتے ہی ہو آخرت

عہ یہودیوں کا عقیدہ تھا کہ حیات تو خدا تعالیٰ نے پیدا کی ہے لیکن موت شیطان نے نافرمانی کر کے پیدا کرا دی ہے آیت میں صاف اس عقیدہ کی تردید ہی بتایا گیا کہ حیات اور موت دونوں خدا تعالیٰ ہی کی پیدا کی ہوئی ہیں عہ صاحب روح المعانی نے بھی لکھا ہے کہ اہل سنت کا خیال یہی ہے کہ موت ایک امر وجودی ہے مگر حیات کے منافی ہے۔" والموت على ما ذهب اليه الكثيرون من اهل السنة صفة وجودية تضاد الحيوة امام رازی رح نے بھی تقریباً یہی بات تحریر فرمائی ہے عہ پہلی نظر عوام کی ہے جو صرف ظاہری حسن دیکھتے ہیں دوسری محققین کی جو مخلوق کی مصالح پر نظر رکھتے ہیں اور تیسری نظر عارفین کی جو سب دیکھنے کے بعد اپنے جہل و عجز کا اعتراف کرتے ہیں۔

ہیں بھی ان کے لئے جلانے والا عذاب ہے جیسے سورۂ صافات کے شروع میں ہے کہ ہم نے آسمانِ دنیا کو ستاروں سے زینت دی ہے اور سرکش شیطانوں کی حفاظت انھیں کر دی ہے، وہ بلند و بالا فرشتوں کی باتیں سُن نہیں سکتے، اور ہر طرف کی مار سے ہٹا دیئے جاتے ہیں اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے اگر کوئی ان میں سے ایک آدھ بات اُچک لے کر بھاگتا ہے تو اس کے پیچھے چمکدار تیز شعلہ لپکتا ہے، حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں، ستارے تین فائدوں کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، آسمان کی زینت، شیطانوں کی مار، اور راہ پانے کے نشانات جس شخص نے اس کے سوا اور کوئی بات تلاش کی اُس نے رائے کی پیروی کی اور اپنا صحیح حصہ کھو دیا اور باوجود علم نہ ہونے کے تکلف کیا (ابن جریر اور ابن ابی حاتم)

وَلِلَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ⑥ إِذَا أُلْقُوا فِيهَا سَمِعُوا

اور جو لوگ اپنے رب (کی توحید) کا انکار کرتے ہیں ان کے لئے دوزخ کا عذاب ہے اور وہ بری جگہ ہے جب یہ لوگ اس میں ڈالے جاویں گے

لَهَا شَهِيقًا وَهِيَ تَفُورُ ⑦ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۖ كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا

تو اسکی ایک بڑے زور کی آواز سنیں گے اور وہ اس طرح جوش مارتی ہوگی جیسے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی غصہ کے مارے پھوٹ پڑیگی جب اس میں کوئی گروہ (کافروں کا)

أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ ⑧ قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ

ڈالا جاویگا تو اس کے محافظان لوگوں سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانیوالا (پیغمبر) نہیں آیا تھا وہ کافر (بطور اعتراف کے) کہیں گے کہ واقعی ہمارے پاس ڈرانیوالا

مِنْ شَيْءٍ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ ⑨ وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا

(پیغمبر) آیا تھا سو (یہ ہماری شامت تھی کہ) ہم نے (اسکو) جھٹلا دیا اور کہدیا کہ اللہ نے (از قبیل احکام کتب) کچھ نازل نہیں کیا (اور) تم بڑی غلطی میں پڑے ہو اور وہ کافر

فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ ⑩ فَاعْتَرَفُوا بِذَنْبِهِمْ فَسُحْقًا لِأَصْحَابِ السَّعِيرِ ⑪

(فرشتوں کو یہ بھی) کہیں گے ہم اگر سنتے یا سمجھتے تو ہم اہل دوزخ میں (شامل) نہ ہوتے غرض اپنے جرم کا اقرار کریں گے سو اہل دوزخ پر لعنت ہے۔

اور کفار اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو بھی اس کے ساتھ کفر کرے وہ جہنمی ہے اس کا انجام اور جگہ بد سے بدتر ہے، یہ بلند اور مکروہ گدھے کی سی آوازیں مارنے والی اور جوش مارنے والی جہنم ہے جو آن پر جل بھن رہی ہے اور جوش اور غضب سے اس طرح دانت بھینچ رہی ہے کہ گویا ابھی ٹوٹ پھوٹ جائے گی ان دوزخیوں کو زیادہ ذلیل کرنے اور آخری حجت قائم کرنے اور اتبالی مجرم بنانے کے لئے داروغۂ جہنم ان سے پوچھتے ہیں کہ بدنصیبو! کیا خدا کے رسولوں نے تمہیں اس سے ڈرایا نہ تھا؟ تو ہائے وائے کرتے ہوئے اپنی جانوں کو پیٹتے ہوئے جواب دیتے ہیں کہ آئے تو تھے لیکن وائے بدنصیبی کہ ہم نے اُنھیں جھوٹا جانا اور خدا کی کتاب کو بھی نہ مانا اور پیغمبروں کو بے راہ بتایا، اب عدلِ خدا صاف ثابت ہو چکتا ہے اور فرمانِ باری پورا اترتا ہے، جو اس نے فرمایا مَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا ہم جب تک رسول نہ بھیجدیں عذاب نہیں دیتے، ایک دوسرے موقع پر ارشاد ہے حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا جب جہنمی جہنم کے پاس پہنچ جائیں گے اور جہنم کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور داروغۂ جہنم ان سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس تم میں سے ہی رسول نہیں آئے تھے؟ جو تمہارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے، تو کہیں گے کہ ہاں آئے تو تھے اور ڈرا بھی دیا تھا لیکن کافروں پر کلمۂ عذاب ثابت ہو گیا، اب اپنے آپ کو ملامت کریں گے

اور کہیں گے کہ اگر ہمارے کان ہوتے اگر ہم میں عقل ہوتی تو دھوکے میں نہ پڑے رہتے۔ اپنے مالک خالق کے ساتھ کفر نہ کرتے نہ رسولوں کو جھٹلاتے نہ اُن کی تابعداری سے منہ موڑتے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا اب تو اُنھوں نے خود اپنے گناہوں کا اقرار کر لیا ان کے لئے لعنت ہو دوری ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لوگ جب تک دنیا میں اپنے آپ میں غور نہ کر لیں گے اور اپنی برائیوں کو آپ دیکھ نہ لیں گے ہلاک نہ ہوں گے (مسند احمد) اور حدیث میں ہے کہ قیامت والے دن اسطرح حجت قائم کی جائے گی کہ خود انسان سمجھ لے گا کہ میں دوزخ میں جانے کے ہی قابل ہوں۔ (مسند احمد)

إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ﴿١٢﴾ وَأَسِرُّوا

بےشک جو لوگ اپنے پروردگار سے بے دیکھے ڈرتے ہیں ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم (مقرر) ہے اور تم لوگ خواہ چھپا کر

قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا بِهِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿١٣﴾ أَلَا يَعْلَمُ مَنْ

بات کہو یا پکار کر کہو (اس کو سب خبر ہے کیونکہ) وہ دلوں تک کی باتوں سے خوب واقف ہے (اور بھلا) کیا وہ نہ جانے گا جس نے پیدا کیا

خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ﴿١٤﴾ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا

اور وہ باریک بین (اور) پورا باخبر ہے وہ ایسا (منعم) ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو مسخر کر دیا سو تم اس کے رستوں میں چلو (پھرو)

فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ ﴿١٥﴾

اور خدا کی روزی میں سے (جو زمین میں پیدا کی ہے) کھاؤ (پیو) اور (کھا پی کر اسکو بھی یاد رکھنا کہ) اسی کے پاس دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے۔

خشیت الٰہی

اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو خوشخبری دے رہا ہے جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتے رہتے ہیں، گو تنہائی میں ہوں جہاں کسی کی نگاہیں اُن پر نہ پڑ سکیں، تاہم خوفِ خدا سے کسی نافرمانی کے کام کو نہیں کرتے نہ اطاعت و عبادت سے جی چراتے ہیں، ان کے گناہ بھی وہ معاف فرما دے گا اور زبردست ثواب اور بہترین اجر عنایت فرمائیگا۔ جیسے صحیحین کی حدیث میں ہے کہ جن سات شخصوں کو جناب باری اپنے عرش کا سایہ اُس دن دے گا جس دن اس کے سوا کوئی سایہ نہ ہو گا، اُن میں سے ایک وہ ہے جسے کوئی مال و جمال والی عورت زناکاری کی طرف بلائے اور وہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، اور اُسے بھی جو اس طرح پوشیدگی سے صدقہ کرے کہ دائیں ہاتھ کی خرچ کی خبر بائیں ہاتھ کو بھی نہ لگے۔ مسند بزار میں ہے کہ صحابہؓ نے ایک مرتبہ عرض کیا یا رسول اللہؐ! ہمارے دلوں کی جو کیفیت آپؐ کے سامنے ہوتی ہے آپؐ کے بعد وہ نہیں رہتی، آپؐ نے فرمایا یہ بتاؤ رب کے ساتھ تمہارا کیا خیال رہتا ہے؟ جواب دیا کہ ظاہر و باطن اللہ ہی کو رب مانتے ہیں، آپؐ نے فرمایا جاؤ پھر یہ نفاق نہیں، پھر فرماتا ہے کہ تمہاری چھپی کھلی باتوں کا مجھے علم ہے، دلوں کے خطروں سے بھی آگاہ ہوں، یہ ناممکن ہے کہ جو خالق ہو وہ عالم نہ ہو اور یہ کہ مخلوق سے خالق بے خبر ہو، وہ تو بڑا باریک بین اور بے حد خبر رکھنے والا ہے۔ ازاں بعد اپنی نعمت کا اظہار کرتا ہے کہ زمین کو اُس نے تمہارے لئے مسخر کر دیا۔ وہ سکون کے ساتھ ٹھیری ہوئی ہے، ہل کر تمہیں نقصان نہیں پہنچاتی، پہاڑوں کی میخیں اُس میں گاڑ دی ہیں، پانی کے چشمے اُس میں جاری کر دیئے ہیں، راستے اُس میں مہیا کر دیئے ہیں، قسم قسم کے نفع اُس میں رکھ دیئے ہیں پھل اور اناج اُس میں سے نکل رہا ہے جس جگہ تم جانا چاہو جا سکتے ہو طرح طرح کی سود مند تجارتیں کر رہے ہو، تمہاری کوششیں وہ بارآور کرتا ہے، اور تمہیں اپنی روزیاں ان اسباب سے دے رہا ہے، معلوم ہوا کہ اسباب کے حاصل کرنے کی کوشش توکل کے خلاف نہیں، مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ اگر تم خدا کی ذات پر پورا پورا بھروسہ کرو تو وہ تمہیں اس طرح روزیاں دے جس طرح پرندوں کو دے رہا ہے کہ اپنے گھونسلوں سے خالی پیٹ نکلتے ہیں اور آسودہ

حال واپس جاتے ہیں، پس ان کا صبح وشام آنا جانا اور رزق کو تلاش کرنا بھی توکل میں داخل سمجھا گیا کیونکہ اسباب کا پیدا کرنے والا انھیں آسان کرنے والا وہی خدائے واحد ہے، اُسی کی طرف قیامت کے دن لوٹنا ہے حضرت ابن عباسؓ وغیرہ تو مَنَاکِبْ سے مراد راستے کونے اور اِدھر اُدھر کی جگہیں لیتے ہیں، اور قتادہؒ وغیرہ سے مروی ہے کہ مراد پہاڑ ہیں. حضرت بشیر بن کعب رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تلاوت کی اور اپنی لونڈی سے جس سے اُنھیں اولاد ہوئی تھی فرمایا کہ اگر مَنَاکِبْ کی صحیح تفسیر تم بتادو تو تم آزاد ہو، اس نے کہا مراد اس سے پہاڑ ہیں، آپ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا، جواب ملا کہ یہ تفسیر صحیح ہے ؛

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ② اَمْ

کیا تم لوگ اس سے بےخوف ہو گئے ہو جو کہ آسمان میں بھی (اپنا حکم وتصرف رکھتا) ہے کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے پھر وہ زمین تھرتھرا (کر الٹ پلٹ ہو) نے لگے یا تم لوگ

اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ

اس سے بےخوف ہو گئے ہو جو کہ آسمان میں بھی (اپنا حکم وتصرف رکھتا) ہے کہ وہ تم پر (مثل عاد کے) ایک ہوائے تند بھیجدے (جس سے تم ہلاک ہو جاؤ) سو عنقریب (مرتے ہی) تم کو معلوم

نَذِيْرِ ③ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ④ اَوَلَمْ يَرَوْا

ہو جاویگا کہ میرا ڈرانا (عذاب) کیسا (صحیح) تھا اور ان سے پہلے جو لوگ ہو گزرے ہیں انھوں نے (دین حق کو) جھٹلایا تھا سو (دیکھ لو ان پر) میرا عذاب کیسا (واقع) ہوا کیا ان لوگوں نے

اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ؔ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا

اپنے اوپر پرندوں کی طرف نظر نہیں کی کہ پر پھیلائے ہوئے (اڑتے پھرتے) ہیں اور (کبھی اسی حالت میں) پر سمیٹ لیتے ہیں بجز (خدائے) رحمٰن کے ان کو کوئی تھامے ہوئے نہیں ہے

الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۭ بَصِيْرٌ ⑤

بے شک وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے (اور جس طرح چاہے اس میں تصرف کر رہا ہے)

وقف لازم - اختلافی ۱۲

یہ کیسا خیال باطل

ان آیتوں میں بھی اللہ تبارکؑ تعالیٰ اپنے لطف ورحمت کا بیان فرما رہے ہیں کہ لوگوں کے کفر وشرک کی بناء پر وہ طرح طرح کے دنیوی عذابوں پر بھی قادر ہیں لیکن اُن کا حلم وعفو ہے کہ وہ عذاب نہیں کرتے، جیسے اور جگہ فرمایا وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ الخ یعنی اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کی برائیوں پر پکڑ لیتے تو روئے زمین پر کسی کو باقی نہ چھوڑتے، لیکن وہ ایک مقررہ وقت تک انھیں مہلت دیئے ہوئے ہیں، جب ان کا وہ وقت آجائے گا تو خدا تعالیٰ ان مجرم بندوں سے آپ سمجھ لیں گے، یہاں بھی فرمایا کہ زمین اِدھر اُدھر ہو جاتی اور ہلنے اور کانپنے لگ جاتی اور یہ سارے کے سارے اُس میں دھنسا دیئے جاتے، یا ان پر ایسی آندھی بھیج دی جاتی جس میں پتھر ہوتے اور ان کے دماغ توڑ دیئے جاتے، جیسے اور جگہ ہے اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ الخ یعنی کیا تم نڈر ہو گئے ہو کہ زمین کے کسی کنارے میں تم دھنس جاؤ یا تم پر وہ پتھر برسائے اور کوئی نہ ہو جو تمہاری وکالت کر سکے، یہاں بھی ارشاد ہے کہ اس وقت تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ میری دھمکیوں کو اور ڈرانے کو نہ ماننے کا انجام کیا ہوتا ہے؟ تم آپ دیکھ لو کہ پہلے لوگوں نے بھی نہ مانا اور انکار کر کے میری باتوں کی تکذیب کی تو اُن کا کس قدر بُرا اور عبرتناک انجام ہوا، تم میری قدرتوں کا روزمرہ کا یہ مشاہدہ کیا نہیں دیکھ رہے ہو کہ پرندے تمہارے سروں پر اڑتے پھرتے ہیں کبھی دونوں پروں سے کبھی کسی کو روک کر، پھر کیا میرے سوا کوئی اور اُنھیں تھامے ہوئے ہے؟ میں نے ہواؤں کو مسخر کر دیا ہے اور یہ معلق اڑتے پھرتے ہیں، یہ بھی میرا لطف وکرم اور رحمت ونعمت ہے. مخلوقات کی حاجتیں ضرورتیں ان کی اصلاح اور بہتری کا نگراں اور کفیل میں ہی ہوں، جیسے اور جگہ فرمایا اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ الخ کیا انھوں نے ان پرندوں کو نہیں دیکھا؟ جو آسمان وزمین کے درمیان مسخر ہیں،

جن کا تھامنے والا بجز ذاتِ باری تعالیٰ کے اور کوئی نہیں، یقیناً اس میں ایمانداروں کے لئے بڑی بڑی نشانیاں ہیں،

أَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ۚ إِنِ الْكٰفِرُوْنَ

ہاں رحمٰن کے سوا وہ کون ہے کہ وہ تمہارا لشکر بن کر (آفات سے) تمہاری حفاظت کر سکے (اور) کافر (جو اپنے معبودوں کی نسبت ایسا خیال رکھتے ہیں) تو (وہ) نرے دھوکے میں ہیں

إِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ ⑥ أَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ إِنْ أَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ

(اور) ہاں (یہ بھی بتلاؤ کہ) وہ کون ہے جو تم کو روزی پہنچادے اگر اللہ تعالیٰ اپنی روزی بند کرلے (مگر یہ لوگ اس سے بھی متاثر نہیں ہوتے) بلکہ یہ لوگ

بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ⑦ أَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖ

سرکشی اور نفرت (عن الحق) پر جم رہے ہیں سو (جس کافر کا حال اوپر سنا ہے اس کو سنکر سوچو کہ) کیا جو شخص منہ کے بل گرتا ہوا چل رہا ہو وہ منزل مقصود پر زیادہ

أَهْدٰى أَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ⑧ قُلْ هُوَ

پہنچنے والا ہو گا یا وہ شخص جو سیدھا ایک ہموار سڑک پر چلا جا رہا ہو آپ (ان سے) کہئے کہ وہی (ایسا قادر و منعم) ہے جس نے

الَّذِيْ أَنْشَأَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۖ

تم کو پیدا کیا اور تم کو کان اور آنکھیں اور دل دیئے (مگر) تم لوگ

قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ⑨ قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَ

بہت کم شکر کرتے ہو (اور) آپ (یہ بھی) کہئے کہ وہی ہے جس نے تم کو روئے زمین پر پھیلایا اور

إِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ⑩ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ

تم اسی کے پاس (قیامت کے روز) اکٹھے کئے جاؤ گے اور یہ لوگ (جب قیامت کا ذکر سنتے ہیں تو) کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہو گا اگر تم سچے ہو

صٰدِقِيْنَ ⑪ قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ⑫ فَلَمَّا رَأَوْهُ

(تو بتلاؤ) آپ (جواب میں) کہہ دیجئے کہ یہ (تعین کا) علم تو خدا ہی کو ہے اور میں محض (علی الاجمال مگر) صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔ پھر جب اس (عذاب)

زُلْفَةً سِيْٓئَتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ⑬

کو پاس آتا ہوا دیکھیں گے تو (اس وقت مارے غم کے) کافروں کے منہ بگڑ جاویں گے اور (ان سے) کہا جاوے گا یہی ہے وہ جس کو تم مانگا کرتے تھے (کہ عذاب لاؤ عذاب لاؤ)

پھر کون مددگار ہو

اللہ تعالیٰ مشرکوں کے اس عقیدے کی تردید کر رہا ہے کہ جن بزرگوں کی وہ عبادت کرتے ہیں، وہ ان کی امداد کر سکتے ہیں اور انہیں روزیاں پہنچا سکتے ہیں، تو فرماتا ہے کہ سوائے خدا تعالیٰ کے نہ تو کوئی مدد دے سکتا ہے نہ روزی پہنچا سکتا ہے نہ بچا سکتا ہے کافروں کا یہ عقیدہ محض ایک دھوکہ ہے؛ اب اگر اللہ تبارک و تعالیٰ تمہاری روزیاں روک لے تو پھر کوئی بھی انہیں جاری نہیں کر سکتا، دینے لینے پر پیدا کرنے اور فنا کرنے پر، رزق دینے اور مدد کرنے پر صرف اللہ عزوجل وحدہ لاشریک لہ کو ہی قدرت ہے یہ لوگ خود اسے دل سے جانتے ہیں لیکن پھر بھی اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ یہ کفار اپنی گمراہی کج روی

گناہ اور سرکشی میں بہے چلے جاتے ہیں ان کی طبیعتوں میں ضد تکبر اور حق سے انکار بلکہ حق کی عداوت بیٹھ چکی ہے یہاں تک کہ بھلی باتوں کا سننا بھی انھیں گوارا نہیں عمل کرنا تو درکنار۔ پھر مومن و کافر کی مثال بیان فرماتا ہے کہ کافر کی مثال تو ایسی ہے جیسے کوئی شخص کمر کبڑی کر کے سر جھکائے نظریں نیچی کئے چلا جارہا ہے نہ راہ دیکھتا ہے نہ اُسے معلوم ہے کہ کہاں جارہا ہے بلکہ حیران پریشان راہ بھولا اور بھٹکا ہے، اور مومن کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص سیدھی راہ پر سیدھا کھڑا ہوا چل رہا ہے راستہ خود صاف اور بالکل سیدھا ہے یہ شخص تو اسے بخوبی جانتا ہے اور برابر صحیح طور پر چل رہا ہے یہی حال ان کا قیامت کے دن[ف۵] ہوگا کہ کافر تو اوندھے منہ جہنم میں جمع کئے جائیں گے اور مسلمان عزت کے ساتھ جنت میں پہنچائے جائیں گے جیسے اور جگہ ہے۔ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا الآیۃ۔ ظالموں کو اور اُن جیسوں کو اور اُن کے اُن معبودوں کو جو خدا کے سوا تھے جمع کر کے جہنم کا راستہ دکھا دو الخ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ حضورؐ لوگ منہ کے بل چلا کر کس طرح حشر کئے جائینگے؟ آپ نے فرمایا جس نے پیروں کے بل چلایا ہے وہ منہ کے بل چلانے پر بھی قادر ہے۔ صحیحین میں بھی یہ روایت ہے خدا تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہیں پہلی مرتبہ جب کہ تم کچھ نہ تھے پیدا کیا، تمہیں کان آنکھ اور دل دیئے۔ یعنی عقل و ادراک تم میں پیدا کیا لیکن تم بہت ہی کم شکر گزاری کرتے ہو یعنی اپنی ان قوتوں کو خدائے تعالیٰ کی حکم برداری میں اور اُس کی نافرمانیوں سے بچنے میں بہت ہی کم خرچ کرتے ہو۔ خدا تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلا دیا تمہاری زبانیں جداگانہ تمہارے رنگ روپ جداگانہ تمہاری شکلوں صورتوں میں اختلاف اور تم زمین کے چپے چپے پر بسا دیئے گئے، پھر اس پراگندگی اور بکھرنے کے بعد وہ وقت بھی آئیگا کہ تم سب اُس کے سامنے لا کر کھڑے کر دیئے جاؤ گے اُس نے جس طرح تمہیں ادھر اُدھر پھیلا دیا ہے اسی طرح ایک طرف سمیٹ لیگا اور جس طرح اولاً اُس نے تمہیں پیدا کیا دوبارہ تمہیں لوٹائے گا۔ پھر بیان ہوتا ہے کہ کافر جو کہ دوبارہ جینے کے قائل نہیں وہ اس دوسری زندگی کو محال اور ناممکن سمجھتے ہیں اس کا بیان سنکر اعتراض کرتے ہیں کہ اچھا پھر وہ وقت کب آئیگا جس کی ہمیں خبر دے رہے ہو اگر سچے ہو تو بتا دو کہ اس پراگندگی کے بعد اجتماع کب ہوگا؟ اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ سے فرماتا ہے کہ انھیں جواب دو کہ اس کا علم مجھے نہیں کہ قیامت کب قائم ہوگی اسے تو صرف وہی علام الغیوب ہی جانتا ہے ہاں اتنا مجھے بتایا گیا ہے کہ قیامت آئیگی ضرور، میری حیثیت صرف یہ ہے کہ میں تمہیں خبردار کر دوں، اور اُس دن کی ہولناکیوں سے مطلع کر دوں، میرا فرض تو صرف تمہیں پہنچا دینا تھا جسے میں بحمد اللہ ادا کر چکا۔ پھر ارشاد باری ہوتا ہے کہ جب قیامت قائم ہونے لگے گی اور کفار اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور معلوم کر لیں گے کہ اب وہ قریب آگئی، کیونکہ ہر آنے والی چیز آکر ہی رہتی ہے گو دیر سویر ہی آئے جب یہ اُسے آتی ہوئی پالیں گے جسے اب تک جھٹلاتے رہے تو انھیں بہت بُرا لگیگا کیونکہ اپنی غفلت کا نتیجہ سامنے دیکھنے لگیں گے اور قیامت کی ہولناکیوں بدحواس کئے ہوئے ہوں گی، آثار سب سامنے ہوں گے اُس وقت ان سے بطور ڈانٹ کے اور بطور ذلیل کرنے کے کہا جائیگا جس کی تم جلدی کر رہے تھے

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا فَمَنْ يُّجِيْرُ

(آپ ان سے) کہیئے کہ تم یہ بتلاؤ کہ اگر خدا تعالیٰ مجھکو اور میرے ساتھ والوں کو (موافق تمہاری تمنا کے) ہلاک کر دے یا (موافق ہماری امید اور اپنے وعدے کے) ہم پر رحمت فرمائے تو

الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۱۴﴾ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا

کافروں کو عذاب دردناک سے کون بچائے گا (اور آپ ان سے یہ بھی) کہیئے کہ وہ بڑا مہربان ہے ہم اس پر ایمان لائے اور ہم اسی پر توکل کرتے ہیں

فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۵﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ

سو عنقریب تم کو معلوم ہو جائیگا کہ صریح گمراہی میں کون ہے (یعنی تم جیسا کہ ہم کہتے ہیں یا ہم جیسا کہ تم کہتے ہو) آپ (یہ بھی) کہیئے کہ اچھا یہ بتلاؤ کہ اگر تمہارا پانی (جو کنوؤں میں ہے) نیچے کو اتر کر

غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ﴿۱۶﴾

غائب ہی ہو جاوے سو وہ کون ہے جو تمہارے پاس سوت کا پانی لے آئے (یعنی کنوئیں کی سوت کو جاری کر دے)

[ف۵] اور کیونکہ قیامت میں وہی سب کچھ سامنے آجائے گا جو اس دنیا میں انسان کرتا رہا ہے اس لئے وہاں کی صورتیں یہیں کے اعمال کی تصویریں ہیں کافر کا پورا نقطۂ نگاہ کائنات کے متعلق الٹا ہی رہا قیامت میں بھی اُلٹا اور اوندھا ہی اُٹھیگا اور مومن کائنات میں پورے اعتدال سے فکر و عقیدہ پر قائم رہے اس لئے حشر بھی ان کا اسی اعتدال و صحت کے ساتھ ہوگا۔

ایمان اور اُس کی برکات، کفر اور اُس کی نحوستیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی! ان مشرکوں سے کہو جو خدا تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کر رہے ہیں کہ تم جو اس بات کی تمنا میں ہو کہ ہمیں نقصان پہنچے تو فرض کرو کہ ہمیں خدا تعالیٰ کی طرف سے نقصان پہنچا، یا اُس نے مجھ پر اور میرے ساتھیوں پر رحم کیا لیکن اُس سے تمہیں کیا؟ صرف اس امر سے تمہارا چھٹکارا تو نہیں ہو سکتا، تمہاری نجات کی صورت یہ تو نہیں؟ نجات تو موقوف ہے توبہ کرنے پر، خدا کی طرف جھکنے پر، اُس کے دین کو مان لینے پر۔ ہمارے بچاؤ یا ہلاکت پر تمہاری نجات نہیں تم ہمارا خیال چھوڑ کر اپنی بخشش کی صورت تلاش کرو۔ پھر فرمایا ہم رب العالمین رحمٰن و رحیم پر ایمان لا چکے اپنے تمام امور میں ہمارا بھروسہ اور توکل اُسی کی پاک ذات پر ہے جیسے ارشاد ہے۔ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ اُسی کی عبادت کر اور اُسی پر بھروسہ کر، اب تم عنقریب جان لوگے کہ دنیا و آخرت میں فلاح و بہبود کسے ملتی ہے اور نقصان و خسران میں کون پڑتا ہے؟ رب کی رحمت کس پر ہے؟ اور ہدایت پر کون ہے؟ خدا کا غضب کس پر ہے؟ اور بُری راہ پر کون ہے؟ پھر فرماتا ہے اگر اس پانی کو جس کے پینے پر انسان کی زندگی کا مدار ہے زمین چوس لے یعنی زمین سے نکلے ہی نہیں گو تم کھودتے کھودتے تھک جاؤ تو سوائے خدائے تعالیٰ کے کوئی ہے جو بہنے والا اور اُبلنے والا اور جاری ہونے والا پانی تمہیں دے سکے؟[1] یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا اس پر قادر کوئی نہیں وہی ہے جو اپنے فضل و کرم سے پاک صاف نتھرے ہوئے اور صاف پانی کو زمین پر جاری کرتا ہے جو اِدھر سے اُدھر تک پھر جاتا ہے اور بندوں کی حاجتوں کو پورا کرتا ہے ضرورت کے مطابق ہر جگہ با آسانی مہیا ہو جاتا ہے فالحمد للہ۔ خدائے تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورۂ ملک کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للہ رب العالمین۔

تفسیر سورۃ القلم مکیۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ① مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ② وَ

نٓ قسم ہے قلم کی اور (قسم ہے) ان فرشتوں کے لکھنے کی (جو کہ کاتب اعمال ہیں) کہ آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں (جیسا کہ منکرین نبوت کہتے ہیں) اور

اِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ③ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ④ فَسَتُبْصِرُ

بیشک آپ کے لئے (اس تبلیغ احکام پر) ایسا اجر ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں اور بیشک آپ اخلاق (حسنہ) کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں سو (ان کے جہلات کا غم نہ

وَيُبْصِرُوْنَ ⑤ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ⑥ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ

کیجئے کیونکہ) عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور یہ لوگ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں کس کو جنون تھا آپ کا پروردگار اس کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے

ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۠ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ⑦

بھٹکا ہوا ہے اور وہ راہ (راست) پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔

آپ بڑے فرزانہ ہیں

نٓ وغیرہ جیسے حروف ہجا کا مفصل بیان سورۂ بقر کے شروع میں گزر چکا ہے اسلئے یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں، کہا گیا ہے کہ یہاں نٓ سے مراد وہ بڑی مچھلی ہے جو ایک محیط عالم پانی پر ہے جو ساتوں زمینوں کو اٹھائے ہے۔

---

[1] حدیث میں ہے کہ اس آیت کے جواب میں اَللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ کہنا چاہیئے۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ سب سے پہلے خدا تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا لکھ! اس نے کہا کیا لکھوں؟ فرمایا تقدیر لکھ ڈال، پس اس دن سے لے کر قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس پر قلم جاری ہو گیا پھر خدائے تعالیٰ نے مچھلی پیدا کی اور پانی کے بخارات بلند کئے جس سے آسمان بنے اور زمین کو اس مچھلی کی پیٹھ پر رکھا، مچھلی نے حرکت کی جس سے زمین بھی ہلنے لگی۔ پس زمین پر پہاڑ گاڑ کر اسے مضبوط اور ساکن کر دیا، پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی (ابن ابی حاتم) مطلب یہ ہے کہ یہاں نٓ سے مراد یہ مچھلی ہے طبرانی میں مرفوعاً مروی ہے کہ سب سے پہلے خدائے تعالیٰ نے قلم کو اور مچھلی کو پیدا کیا، قلم نے دریافت کیا میں کیا لکھوں؟ حکم ہوا ہر وہ چیز جو قیامت تک ہونے والی ہے پھر آپ نے پہلی آیت کی تلاوت کی، پس نون سے مراد یہ مچھلی ہے اور قلم سے مراد یہ قلم ہے، ابن عساکر کی حدیث میں ہے کہ سب کے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا پھر نون یعنی دوات کو پھر قلم سے فرمایا لکھ لے! اس نے پوچھا کیا؟ فرمایا جو ہو رہا ہے اور جو ہونے والا ہے عمل رزق عمر موت وغیرہ، پس قلم نے سب کچھ لکھ لیا، یہی مراد ہے اس آیت میں، پھر قلم پر مہر لگا دی، اب وہ قیامت تک نہ چلے گا، پھر عقل کو پیدا کیا اور فرمایا مجھے اپنی عزت کی قسم اپنے دوستوں میں تو میں تجھے کمال تک پہنچاؤں گا اور اپنے دشمنوں میں تجھے ناقص رکھوں گا۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ یہ مشہور تھا کہ نون سے مراد وہ مچھلی ہے جو ساتویں زمین کے نیچے ہے بغویؒ وغیرہ مفسرین فرماتے ہیں کہ اس مچھلی کی پیٹھ پر ایک چٹان ہے جس کی جسامت آسمان و زمین کے برابر ہے اس پر ایک بیل ہے جس کے چالیس ہزار سینگ ہیں اس کی پیٹھ پر ساتوں زمینیں اور ان کی تمام مخلوق ہے، واللہ اعلم ؛ اور تعجب تو یہ ہے کہ ان بعض مفسرین نے اس حدیث کو بھی انہی معنے پر محمول کیا ہے جو مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آ گئے ہیں تو وہ آپؐ کے پاس آئے اور بہت کچھ سوالات کئے کہا کہ میں وہ باتیں پوچھنی چاہتا ہوں جنہیں نبیوں کے سوا اور کوئی نہیں جانتا، بتلائیے قیامت کی پہلی نشانی کیا ہے؟ اور جنتیوں کا کا پہلا کھانا کیا ہے؟ اور کیا وجہ ہے کہ کبھی بچہ اپنے باپ کی طرف کھنچتا ہے کبھی ماں کی طرف؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ باتیں ابھی ابھی جبرئیلؑ نے مجھے بتا دیں، ابن سلامؓ کہنے لگے فرشتوں میں سے یہی فرشتہ ہے جو یہودیوں کا دشمن ہے، آپؐ نے فرمایا کہ سنو! قیامت کی پہلی نشانی ایک آگ کا نکلنا ہے جو لوگوں کو مشرق کی طرف سے مغرب کی طرف لے جائیگی، اور جنتیوں کا پہلا کھانا مچھلی کی کلیجی کی زیادتی ہے اور مرد کا پانی عورت کے پانی پر سابق آ جائے تو لڑکا ہوتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر سبقت کر جائے تو وہی کھینچ لیتی ہے، دوسری حدیث میں اتنی زیادتی ہے کہ پوچھا جنتیوں کے اس کھانے کے بعد انہیں کیا ملے گا؟ فرمایا جنتی بیل ذبح کیا جائے گا جو جنت میں چرتا چگتا رہا تھا، پوچھا انہیں پانی کونسا ملے گا؟ فرمایا سلسبیل نامی نہر کا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد نٓ ۚ سے نور کی تختی ہے ایک مرسل غریب حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا کہ اس سے مراد نور کی تختی اور نور کا قلم ہے جو قیامت تک کے احوال پر چل چکا ہے ابن جریجؒ فرماتے ہیں مجھے خبر دی گئی ہے کہ یہ نورانی قلم سو سال کی طولانی رکھتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ نٓ ۚ سے مراد دوات ہے اور قلم سے مراد قلم ہے، حسنؒ اور قتادہؒ بھی یہی فرماتے ہیں، ایک بہت ہی غریب مرفوع حدیث میں بھی یہ مروی ہے جو ابن ابی حاتم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نٓ ۚ کو پیدا کیا اور وہ دوات ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نون یعنی دوات کو پیدا کیا اور قلم کو پیدا کیا پھر فرمایا لکھ! اس نے پوچھا کیا لکھوں؟ فرمایا جو قیامت تک ہونے والا ہے، اعمال خواہ نیک ہوں خواہ بد، روزی خواہ حلال ہو خواہ حرام، پھر یہ بھی کہ کونسی چیز دنیا میں کب جائیگی کس قدر رہے گی۔ کیسے نکلے گی؟ پھر خدائے تعالیٰ نے بندوں پر محافظ فرشتے مقرر کئے اور کتاب پر داروغے مقرر کئے، محافظ فرشتے ہر دن کے عمل خازن فرشتوں سے دریافت کر کے لکھ لیتے ہیں، جب رزق ختم ہو جاتا ہے، عمر پوری ہو جاتی ہے اجل آ پہنچتی ہے تو محافظ فرشتے داروغہ کے فرشتوں کے پاس آ کر پوچھتے ہیں کہ بتاؤ آج کے دن کا کیا سامان ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ بس اس شخص کے لئے ہمارے پاس اب کچھ بھی نہیں رہا، یہ سن کر یہ فرشتے نیچے اترتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ وہ مر گیا، اس بیان کے بعد حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا تم تو عرب ہو کیا تم نے قرآن میں محافظ فرشتوں کی بابت یہ نہیں پڑھا، اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ مطلب یہ ہے کہ ہم تمہارے اعمال کو اصل سے نقل کر کے لکھ لیا کرتے

لہ (فرشتوں) سے مراد وہ فرشتے ہیں (جو کہ کاتب الاعمال ہیں) ۱۲

یہ تو تھا لفظ نٓ ۝ کے متعلق بیان اب قلم کی نسبت سنیئے، بظاہر مراد یہاں عام قلم ہے جس سے لکھا جاتا ہے، جیسے اور جگہ فرمان عالیشان ہے اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ یعنی اُس خدا تعالیٰ نے قلم سے لکھنا سکھایا، پس اس کی قسم کھا کر اس بات پر اطلاع کی جاتی ہے کہ مخلوق پر میری ایک نعمت یہ بھی ہے کہ میں نے انھیں لکھنا سکھایا جس سے علوم تک ان کی رسائی ہو سکے، اسی لئے اس کے بعد فرمایا وَمَا یَسْطُرُوْنَ ۝ یعنی اُس چیز کی قسم جو لکھتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے اس کی تفسیر یہ بھی منقول ہے کہ اُس چیز کی جو جانتے ہیں سدیؒ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے فرشتوں کا لکھنا ہے جو بندوں کے اعمال لکھتے ہیں، اور مفسرین کہتے ہیں کہ مراد اس سے وہ قلم ہے جو قدرتی طور پر چلا اور تقدیریں لکھیں آسمان و زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے، اور اس قول کی دلیل میں یہ جماعت وہ حدیثیں ذکر کرتی ہے جو قلم کے ذکر میں موجود ہیں، حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ قلم سے مراد وہ قلم ہے جس سے ذکر لکھا گیا۔ پھر فرماتا ہے کہ اے نبیؐ! تو بحمد اللہ دیوانہ نہیں، جیسے کہ تیری قوم کے جاہل منکرین حق کہتے ہیں۔ بلکہ تیرے لئے اجرِ عظیم ہے اور ثواب بے پایاں ہے جو نہ ختم ہو نہ ٹوٹے نہ کٹے کیونکہ تو نے حق رسالت ادا کر دیا ہے اور ہماری راہ میں سخت سے سخت مصیبتیں جھیلی ہیں ہم تجھے بے حساب اجر دیں گے، تو بہت بڑے خُلق پر ہے یعنی دین اسلام پر، اور بہترین ادب پر ہے۔ حضرت عائشہؓ سے اخلاق نبویؐ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ آپؐ کا خُلق قرآن تھا۔ سعیدؒ فرماتے ہیں یعنی جیسے کہ قرآن میں ہے، اور حدیث میں ہے کہ صدیقہؓ نے پوچھا کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا! سائل حضرت سعید بن ہشامؒ نے کہا ہاں پڑھا ہے آپ نے فرمایا بس تو آپؐ کا خُلق قرآن کریم تھا۔ مسلم میں یہ حدیث پوری پوری ہے جسے ہم سورۂ مزمل کی تفسیر میں بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ بنو سواد کے ایک شخص نے حضرت عائشہؓ سے یہی سوال کیا تھا تو آپ نے یہی فرما کر پھر آیت وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۝ تلاوت فرمائی، اُس نے کہا کوئی ایک آدھ واقعہ تو بیان کیجئے تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ سنو! ایک مرتبہ میں نے بھی آپؐ کے لئے کھانا پکایا اور حضرت حفصہؓ نے بھی، میں نے اپنی لونڈی سے کہا کہ دیکھ اگر میرے کھانے سے پہلے حضرت حفصہؓ کے ہاں کا کھانا آجائے تو تو گرا دینا[عہ]، چنانچہ اُس نے یہی کیا اور برتن بھی ٹوٹ گیا، حضورؐ بکھرے ہوئے کھانے کو سمیٹنے لگے اور فرمایا اس برتن کے بدلے ثابت برتن تم دو، واللہ اور کچھ ڈانٹا ڈپٹا نہیں۔ (مسند احمد) مطلب اس حدیث کا جو کئی طرق سے مختلف الفاظ میں کئی کتابوں میں ہے یہ ہے کہ ایک تو آپؐ کی جبلت اور پیدائش میں ہی خدائے عالم نے پسندیدہ اخلاق بہترین خصلتیں اور پاکیزہ عادتیں رکھی تھیں تو اس طرح آپؐ کا عمل قرآنِ کریم پر ایسا تھا کہ گویا احکام قرآن کا مجسم عملی نمونہ آپ ہیں، ہر حکم کو بجا لانے اور ہر ممنوع چیز سے رُک جانے میں آپؐ کی حالت یہ تھی کہ گویا قرآن میں جو کچھ ہے وہ آپؐ کی عادتوں اور آپؐ کے کریمانہ اخلاق کا بیان ہی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال تک خدمت کی لیکن کسی دن بھی آپؐ نے ادنیٰ درجہ کی ناراضگی کا اظہار تک نہیں فرمایا، کسی کرنے کے کام کو نہ کروں، یا نہ کرنے کے کام کو کر گزروں تو بھی ڈانٹ ڈپٹ تو کجا اتنا بھی نہ فرماتے کہ ایسا کیوں ہوا؟ حضورؐ سب سے زیادہ خوش خُلق تھے، حضورؐ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم نہ تو ریشم ہے نہ کوئی اور چیز، حضورؐ کے پسینہ سے زیادہ خوشبو والی چیز میں نے تو کوئی نہیں سونگھی نہ مشک اور نہ عطر۔ (صحیحین) صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ خوب صورت اور سب سے زیادہ خلیق تھے آپؐ کا قد نہ تو بہت لانبا تھا نہ آپؐ پست قامت تھے، اس بارے میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں۔ شمائل ترمذی میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے نہ تو کبھی کسی خادم یا غلام کو مارا نہ بیوی بچوں کو نہ کسی اور کو، ہاں خدا کی راہ کا جہاد الگ چیز ہے، جب کبھی دو کاموں میں آپ کو اختیار دیا جاتا تو آپؐ اُسے پسند فرماتے جو زیادہ آسان ہوتا، ہاں یہ اور بات ہے کہ اس میں کچھ گناہ ہو تو آپؐ اس سے بہت دور ہو جاتے، کبھی بھی حضورؐ نے اپنا بدلہ کسی سے نہیں لیا ہاں یہ اور بات ہے کہ کوئی خدا تعالیٰ کی حرمتوں کو توڑتا ہو تو آپؐ خدا کے احکام جاری کرنے کے لئے ضرور انتقام[عہ] لیتے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں میں بہترین اخلاق اور پاکیزہ ترین عادتوں کو پورا

[عہ] وہی کیفیت اس کا باعث یہی جو دو سوتنوں میں ہوتی ہے اور جس سے دنیا کی کوئی عورت خالی نہیں خواہ وہ نبی کے گھر میں ہو یا کسی عامی کے۔

[عہ] انتقام کے ساتھ تو اس کی تعبیر غلط ہے یوں کہنا چاہیئے کہ آپؐ ناراض ہوتے۔

کرنے کے لئے آیا ہوں۔ پھر فرماتا ہے کہ اے نبیؐ! آپؐ اور آپؐ کے مخالف اور منکر ابھی ابھی جان لیں گے کہ دراصل گمراہ کون تھا؟ جیسے اور جگہ ہے۔ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ۝ انہیں ابھی کل ہی معلوم ہو جائیگا۔ کہ جھوٹا اور شیخی باز شرارتی کون تھا؟ جیسے اور جگہ ہے وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ ہم یا تم ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی پر۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں یعنے یہ حقیقت قیامت کے دن کھل جائیگی، آپ سے مروی ہے کہ مفتون مجنون (دیوانے) کو کہتے ہیں، مجاہدؒ وغیرہ کا بھی یہی قول ہے قتادہؒ وغیرہ فرماتے ہیں یعنے کون شیطان کے نزدیک تر ہے؟ مفتون کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ جو حق سے بہک جائے اور گمراہ ہو جائے اَيِّكُمُ پر بَ کو اس لئے داخل کیا گیا کہ دلالت ہو جائے کہ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ میں تضمین فعل ہے تو تقدیری عبارت کو ملا کر ترجمہ یوں ہو جائیگا کہ تو بھی اور وہ بھی عنقریب جان لیں گے کہ اور تو بھی اور وہ سب بھی بہت جلدی مفتون کی خبریں گے، واللہ اعلم ۔ پھر فرمایا کہ تم میں سے بہکنے والے اور راہ راست والے سب خدا پر ظاہر ہیں اُسے خوب معلوم ہے کہ راہ راست سے کس کا قدم پھسل گیا ہے ۔

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ⑧ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ⑨ وَلَا تُطِعْ كُلَّ

تو آپ ان تکذیب کرنیوالوں کا کہنا نہ مانئے (جیسا اب تک بھی نہیں مانا) یہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ آپ اپنے (منصبی کام یعنی تبلیغ میں) ڈھیلے ہو جائیں تو یہ لوگ بھی ڈھیلے ہو جائیں اور آپ

حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ⑩ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيْمٍ ⑪ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ⑫

(بالخصوص) کسی ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جو بہت قسمیں کھانے والا ہو مراد جھوٹی قسم کھانیوالا ہے) بے وقعت ہو طعنے دینے والا ہو چغلیاں لگاتا پھرتا ہو نیک کام سے روکنے والا ہو حد اعتدال سے گذرنیوالا ہو

عُتُلٍّۢ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ⑬ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ⑭ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا

گناہوں کا کرنیوالا ہو اور سخت مزاج ہو (اور) ان (سب) کے علاوہ حرامزادہ (بھی) ہو اس سبب سے کہ وہ مال و اولاد والا ہو جب ہماری آیتیں اس کے سامنے پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے

قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ⑮ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ⑯

کہ یہ بے سند باتیں ہیں جو اگلوں سے منقول ہوتی چلی آئی ہیں ہم عنقریب اس کی ناک پر داغ لگا دیں گے۔

ایسے لوگوں سے آپؐ کا تعلق نہ ہونا چاہیئے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے نبیؐ! جو نعمتیں ہم نے تجھے دیں جو صراط مستقیم اور خُلقِ عظیم ہم نے تجھے عطا فرمایا اب تجھے چاہیئے ہے کہ ہماری نہ ماننے والوں کی تو نہ مان، ان کی تو عین خوشی ہے کہ آپؐ ذرا بھی نرم پڑیں تو یہ کھل کھیلیں، اور یہ بھی مطلب ہے کہ یہ چاہتے ہیں کہ آپؐ ان کے معبودان باطل کی طرف کچھ تو رخ کریں حق سے ذرا سا تو اِدھر اُدھر ہو جائیں۔ پھر فرماتا ہے کہ زیادہ قسمیں کھانے والے کمینے شخص کے بھی نہ مان، چونکہ جھوٹے شخص کو اپنی ذلت اور کذب بیانی کے ظاہر ہو جانیکا ڈر رہتا ہے، اس لئے وہ قسمیں کھا کھا کر دوسرے کو اپنا یقین دلانا چاہتا ہے قسموں پر قسمیں کھائے چلا جاتا ہے اور خدا کے ناموں کو بے موقعہ استعمال کرتا پھرتا ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مَهِيْنٍ سے مراد کاذب ہے۔ مجاہدؒ کہتے ہیں ضعیف دل والا، حسنؒ کہتے ہیں حَلَّافٍ مکابرہ کرنے والا اور مَهِيْنٍ ضعیف کمزور، هَمَّازٍ غیبت کرنے والا، چغل خور جو اِدھر کی اُدھر لگائے، اور اُدھر کی اِدھر تاکہ فساد ہو جائے، طبیعتوں میں بل اور دل میں بیر آ جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں دو قبریں آ گئیں آپؐ نے فرمایا ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑے گناہ پر نہیں، بلکہ ایسے امور پر جو بظاہر بہت ہلکے معلوم ہوتے ہیں، ایک تو پیشاب کرنے میں پردے کا خیال نہ رکھتا تھا دوسرا چغل خور تھا الخ (بخاری مسلم) فرماتے ہیں چغل خور جنت میں نہ جائیگا (مسند) دوسری روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے یہ حدیث اُس وقت سنائی تھی جب آپؐ سے کہا گیا کہ یہ شخص خفیہ پولیس کا آدمی ہے عـ۱ ۔ مسند احمد کی حدیث

عـ۱ خفیہ پولیس کی ملازمت کے سلسلہ میں اصل مسئلہ تو کسی مفتی ہی سے معلوم کیا جائے لیکن اتنی بات تو بہرحال یہاں بھی جان لینا چاہیئے کہ اس طرح کی ملازمتوں سے حتی الامکان دامن بچانا چاہیئے اور خصوصًا جب کہ کسی مسلمان کے خلاف یا کسی اسلامی ادارہ کے خلاف کوئی کام کرنا پڑے تو یقینًا اس طرح کی ملازمتیں ایک بڑا گناہ بن جاتی ہیں۔

ہیں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ تم میں سب سے بھلا شخص کون ہے؟ لوگوں نے کہا ضرور ارشاد فرمائیے فرمایا کہ جب اسے دیکھا جائے خدا یاد آجائے اور سن لو سب سے بدتر وہ شخص ہے جو چغل خور ہو دوستوں میں فساد ڈلوانے والا ہو، پاک صاف لوگوں کو تہمت لگانے والا ہو، ترمذی میں بھی یہ روایت ہے۔ پھر ان بد لوگوں کے اور ناپاک خصائل بیان ہو رہے ہیں بھلائیوں سے باز رہنے والا اور باز رکھنے والا ہے، حلال چیزوں اور حلال کاموں سے ہٹ کر حرام خوری اور حرام کاری میں پڑتا ہے، گنہ گار بد کردار محرمات کو استعمال کرنے والا، بدخو بدگو جمع کرنے والا اور نہ دینے والا ہے۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جنتی لوگ عاجز و ضعیف ہیں[5] جو خدا کے ہاں اس بلند مرتبہ پر ہیں کہ اگر وہ قسم کھا بیٹھیں تو خدا پوری کردے[6] اور جہنمی لوگ سرکش متکبر اور خود بین ہوتے ہیں اور حدیث میں ہے جمع کرنے والے اور نہ دینے والے بدگو اور سخت مُخلق، ایک اور روایت میں ہے کہ حضورؐ سے پوچھا گیا عُتُلٍّ زَنِيمٍ کون ہے؟ فرمایا بد خلق، خوب کھانے پینے والا، لوگوں پر ظلم کرنے والا پیٹو آدمی، لیکن اس روایت کو اکثر راویوں نے مُرسل بیان کیا ہے اور حدیث میں ہے اُس نالائق شخص پر آسمان روتا ہے جسے خدا تعالیٰ نے تندرستی دی پیٹ بھر کھانے کو دیا مال و جاہ بھی عطا فرمائی پھر بھی لوگوں پر ظلم و ستم کر رہا ہے۔ یہ حدیث بھی دو مرسل طریقوں سے مروی ہے۔ غرض عتل کہتے ہیں جس کا بدن صحیح ہو، طاقتور ہو اور خوب کھانے پینے[7] والا زوردار شخص ہو، زنیم سے مراد بدنام ہے جو برائی میں مشہور ہو، لغتِ عرب میں زنیم اُسے کہتے ہیں جو کسی قوم میں سمجھا جاتا ہو لیکن دراصل اُس کا نہ ہو، عرب شاعروں نے اسے اسی معنی میں لیا ہے یعنی جس کا نسب صحیح نہ ہو، کہا گیا ہے کہ مراد اس سے اخنس بن شریق ثقفی ہے جو بنو زہرہ کا حلیف تھا، اور بعض کہتے ہیں یہ اسود بن عبد یغوث زہری ہے۔ عکرمہؒ فرماتے ہیں ولد الزنا مراد ہے، یہ بھی بیان ہوا ہے کہ جس طرح ایک بکری جو تمام بکریوں میں سے الگ تھلگ اپنا چرا ہوا کان اپنی گردن پر لٹکائے ہوئے ہو تو وہ ایک نگاہ میں پہچان لی جاتی ہے اسی طرح کافر مومنوں میں پہچان لیا جاتا ہے، اسی طرح کے اور بھی بہت سے اقوال ہیں لیکن خلاصہ سب کا صرف اسی قدر ہے کہ زَنیم وہ شخص ہے جو برائی سے مشہور ہو اور عموماً ایسے لوگ اِدھر اُدھر سے ملے ہوئے ہوتے ہیں جن کے صحیح نسب کا اور حقیقی باپ کا پتہ نہیں ہوتا، ایسوں پر شیطان کا غلبہ بہت زیادہ رہا کرتا ہے جیسے حدیث میں ہے کہ زنا کی اولاد جنت میں نہیں جائیگی[8][11]۔ اور روایت میں ہے کہ زنا کی اولاد تین بُرے لوگوں کی بُرائی کا مجموعہ ہے اگر وہ بھی اپنے ماں باپ کے سے کام کرے پھر فرمایا اس کی ان شرارتوں کی وجہ یہ ہے کہ یہ مالدار اور بیٹوں کا باپ بن گیا ہے ہماری اس نعمت کا گُن گانا تو کہاں ہماری آیتوں کو جھٹلاتا ہے اور توہین کرکے کہتا پھرتا ہے کہ یہ تو پُرانے افسانے ہیں اور جگہ خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ۝ الخ مجھے چھوڑ دے اور اُسے جسے میں نے اکیلا تنہا پیدا کیا ہے اور بہت سامال دیا ہے اور حاضر باش لڑکے دیئے ہیں اور بھی بہت کشائش دے رکھی ہے پھر بھی اُس کی طمع ہے کہ میں اُسے اور دوں ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا یہ تو میری آیتوں کا مخالف ہے میں اُسے عنقریب بدترین مصیبت میں ڈالوں گا، اُس نے غور و فکر کرکے اندازہ لگایا یہ تباہ ہو کتنی بری تجویز اس نے سوچی، میں پھر کہتا ہوں یہ برباد ہو اس نے کیسی بُری تجویز کی، اس نے پھر نظر ڈالی اور ترش رو ہو کر منہ بنالیا پھر منہ پھیر کر اینٹھنے لگا اور کہہ دیا کہ یہ کلام اللہ تو پُرانا نقل کیا ہوا جادو ہے صاف ظاہر ہے کہ یہ انسانی کلام ہے اس کی اس بات پر میں بھی اسے سقر میں ڈالوں گا، تجھے کیا معلوم کہ سقر کیا ہے؟ نہ وہ کسی کو باقی رکھتی ہے نہ چھوڑتی ہے، بندے پر لپٹ جاتی ہے اس پر انیس ۱۹ فرشتے متعین ہیں۔ اسی طرح یہاں بھی فرمایا کہ اس کی ناک پر ہم داغ لگائیں[10] گے یعنی اسے ہم اس قدر رسوا کریں گے کہ اس کی بُرائی کسی پر پوشیدہ نہ رہے گی ہر ایک اسے جان پہچان لے گا جیسے نشان دار ناک والے

---

[5] یعنی ایسے ہی لوگ عموماً جنت میں جائیں گے جن کو ہم اپنی حماقت سے ذلیل، کمزور، بے بس گردانتے تھے جن کو دنیا کی زندگی میں نہ کوئی وقار حاصل تھا اور نہ آرام و راحت۔ [6] کیونکہ وہ مقبول بارگاہ الٰہی ہیں [7] یعنی جس کا سارا فکر ہی اکل و شرب ہو [8] کیونکہ مشہور مقولہ ہے کہ "تخم تاثیر اور صحبت اثر" اور ظاہر ہے کہ جس کے باپ نے زنا جیسے شدید جرم کا ارتکاب کیا تو اس کی اولاد کیسی ہوگی [9] کیونکہ تکبر و غرور ہی کی وجہ سے اس نے ہماری آیات کو قبول کرنے سے انکار کیا تھا محاورہ۔ عموماً ناک کا لفظ تکبر اور غرور کے لئے استعمال ہوتا ہے [11] اس حدیث کو بعض لوگ موضوع بتاتے ہیں ۱۲

کو ایک نگاہ میں ہزاروں آدمیوں میں لوگ پہچان لیتے ہیں اور جو داغ چھپائیگا تو چھپ نہ سکے گا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بدر والے دن اس کی ناک پر تلوار لگے گی، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قیامت والے دن جہنم کی مہر لگے گی یعنی منہ کالا کر دیا جائیگا۔ تو ناک سے مراد پورا چہرہ ہوا، امام ابو جعفر ابن جریرؒ نے ان تمام اقوال کو نقل کر کے فرمایا ہے کہ ان سب میں تطبیق اس طرح ہو جاتی ہے کہ یہ تمام امور اس میں جمع ہو جائیں گے یہ بھی ہوگا اور وہ بھی ہوگا دنیا میں بھی رسوا ہوگا سچ مچ ناک پر نشان لگے گا آخرت میں بھی نشان دار مجرم بنے گا، فی الواقع یہ بھی بہت درست، ابن ابی حاتم میں فرمانِ رسولؐ ہے کہ بندہ ہزار ہا پھر ہزار ہا برس تک خدا کے ہاں مومن لکھا رہتا ہے لیکن مرتا اس حالت میں ہے کہ خدا اس پر ناراض ہوتا ہے اور بندہ خدا کے ہاں کافر ہزار ہا سال تک لکھا رہتا ہے پھر مرتے وقت خدا تعالیٰ اس سے خوش ہو جاتا ہے ف۔ جو شخص عیب گوئی اور چغل خوری کی حالت میں مرے گا اور جو لوگوں کو بدنام کرنے والا ہوگا تو قیامت کے دن اس کی ناک پر دونوں ہونٹوں کی طرف سے نشان لگا دیا جائیگا جو اس مجرم کی علامت بن جائے گا۔

إِنَّا بَلَوْنَاهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ ⑰ وَلَا يَسْتَثْنُونَ ⑱

ہم نے ان کی آزمائش کر رکھی ہے جیسا ہم نے باغ والوں کی آزمائش کی تھی جبکہ ان لوگوں نے (دینی اکڑ یا معین نے) قسم کھائی کہ اس (باغ) کا پھل ضرور صبح چلکر توڑ لیں گے اور (ایسا وثوق ہوا کہ

فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّن رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُونَ ⑲ فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ ⑳ فَتَنَادَوْا

انہوں نے انشاء اللہ بھی نہیں کہا سو اس باغ پر آپکے رب کی طرف سے ایک پھرنے والا (عذاب) پھر گیا اور وہ سو رہے تھے پھر صبح کو وہ باغ ایسا رہ گیا جیسے کٹا ہوا کھیت (کہ خالی زمین رہ جاتی

مُصْبِحِينَ ㉑ أَنِ اغْدُوا عَلَىٰ حَرْثِكُمْ إِن كُنتُمْ صَارِمِينَ ㉒ فَانطَلَقُوا وَهُمْ

ہے) سو صبح کیوقت (سوکر جاگ اٹھے تو) ایکدوسرے کو پکارنے لگے کہ اپنے کھیت پر سویرے چلو اگر تم کو پھل توڑنا ہے پھر وہ لوگ آپس میں چپکے چپکے

يَتَخَافَتُونَ ㉓ أَن لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُم مِّسْكِينٌ ㉔ وَغَدَوْا عَلَىٰ حَرْدٍ قَادِرِينَ ㉕

باتیں کرتے چلے کہ آج تم تک کوئی محتاج نہ آنے پائے اور (بزعم خود) انکو اس کے نہ دینے پر قادر سمجھکر چلے

فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوٓا إِنَّا لَضَآلُّونَ ㉖ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ㉗ قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ

پھر جب وہاں پہنچے اور اس باغ کو (اس حالت میں) دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم بیشک راستہ بھول گئے (بلکہ جگہ تو وہی ہے لیکن) ہماری قسمت ہی پھوٹ گئی (کہ باغ کا یہ حال ہو گیا) ان میں جو

لَوْلَا تُسَبِّحُونَ ㉘ قَالُوا سُبْحَانَ رَبِّنَآ إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ㉙ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَلَاوَمُونَ ㉚

اچھا تھا وہ کہنے لگا کہ کیوں میں نے تم کو کہا نہ تھا (اب ذرا) اللہ کی تسبیح کیوں نہیں کرتے سب (توبہ کے طور پر) کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار پاک ہے بیشک ہم قصوروار ہیں پھر ایکدوسرے کو مخاطب کرکے باہم

قَالُوا يَا وَيْلَنَآ إِنَّا كُنَّا طَاغِينَ ㉛ عَسَىٰ رَبُّنَآ أَن يُبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ إِنَّآ إِلَىٰ رَبِّنَا رَاغِبُونَ ㉜

بیشک ہم حد سے نکلنے والے تھے (سب ملکر توبہ کرو) شاید (توبہ کی برکت سے) ہمارا پروردگار ہم کو اس سے اچھا باغ اس کے بدلہ میں دیدے (اب) ہم اپنے رب کی طرف رجوع ہوتے ہیں اس طرح عذاب ہوا

كَذَٰلِكَ الْعَذَابُ ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ㉝ ع

کرتا ہے اور آخرت کا عذاب اس (عذاب دنیوی) سے بھی بڑھکر ہے کیا خوب ہوتا کہ یہ لوگ (اس بات کو) جان لیتے (تاکہ ایمان لے آتے

ایک عبرت انگیز داستان

یہاں ان کافروں کی جو حضورؐ کی نبوت کو جھٹلا رہے تھے مثال بیان ہو رہی ہے کہ جس طرح یہ باغ والے تھے کہ خدا کی نعمت کی ناشکری کی اور خدا تعالیٰ کے عذاب میں اپنے آپ کو ڈال دیا، یہی حالت ان کافروں کی ہے کہ خدا تعالیٰ کی نعمت یعنی حضورؐ کی پیغمبری کی ناشکری یعنی انکار نے انھیں بھی خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا مستحق کر دیا ہے تو فرماتا ہے کہ ہم نے انھیں بھی آزمایا جس طرح ہم نے باغ والوں کو آزمایا تھا، جس باغ میں طرح طرح کے پھل میوے وغیرہ تھے ان لوگوں نے آپس میں قسمیں کھائیں کہ صبح ہونے سے پہلے ہی پھل اتار لیں گے۔

ف یعنی مومن بدقسمتی سے اگر کافر ہو کر مرے تو ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ اس سے شدید ناراض ہوں گے اور کافر اگر خوش قسمتی سے ایمان پر جان دے تو یقیناً خدا تعالیٰ اس سے بیحد خوش ہوں گے

تاکہ فقیروں مسکینوں اور سائلوں کو پتہ نہ چلے جو وہ آ کھڑے ہوں اور ہمیں اُن کو بھی دینا پڑے بلکہ تمام پھل اور میوے خود ہی لے آئیں گے اپنی اس تدبیر کی کامیابی پر انھیں بڑا اعتماد تھا اور خوشی میں پھولے نہ سماتے تھے یہاں تک کہ خدا کو بھی بھول گئے انشاء اللہ تک کسی کی زبان سے نہ نکلا اسلئے ان کی یہ قسم پوری نہ ہوئی، رات ہی رات میں ان کے پہنچنے سے پہلے آسمانی آفت نے سارے باغ کو جلا کر خاکستر کر دیا، ایسا ہو گیا جیسے سیاہ رات اور کٹی ہوئی کھیتی، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ لوگو! گناہوں سے بچو، گناہوں کی شامت کی وجہ سے انسان اُس روزی سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے جو اُس کے لئے تیار کر دی گئی ہے، پھر حضورؐ نے ان دونوں آیتوں کی تلاوت کی کہ یہ لوگ گناہ کی وجہ سے اپنے باغ کے پھل اور اُس کی پیداوار سے محروم ہو گئے۔ (ابن ابی حاتم) صبح کے وقت یہ آپس میں ایک دوسرے کو آوازیں دینے لگے کہ اگر پھل اُتارنے کا ارادہ ہے تو اب دیر نہ لگاؤ سویرے ہی چل پڑو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ باغ انگور کا تھا، اب یہ چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے چلے تاکہ کوئی سُن نہ لے اور غریب غربا کو پتہ نہ لگ جائے چونکہ ان کی سرگوشیاں اُس خدا تعالیٰ سے تو پوشیدہ نہیں رہ سکتی تھیں جو دل کے بھیدوں سے بھی پوری طرح واقف رہتا ہے وہ بیان فرماتا ہے کہ ان کی وہ خفیہ باتیں یہ تھیں کہ دیکھو ہوشیار رہو کوئی مسکین بھٹک پاکر کہیں آج نہ آجائے ہرگز کسی فقیر کو باغ میں گھسنے ہی نہ دینا اب قوت و شدت کے ساتھ پختہ ارادے اور غریبوں پر غصے کے ساتھ اپنے باغ کو چلے سدیؒ فرماتے ہیں کہ حَرد اُن کی بستی کا نام تھا لیکن یہ کچھ زیادہ صحیح نہیں معلوم ہوتا، یہ جانتے تھے کہ اب ہم پھلوں پر قابض ہیں ابھی اُتار کر سب لے آئیں گے لیکن جب وہاں پہنچے تو حیران و پریشان رہ گئے دیکھتے ہیں کہ لہلہاتا ہوا ہرا بھرا باغ میووں سے لدے ہوئے درخت اور پکے ہوئے پھل سب غارت اور برباد ہو چکے ہیں، سارے باغ میں آندھی پھر گئی ہے اور تمام باغ میووں سمیت جل کر کوئلہ ہو گیا ہے کوئی پھل نہیں رہا ساری تر و تازگی یبوست سے بدل گئی ہے، باغ سارا کا سارا جل کر راکھ ہو گیا ہے درختوں کے کالے کالے ڈراونے ٹھنڈ کھڑے ہوئے ہیں، تو پہلے تو سمجھے کہ ہم راستہ بھول گئے کسی اور باغ میں چلے آئے اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ہمارا طریقہ کار غلط تھا جس کا نتیجہ یہ ہے پھر بغور دیکھنے سے جب یہ یقین ہو گیا کہ باغ تو یہ ہمارا ہی ہے تب سمجھ گئے اور کہنے لگے ہے تو یہی لیکن ہم بدقسمت ہیں ہمارے نصیب میں ہی اس کا پھل اور فائدہ نہیں، ان سب میں جو عدل و انصاف والا اور بھلائی اور بہتری والا تھا وہ بول پڑا کہ دیکھو میں تو پہلے ہی تم سے کہتا تھا کہ تم انشاء اللہ کیوں نہیں کہتے؟ سدیؒ فرماتے ہیں کہ اُن کے زمانہ میں سبحان اللہ کہنا بھی انشاء اللہ کہنے کے قائم مقام تھا، امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ اس کے معنے ہی انشاء اللہ کہنے کے ہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان میں سے نیک شخص نے ان سے کہا کہ دیکھو میں نے تو تمہیں پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تم کیوں خدا کی پاکیزگی اور اُس کی حمد و ثنا نہیں کرتے؟ یہ سنکر اب وہ کہنے لگے کہ ہمارا رب پاک ہے، بیشک ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، اب اطاعت بجا لائے جب کہ عذاب پہنچ چکا اب اپنی تقصیر کو مانا جب سزا دی گئی، اب تو ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ ہم نے بہت ہی بُرا کیا کہ مسکینوں کا حق مارنا چاہا اور خدا کی فرمانبرداری سے رُک گئے، پھر سبھوں نے کہا کہ کوئی شک نہیں ہماری سرکشی حد سے بڑھ گئی اسی وجہ سے یہ عذاب آیا، پھر کہتے ہیں شاید ہمارا رب ہمیں اس سے بہتر بدلہ دے۔ یعنی دنیا میں اور یہ بھی ممکن ہے کہ آخرت کے خیال سے انھوں نے یہ کہا ہو، واللہ اعلم، بعض سلف کا قول ہے کہ یہ واقعہ اہل یمن کا ہے حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں، کہ یہ لوگ ضروان کے رہنے والے تھے جو صنعاء سے چھ میل کے فاصلہ پر ایک بستی ہے اور مفسرین کہتے ہیں کہ یہ اہل حبشہ تھے، مذہباً اہل کتاب تھے یہ باغ انھیں ان کے باپ کے ورثے میں ملا تھا اُس کا یہ دستور تھا کہ باغ کی پیداوار میں سے باغ کا خرچ نکال کر اپنے اور اپنے بال بچوں کے لئے سال بھر کا خرچ رکھکر باقی نفع خدا کے نام صدقہ کر دیتا تھا اُس کے انتقال کے بعد ان بچوں نے آپس میں مشورہ کیا اور کہا کہ ہمارا باپ تو بے وقوف تھا جو اتنی بڑی رقم ہر سال اِدھر اُدھر دے دیتا تھا ہم ان فقیروں کو اگر نہ دیں اور اپنا مال باقاعدہ سنبھالیں تو بہت جلد دولتمند بن جائیں یہ ارادہ انھوں نے پختہ کر لیا تو ان پر وہ عذاب آیا جس نے اصل مال بھی تباہ کر دیا اور بالکل خالی ہاتھ رہ گئے۔ پھر فرماتا ہے جو شخص بھی خدا تعالیٰ کے حکموں کا خلاف کرے اور خدا تعالیٰ کی نعمتوں میں بخل کرے اور خدا تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرے اُس پر اسی طرح کے عذاب نازل ہوتے ہیں اور یہ تو دنیوی عذاب ہیں آخرت کے عذاب تو ابھی باقی ہیں جو سخت تر

اور بدتر ہیں۔ بیہقی کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے وقت کھیتی کاٹنے اور باغ کے پھل اُتارنے سے منع فرمادیا ہے

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيمِ ① أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَا

بے شک پرہیزگاروں کے لئے ان کے رب کے نزدیک آسائش کی جنتیں ہیں۔ کیا ہم فرمانبرداروں کو نافرمانوں کے برابر کردیں گے؟

لْمُجْرِمِينَ ② مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ③ أَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ ④ إِنَّ لَكُمْ

تم کو کیا ہوا تم کیسا فیصلہ کرتے ہو کیا تمہارے پاس کوئی (آسمانی) کتاب ہے جس میں پڑھتے ہو کہ اس میں تمہارے لئے وہ چیز (لکھی) ہو جسکو تم

فِيهِ لَمَا تَخَيَّرُونَ ⑤ أَمْ لَكُمْ أَيْمٰنٌ عَلَيْنَا بٰلِغَةٌ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ إِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُونَ ⑥

پسند کرتے ہو کیا ہمارے ذمہ کچھ قسمیں چڑھی ہوئی ہیں جو تمہاری خاطر سے کھائی گئی ہوں اور قسمیں قیامت تک باقی رہنے والی ہوں جن کا مضمون یہ ہو کہ تمکو وہ چیزیں ملیں گی

سَلْهُمْ أَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيمٌ ⑦ أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ فَلْيَأْتُوا بِشُرَكَائِهِمْ إِنْ كَانُوا صٰدِقِينَ ⑧

ان سے پوچھئے کہ ان میں اس کا کون ذمہ دار ہے کیا ان کے ٹھیرائے ہوئے کچھ شریک (خدائی) ہیں سو ان کو چاہیے کہ یہ اپنے شریکوں کو پیش کریں اگر یہ سچے ہیں۔

تقوی کی برکات

اوپر چونکہ دنیوی جنت والوں کا حال بیان ہوا تھا اور خدا تعالیٰ کی نافرمانی اور اُس کے حکم کے خلاف کرنے سے اُن پر جو بلا اور آفت آئی اُس کا ذکر تھا اسلئے اب اُن متقی اور پرہیزگار لوگوں کا حال ذکر کیا گیا جنہیں آخرت میں جنتیں ملیں گی جن کی نعمتیں نہ فنا ہوں گی نہ گھٹیں گی نہ ختم ہوں گی نہ سڑیں گی نہ گلیں گی۔ پھر فرماتا ہے کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ مسلمان اور گنہگار جزا میں یکساں ہوجائیں؟ قسم ہے زمین و آسمان کے رب کی کہ یہ نہیں ہوسکتا، کیا ہوگیا ہے تم کس طرح یہ چاہتے ہو؟ کیا تمہارے ہاتھوں میں خدا کی طرف سے اُتری ہوئی کوئی ایسی کتاب ہے جو خود تمہیں بھی محفوظ ہو اور اگلوں کے ہاتھوں تم پچھلوں تک پہنچی ہو، اور اُس میں وہی ہو جو تمہاری تمنا ہے اور جو تم کہہ رہے ہو؟ یا ہمارا کوئی مضبوط وعدہ اور عہد تم سے ہے کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہی ہوگا۔ اور تمہاری یہ بے جا اور غلط خواہشیں پوری ہو کر ہی رہیں گی؟ ان سے ذرا پوچھو تو کہ اس بات کا کون ضامن ہے اور کس کے ذمے یہ کفالت ہے؟ نہ سہی تمہارے جو جھوٹے معبود ہیں انہی کو اپنی سچائی کے ثبوت میں پیش کرو۔

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ⑨ خٰشِعَةً

(وہ دن یاد کرنے کے قابل ہے) جس دن کہ ساق کی تجلی فرمائی جاویگی اور سجدہ کی طرف لوگوں کو بلایا جاویگا، سو یہ (کافر) لوگ سجدہ نہ کرسکیں گے (اور) ان کی آنکھیں

أَبْصٰرُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سٰلِمُونَ ⑩

(مارے شرمندگی کے) جھکی ہوں گی (اور) ان پر ذلت چھائی ہوگی اور وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ لوگ (دنیا میں) سجدہ کی طرف بُلائے جایا کرتے تھے اور وہ صحیح سالم تھے (یعنی اس پر قادر

فَذَرْنِي وَمَنْ يُكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيثِ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ⑪

تھے) تو مجھکو اور جو اس کلام کو جھٹلاتے ہیں ان کو (اس حال موجودہ پر) رہنے دیجئے ہم ان کو بتدریج (جہنم کی طرف) لئے جارہے ہیں اس طور پر کہ انکو خبر بھی نہیں اور دنیا میں عذاب نازل

وَأُمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ⑫ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَغْرَمٍ

کرنے سے) مہلت دیتا ہوں بیشک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ مانگتے ہیں کہ وہ اس تاوان سے دبے جاتے ہیں (اس لئے آپ کی اطاعت

مُّثْقَلُوْنَ (۴۶) اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ (۴۷)

نفرت ہے) یا ان کے پاس غیب (کا علم) ہے کہ یہ (اس کو) لکھ لیا کرتے ہیں ـ

کشف ساق

اوپر جو کچھ بیان ہوا تھا کہ پرہیزگاروں کے لئے نعمتوں والی جنتیں ہیں اسلئے یہاں بیان ہو رہا ہے کہ یہ نعمتیں انھیں کب ملیں گی؟ تو فرمادیا کہ اُس دن جس دن پنڈلی کھول دی جائیگی الخ یعنے قیامت کے دن جو دن بڑی ہولناکیوں والا زلزلوں والا امتحان والا اور آزمائش والا اور بڑے بڑے اہم امور کے ظاہر ہونے کا دن ہوگا صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا فرماتے تھے کہ ہمارا رب اپنی پنڈلی کھول دیگا پس ہر مؤمن مرد اور ہر مؤمنہ عورت سجدے میں گر پڑے گی، ہاں دنیا میں جو لوگ دکھانے سُنانے کے لئے سجدے کرتے تھے وہ بھی سجدہ کرنا چاہیں گے لیکن اُن کی کمر تختہ کی طرح ہو جائے گی، یعنے سجدہ نہ کرسکیں گے یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں میں ہے اور دوسری کتابوں میں بھی ہے جو کئی کئی سندوں سے الفاظ کے تھوڑے تغیر کے ساتھ مروی ہے اور یہ حدیث طویل ہے اور مشہور ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس کشف ساق (یعنی پنڈلی کے کھل جانے) سے یہ مراد ہے کہ یہ دن تکلیف دُکھ درد اور شدت کا دن ہوگا جسکو یہاں محاورہ میں بیان کیا گیا ہے (ابن جریر) اور ابن جریرؒ اسے دوسری سند سے شک کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ ابن مسعودؓ یا ابن عباسؓ سے یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ کی تفسیر میں بہت بڑا عظیم الشان امر منقول ہے جیسے شاعر کا قول ہے شَالَتِ الْحَرْبُ عَنْ سَاقٍ یہاں بھی لڑائی کی عظمت اور بڑائی بیان کی گئی ہے مجاہدؒ سے بھی یہی منقول ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن کی وہ گھڑی بہت سخت ہوگی، آپ فرماتے ہیں کہ یہ امر بہت سخت بڑی گھبراہٹ والا اور ہولناک ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جس وقت امر کھول دیا جائیگا اعمال ظاہر ہو جائیں گے اور یہ کھلنا آخرت کا آجانا ہے، یہ سب روایتیں ابن جریر میں ہیں۔ اس کے بعد یہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر میں فرمایا مراد بہت بڑا نور ہے لوگ اُس کے سامنے سجدے میں گر پڑیں گے، یہ حدیث ابویعلیٰ میں بھی ہے اور اس کی اسناد میں ایک مبہم راوی ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر فرمایا آج کے دن ان لوگوں کی آنکھیں اوپر کو نہ اٹھیں گی اور ذلیل و پست ہو جائیں گے کیونکہ دنیا میں بڑے سرکش اور کبر و غرور والے تھے، صحت اور سلامتی کی حالت میں دنیا میں جب اُنھیں سجدے کے لئے بلایا جاتا تھا تو رُک جاتے تھے۔ جس کی سزا یہ ملی کہ آج سجدہ کرنا چاہتے ہیں لیکن نہیں کرسکتے، پہلے کرسکتے تھے لیکن نہیں کرتے تھے، خدائے تعالیٰ کی تجلّی دیکھکر مؤمن سب سجدے میں گر پڑیں گے لیکن کافر و منافق سجدہ نہ کرسکیں گے، کمر تختہ ہو جائیگی جھکے گی ہی نہیں بلکہ پیٹھ کے بل چت گر پڑیں گے یہاں بھی اُن کی حالت مؤمنوں کے خلاف تھی وہاں بھی خلاف ہی رہے گی پھر فرمایا مجھے اور میری اس حدیث یعنی قرآن کے جھٹلانے والوں کو تو چھوڑ دے، اس میں بڑی وعید ہے اور سخت ڈانٹ ہے کہ تو ٹھیر جا میں آپ ان سے نمٹ لوں گا دیکھ تو سہی کہ کس طرح بتدریج انھیں پکڑتا ہوں یہ اپنی سرکشی اور غرور میں بڑھتے جائیں گے میری ڈھیل کے راز کو نہ سمجھیں گے اور پھر ایک دم ہی پاپ کا گھڑا پھوٹے گا، اور میں اچانک انھیں پکڑ لوں گا، میں انھیں بڑھاتا رہوں گا یہ بدمست ہوتے چلے جائیں گے وہ اسے کرامت سمجھیں گے حالانکہ ہوگی وہ اہانت، جیسے اور جگہ ہے اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ الخ یعنے

عہ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: خدا تعالیٰ کے لئے لفظ وجہ (چہرہ) ید (ہاتھ) اور احادیث میں رجل (پیر) استعمال ہوا ہے ایسے ہی یہ لفظ یہاں استعمال ہوا ہے اس لفظ کے معنی تو پنڈلی ہی کے ہیں لیکن خود پنڈلی سے کیا مراد ہے اس میں کافی قیل و قال ہوئی ہے محققین کی ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کی صفات میں سے ہے اور ان کے شایان شان ہوگی ہم اس کی کیفیت نہیں جانتے اور نہ جاننے کی ضرورت گویا کہ وہ اسکو متشابہات میں سمجھتے ہیں لیکن بعض کہتے ہیں کہ محاورہ عرب میں "کشف ساق" کا مطلب کسی دشوار گذار معاملہ کا پیش آجانا ہے چنانچہ قاموس میں لکھا ہے کہ "عن ساق ای عن شدۃ" چنانچہ مدارک نے بھی اسی محاورہ کو پیش نظر رکھا ہے کہ "یوم یشتد الامر یصعب ولا کشف ثم ولا ساق" بعض اہم ترین مفسر شخصیتیں بھی اسی کی قائل ہیں چنانچہ روح المعانی میں ہے کہ "الی ھذا ذھب مجاھد، ابراھیم النخعی، عکرمہ، وجماعۃ وقد روی ایضا عن ابن عباسؓ"

کیا ان کا گمان ہے کہ مال و اولاد کا بڑھنا ان کے لئے ہماری جانب سے کسی بھلائی کی بنا پر ہے انہیں بلکہ یہ بے شعور ہیں اور جگہ فرمایا فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ الخ جب یہ ہمارے وعظ و پند کو بھلا چکے تو ہم نے ان پر تمام چیزوں کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ انھیں جو دیا گیا اس پر اترانے لگے تو ہم نے انہیں ناگہانی پکڑ لیا اور ان کی اُمیدیں منقطع ہوگئیں، یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ میں انھیں ڈھیل دوں گا بڑھاؤں گا اور اونچا کروں گا یہ میری تدبیر ہے اور میری تدبیر میرے مخالفوں اور میرے نافرمانوں کے ساتھ بہت بڑی ہے بخاری مسلم میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ظالم کو مہلت دیتا ہے پھر جب پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں، پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ۝ یعنی اس طرح ہے تیرے رب کی پکڑ بڑی دردناک اور بہت سخت ہے۔ پھر فرمایا تو کچھ ان سے اُجرت اور بدلہ تو مانگتا ہی نہیں جو ان پر بھاری پڑتا ہو اور جس کے تاوان سے یہ جھکے جاتے ہوں، نہ ان کے پاس کوئی علم غیب ہے جسے یہ لکھ رہے ہوں۔ ان دونوں جملوں کی تفسیر سورۂ وَالطُّوْرِ ۝ میں گذر چکی ہے خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اے نبیؐ! آپ انھیں اللہ عزوجل کی طرف بغیر اُجرت اور بغیر مال طلبی کے اور بغیر بدلے کی خواہش کے بلا رہے ہیں، آپؐ کی غرض سوائے ثواب حاصل کرنے کے اور کوئی نہیں، تو اس پر بھی یہ لوگ صرف اپنی جہالت اور سرکشی کی وجہ سے آپؐ کو جھٹلا رہے ہیں۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ۝۴۸ لَوْلَآ

تو آپ اپنے رب کی (اس) تجویز پر صبر سے بیٹھے رہیے اور (تنگدلی میں) مچھلی (کے پیٹ میں جانے) والے پیغمبر یونسؑ کی طرح نہ ہوجئے جبکہ یونسؑ نے دعا کی اور وہ غم کو گھٹ رہے تھے اگر خداوندی

اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ۝۴۹ فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ

احسان ان کی دستگیری نہ کرتا تو وہ (جس) میدان (یعنی مچھلی کے پیٹ سے نکال کر ڈالے گئے تھے اسی) میں بدحالی کے ساتھ ڈالے جاتے (دستگیری سے مراد قبول توبہ ہے) پھر ان کے رب نے ان کو

مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۵۰ وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا

(اور زیادہ) برگزیدہ کر لیا اور ان کو صالحین میں سے کر دیا اور یہ کافر جب قرآن سنتے ہیں تو (شدت عداوت سے) ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا آپکو اپنی نگاہوں سے پھسلا کر گرادیں گے (یہ ایک محاورہ ہے)

الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ۝۵۱ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۵۲

اور (اسی عداوت سے آپکی نسبت) کہتے ہیں کہ یہ مجنون ہے حالانکہ یہ قرآن (جس کے ساتھ آپ تکلم فرماتے ہیں) تمام جہان کے واسطے نصیحت ہے۔

تلقین صبر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبیؐ! اپنی قوم کی ایذا پر اور ان کے جھٹلانے پر صبر و تحمل کرو عنقریب اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہونے والا ہے آخر کار آپؐ کا اور آپ کے متبعین کا ہی غلبہ ہوگا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی! دیکھو تم مچھلی والے نبی کی طرح نہ ہونا[ع]

[ع] کہ حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب دیکھا کہ قوم پر وقت موعود آجانے کے باوجود عذاب نہیں آیا تو وہ اپنی فضیحت کے خیال سے ملول ہو کر بلا اجازت حریم نینویٰ چل دیئے تھے اس وقت آپؐ متعدد غموں میں مبتلا تھے ایک غم قوم کے ایمان نہ لانے کا دوسرا غم اس کا کہ یونسؑ عذاب کی اطلاع دے چکے تھے اور پھر عذاب نہ آیا، تیسرا غم یہ کہ بلا اجازت چلے آئے تو اب اس پر مواخذہ اور محاسبہ کا فکر، اور چوتھا رنج مچھلی کے پیٹ میں قید ہونے کا۔ مفسر ابن کثیرؒ نے اس آیت کے تحت میں جو فوائد درج کئے ہیں عام مفسرین اس کو ذکر نہیں کرتے۔ قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو لکھا ہے کہ "لیزلقونك بابصارهم" اصل میں ایک محاورہ ہے جیسے اردو میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ "تم تو مجکو اس طرح دیکھ رہے ہو کہ جیسے کھا ہی جاؤ گے" قاضی کے الفاظ یہ ہیں والمعنی انھم لشدۃ عداوتھم ینظرون الیک عناداً بحیث یکادون یزلقون قدمك او یھلکونك" رہا نظر لگنے کا معاملہ سو وہ فی الواقع حدیث سے ثابت ہے اور اس کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں اسی طرح ص ۲۱ پر آپ دیکھیں گے کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امراض اور بیماریوں کے متعدی ہونے سے انکار فرمایا ہے اور آج کل ڈاکٹری آپ سے بیماریوں کے متعدی ہونے کا پرزور مطالبہ کر رہا ہے اور کچھ مشاہدات بھی آپکو اسی کا یقین دلا رہے ہوں گے اس سلسلہ میں کچھ اصولی باتیں بھی ذہن میں آپ رکھ لیجئے تو پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد استدلال (باقی صفحہ پر)

اس سے مراد یونس بن متیٰ علیہ السلام ہیں جب کہ وہ اپنی قوم پر غضبناک ہو کر نکل کھڑے ہوئے پھر جو ہوا سو ہوا، یعنی آپ کا جہاز میں سوار ہونا مچھلی کا آپ کو نگل جانا۔ اور سمندر کی تہ میں بیٹھ جانا، اور اس تہ بہ تہ اندھیریوں میں اس قدر نیچے آپ کا سمندر کو خدائے تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتے ہوئے سننا اور خود آپ کا بھی پکارنا اور لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ٥ پھر آپ کی دعا کا قبول ہونا اور اس سے نجات پانا وغیرہ۔ جس واقعہ کا مفصل بیان پہلے گزر چکا ہے۔ جس کے بیان کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم اسی طرح ایمانداروں کو نجات دیا کرتے ہیں اور فرماتا ہے کہ اگر وہ تسبیح نہ کرتے تو قیامت تک اسی کے پیٹ میں پڑے رہتے۔ یہاں بھی فرمان ہے کہ جب اس نے غم اور دکھ کی حالت میں ہمیں پکارا، پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی زبان سے نکلتے ہی یہ کلمہ عرش پر پہنچا فرشتوں نے کہا خدایا اس کمزور غیر معروف شہر کی آواز تو ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے پہلے کی سنی ہوئی ہو، اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کیا تم نے اسے پہچانا نہیں؟ فرشتوں نے عرض کیا نہیں، جناب باری نے فرمایا یہ میرے بندے یونسؑ کی آواز ہے۔ فرشتوں نے کہا پروردگار پھر تو تیرا یہ بندہ وہ ہے جس کے اعمال صالحہ ہر روز آسمانوں پر چڑھتے رہے، جس کی دعائیں ہر وقت قبولیت کا درجہ پاتی رہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا سچ ہے، فرشتوں نے کہا پھر اے ارحم الراحمین ان کی راحتوں کے وقت کے نیک اعمال کی بنا، پر انھیں اس سختی سے نجات عطا فرما، چنانچہ ارشاد باری ہوا کہ اے مچھلی تو انہیں اُگل دے، اور مچھلی نے انہیں کنارے پر آ کر اُگل دیا، یہاں بھی یہی بیان ہو رہا ہے کہ خدا نے انھیں پھر برگزیدہ[عل] بنا لیا اور نیک کاروں میں کر دیا۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کسی کے لئے زیبا نہیں کہ وہ اپنے آپ کو حضرت یونسؑ بن متیٰ سے افضل بتائے۔ صحیحین میں بھی یہ حدیث ہے، اگلی آیت کا مطلب یہ ہے کہ تیرے بغض و حسد کی وجہ سے یہ کفار تو اپنی آنکھوں سے گھور گھور کر تجھے پھسلا دینا چاہتے ہیں اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے حمایت اور تحفظ نہ ہوتا تو یقیناً یہ تو ایسا کر گزرتے، اس آیت میں دلیل ہے اس امر پر کہ نظر کا لگنا اور اس کی تاثیر کا خدا تعالیٰ کے حکم سے ہونا حق ہے جیسا کہ بہت سی حدیثوں میں بھی ہے، جو کئی کئی سندوں سے مروی ہیں ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جھاڑ پھونک صرف نظر کا اور زہریلے جانوروں کا اور نہ تھمنے والے خون کا ہے، بعض سندوں میں نظر کا لفظ نہیں۔ یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے اور صحیح مسلم شریف میں اور ترمذی میں بھی ہے ایک غریب حدیث ابو یعلیٰ میں ہے کہ نظر بحکم خدا انسان کو گرا دیتی ہے، مسند احمد میں ہے کہ اُلو اور نظر میں کچھ بھی حق نہیں سب سے سچا شگون فال ہے، یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذیؒ اسے غریب کہتے ہیں اور روایت میں ہے کہ کوئی ڈر خوف اُلو اور نظر میں نہیں، اور نیک فال سب سے زیادہ سچا فال ہے، ایک اور روایت میں ہے کہ نظر حق ہے نظر حق ہے وہ بلندی والے کو بھی آتار دیتی ہے (مسند احمد) صحیح مسلم میں ہے نظر حق ہے اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت کرنے والی ہوتی تو نظر کر جاتی، جب تم سے غسل کرایا جائے تو غسل کر لیا کرو۔ عبدالرزاق میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسنؓ اور حضرت

(باقی حاشیہ ص۲۲) اور موجودہ سائنس کے مطالعات میں آپکو تضاد نظر نہیں آئیگا اسلام اسباب کو اختیار کرنے پر زور دیتا ہے لیکن ساتھ ہی اسکی یہ تعلیم ہے کہ اسباب خود کوئی تاثیر نہیں رکھتے بلکہ موثر دراصل خدا تعالیٰ ہی ہیں (۲) اسلام چاہتا ہے کہ معاشرہ میں ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی، مواسات غمخواری کے معاملات قائم رہیں (۳) اسلام نے تیمارداری ایک مستقیم مسلمان کا فریضہ قرار دیا ہے (۴) صرف خدا تعالیٰ سے ڈرو، بیماریوں کا خوف، امراض کا خطرہ اسلامی تعلیمات کے منافی ہے اب ان بنیادوں پر غور کرنے کے بعد آپ خود فیصلہ کر لیجئے کہ وبائی امراض کو مستقل طور پر متعدی سمجھنا اسباب پر تمامتر اعتماد کی غلط راہ ہے یا نہیں جسکو مسدود کرنے کے لئے اسلام آیا تھا اگر بیماریوں کو متعدی مان لیا جائے تو پھر بعض اوقات بیماریاں متعدی کیوں نہیں ہوتیں حالانکہ طبی نقطۂ نظر سے اس سے بچاؤ کا کوئی اہتمام بھی نہیں ہوتا یہ کھلی علامت ہے کہ خود بیماریاں متعدی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا حکم اصل ہے اگر بیماریوں کو متعدی مان لیا جائے تو کوئی بیمار کے پاس بھی نہ پھٹکے اور اس طرح بیمار سسک سسک کر جان دیدے اور انسانی ہمدردی کا جو اسلام کا مطالبہ ہے ختم ہو کر رہ جائے ہاں اگر آپ بچاؤ کے سامان کرنا چاہتے ہیں اسلام اس سے قطعاً نہیں روکتا بلکہ بعض مواقع پر اسی نے ایسے اسباب اختیار کرنیکا حکم بھی دیا تھا اسی اصول کے تحت کہ اسباب کچھ نہیں اصل خدا تعالیٰ کا حکم ہے اس فقیر کی والدہ محترمہ تقریباً چھ سال سے کینسر کے مرض میں مبتلا ہیں ہم سب ان کا جوٹھا استعمال کرتے ہیں اور بحمد اللہ کبھی کوئی وسوسہ پیدا ہوا نہ برا اثر، ذکر والدہ محترمہ کی علالت کا آ گیا تو ناظرین سے ان کی صحت و شفا کی حیات طویلہ کی دعا مخلصانہ کی استدعا کی ہے۔

[عل] برگزیدہ تو وہ پہلے ہی سے تھے اب ان مصائب اور معائب میں صبر و انابت سے مزید درجات بلند ہو گئے

حسینؓ کو ان الفاظ کے ساتھ پناہ میں دیتے اُعِیْذُکُمَا بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ کُلِّ شَیْطٰنٍ وَّھَامَّۃٍ وَّمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَّامَّۃٍ۔ یعنی تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کے بھرپور کلمات کی پناہ میں سونپتا ہوں ہر شیطان سے اور ہر ایک زہریلے جانور سے اور ہر ایک لگ جانے والی نظر سے، اور فرماتے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی حضرت اسحاقؑ اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کو انہی الفاظ سے خدا کی پناہ میں دیا کرتے تھے یہ حدیث سنن میں اور بخاری شریف میں بھی ہے ابن ماجہ میں ہے کہ سہلؓ بن حنیف غسل کر رہے تھے عامر بن ربیعہ کہنے لگے کہ میں نے تو آج تک ایسی پنڈلی کسی پردہ نشین کی بھی نہیں دیکھی۔ یہ کہنا تھا کہ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے لوگوں نے حضورؐ سے کہا یا رسول اللہؐ ان کی خبر لیجئے یہ تو بے ہوش ہو گئے آپؐ نے فرمایا کسی پر تمہارا شک بھی ہے، لوگوں نے عرض کیا ہاں عامرؓ بن ربیعہ پر، آپؐ نے فرمایا تم میں سے کیوں کوئی اپنے بھائی کو قتل کرتا ہے جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی کسی ایسی چیز کو دیکھے کہ اُسے بہت اچھی لگے تو اُسے چاہئیے کہ اُس کے لئے برکت کی دعا کرے، پھر پانی منگوا کر عامر سے فرمایا کہ تم وضو کرو منہ اور کہنیوں تک ہاتھ اور گھٹنے اور تہمد کے اندر کا حصہ جسم دھو ڈالو، دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا برتن کو اس کی پیٹھ کے پیچھے سے اوندھا دو۔ نسائی وغیرہ میں بھی یہ روایت موجود ہے حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنات کی اور انسانوں کی نظر بد سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ جب سورۂ معوذتین نازل ہوئیں تو آپؐ نے انھیں لے لیا اور سب کو چھوڑ دیا۔ (ابن ماجہ ترمذی نسائی) مسند وغیرہ میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضورؐ کے پاس آئے اور کہا اے نبی! کیا آپؐ بیمار ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں تو حضرت جبرئیلؑ نے کہا بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ یُّؤْذِیْکَ مِنْ شَرِّ کُلِّ نَفْسٍ وَّعَیْنٍ وَّاللّٰہُ یَشْفِیْکَ بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ۔ بعض روایات میں کچھ الفاظ کا تغیر بھی ہے، بخاری مسلم کی حدیث میں ہے کہ یقیناً نظر کا لگ جانا برحق ہے، مسند کی ایک حدیث میں اس کے بعد یوں بھی ہے کہ اس کا سبب شیطان ہے اور ابن آدم کا حسد ہے، مسند کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ سے پوچھا گیا کہ کیا تم نے حضورؐ سے یہ سنا ہے کہ شگون تین چیزوں میں ہے گھر، گھوڑا، عورت، تو حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا پھر تو میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ کہوں گا جو آپؐ نے نہیں فرمایا، ہاں میں نے حضورؐ سے یہ تو سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا سب سے سچا شگون نیک فال ہے اور نظر کا لگنا حق ہے۔ ترمذی وغیرہ میں ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! حضرت جعفرؓ کے بچوں کو نظر لگ جایا کرتی ہے تو کیا میں کچھ دم کرا لیا کروں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت کر جانے والی ہوتی تو وہ نظر ہوتی۔ حضرت عائشہؓ کو بھی حضورؐ کا نظر بد سے دم کرنے کا حکم مروی ہے (ابن ماجہ) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نظر لگانے والے کو حکم کیا جاتا تھا کہ وہ وضو کرے اور جسکو نظر لگی ہے اُسے اُس پانی سے غسل کرایا جاتا تھا (احمد) اور حدیث میں ہے، نہیں ہے اُلو اور نظر حق ہے اور سب سے سچا شگون فال ہے۔ مسند احمد میں بھی حضرت سہلؓ اور حضرت عامرؓ والا قصہ جو اوپر بیان ہوا قدرے بسط کے ساتھ مروی ہے بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ یہ دونوں بزرگ غسل کے ارادہ سے چلے اور حضرت عامرؓ پانی میں غسل کے لئے اُترے اور اُن کا بدن دیکھ کر حضرت سہلؓ کی نظر لگ گئی اور وہ وہیں پانی میں خرخراہٹ کرنے لگے میں نے تین مرتبہ آوازیں دیں لیکن جواب نہ ملا، میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور واقعہ سنایا آپ خود تشریف لائے اور تھوڑے سے پانی میں کھینچ کھینچ کرتے ہوئے تہمد اونچا اٹھائے ہوئے وہاں تک پہنچے اور ان کے سینے میں ہاتھ مارا اور دعا کی اَللّٰھُمَّ اصْرِفْ عَنْہُ حَرَّھَا وَبَرْدَھَا وَوَصَبَھَا۔ اے اللہ تو اس سے اس کی گرمی اور سردی اور تکلیف دور کر دے الخ مسند بزار میں ہے کہ میری اُمت کی قضاء و قدر کے بعد اکثر موت نظر سے ہوگی، فرماتے ہیں نظر حق ہے انسان کو قبر تک پہنچا دیتی ہے اور اونٹ کو ہانڈی تک میری اُمت کی اکثر ہلاکی اسی میں ہے۔ ایک اور صحیح سند سے بھی یہ روایت مروی ہے۔ فرمانِ رسالت ہے کہ ایک کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی اور نہ اُلو کی وجہ سے بربادی کا یقین کر لینا کوئی واقعیت رکھتا ہے اور نہ حسد کوئی چیز ہے، ہاں نظر سچ ہے ابن عساکر میں ہے کہ جبرئیلؑ علیہ السلام حضورؐ کے پاس تشریف لائے آپؐ اس وقت غمزدہ تھے، سبب پوچھا تو فرمایا حسنؓ اور حسینؓ کو نظر لگ گئی ہے۔ فرمایا یہ سچائی کے قابل چیز ہے نظر واقعی لگتی ہے آپؐ نے یہ کلمات پڑھ کر انھیں پناہ میں

کیوں نہ دیا؟ حضورؐ نے پوچھا وہ کلمات کیا ہیں؟ فرمایا یوں کہو اَللّٰھُمَّ ذَا السُّلْطَانِ الْعَظِیْمِ ذَا الْمَنِّ الْقَدِیْمِ ذَا الْوَجْہِ الْکَرِیْمِ وَلِیَّ الْکَلِمَاتِ التَّامَّاتِ وَالدَّعَوَاتِ الْمُسْتَجَابَاتِ عَافِ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ مِنْ اَنْفُسِ الْجِنِّ وَاَعْیُنِ الْاِنْسِ۔ یعنی اے اللہ! اے بہت بڑی بادشاہی والے، اے زبردست قدیم احسانوں والے، اے بزرگتر چہرے والے، اے پورے کلموں والے اور اے دعاؤں کو قبولیت کا درجہ دینے والے تو حسنؓ اور حسینؓ کو تمام جنات کی ہواؤں سے اور تمام انسانوں کی آنکھوں سے اپنی پناہ دے، حضورؐ نے یہ دعا پڑھی وہیں دونوں بچے اٹھ کھڑے ہوئے اور آپؐ کے سامنے کھیلنے کودنے لگے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا لوگو اپنی جانوں کو اپنی بیویوں کو اور اپنی اولاد کو اسی پناہ کے ساتھ پناہ دیا کرو، اس جیسی اور کوئی پناہ کی دعا نہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ جہاں یہ کافر اپنی حقارت بھری نظریں آپؐ پر ڈالتے ہیں وہاں اپنی طعنہ آمیز زبان بھی آپؐ پر کھولتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو قرآن لانے میں مجنون ہیں اللہ تعالیٰ ان کے جواب میں فرماتا ہے کہ قرآن تو خدا کی طرف سے تمام عالم کے لئے نصیحت نامہ ہے۔ الحمد للہ سورۂ قلم کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۂ حاقہ مکیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان اور نہایت رحم والے ہیں

اَلْحَآقَّۃُ ① مَا الْحَآقَّۃُ ② وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّۃُ ③ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ

وہ ہونیوالی چیز کیسی کچھ ہے وہ ہونیوالی چیز اور آپکو کچھ خبر ہے کہ کیسی کچھ ہے وہ ہونیوالی چیز (یہ استفہامات تہویل کیلئے ہیں) ثمود اور عاد نے

وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَۃِ ④ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَۃِ ⑤ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا

اس کھڑکھڑانے والی چیز (یعنی قیامت) کی تکذیب کی۔ سو ثمود تو ایک زور کی آواز سے ہلاک کر دیئے گئے۔ اور عاد جو تھے سو وہ ایک تند و تیز

بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَۃٍ ⑥ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَۃَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا

ہوا سے ہلاک کئے گئے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے ان پر سات رات اور آٹھ دن متواتر مسلط کر دیا تھا سو (اے مخاطب اگر) تو اس وقت وہاں موجود

فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَۃٍ ⑦ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ

ہوتا تو اس قوم کو اس طرح گرا ہوا دیکھتا کہ گویا وہ گری ہوئی کھجوروں کے تنے (پڑے) ہیں۔ سو کیا تجھکو ان میں کا کوئی بچا ہوا نظر آتا ہے (یعنی بالکل

بَاقِيَۃٍ ⑧ وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَۃِ ⑨ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ

استیصال ہو گیا) اور اسی طرح فرعون نے اور اس سے پہلے لوگوں نے اور (قوم لوط کی) الٹی ہوئی بستیوں نے بڑے بڑے قصور کئے (یعنی کفر و شرک) اس پر انکے پاس رسول بھیجے

اَخْذَۃً رَّابِيَۃً ⑩ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَۃِ ⑪ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَۃً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَۃٌ

سو انھوں نے اپنے رب کے رسول کا کہنا نہ مانا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سخت پکڑا (یعنی ہم نے جبکہ (نوح علیہ السلام کے وقت میں) پانی کو طغیانی ہوئی تم کو کشتی میں سوار کیا اور باقیوں کو غرق کر دیا) تاکہ ہم

ایک نفس الامری چیز

حاقہ قیامت کا ایک نام ہے اور اس نام کی وجہ یہ ہے کہ وعدے وعید کی حقانیت اور حقیقت کا دن وہی ہے اسی لئے اس دن کی ہولناکی بیان کرتے ہوئے فرمایا تم اس حَآقَّۃ کی صحیح کیفیت سے بے خبر ہو، پھر ان لوگوں کا بیان فرمایا جن لوگوں نے اسے جھٹلایا تھا اور پھر اپنے اس انکار کا خمیازہ اٹھایا، تو فرمایا ثمودیوں کو دیکھو ایک طرف تو فرشتے کے دھاڑنے کی کلیجوں کو پاش پاش کر دینے والی آواز آتی ہے دوسری جانب سے زمین میں غضب کا بھونچال آتا ہے اور سب تہ و بالا ہو جاتے ہیں، پس بقول حضرت قتادہؒ طَاغِیَۃ کے معنی ہیں چنگھاڑ کے۔ اور مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد گناہ ہیں یعنی وہ اپنے گناہوں کے باعث برباد کر دیئے گئے، ربیع بن انسؒ اور ابن زیدؒ کا قول ہے کہ اس سے مراد ان کی سرکشی ہے، ابن زیدؒ نے اس کی شہادت میں یہ آیت پڑھی کَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَا یعنی ثمودیوں نے اپنی سرکشی کے باعث جھٹلایا یعنی اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں، اور عادی ٹھنڈی ہواؤں کے تیز جھونکوں سے جنھوں نے ان کے دل زخمی کر دیئے تہس نہس کر دیئے گئے، یہ آندھیاں جو خیر و برکت سے خالی تھیں اور فرشتوں کے ہاتھوں سے نکلی جاتی تھیں برابر پے در پے لگاتار سات راتیں اور آٹھ دن تک چلتی رہیں، ان دنوں میں ان کے لئے سوائے نحوست اور بربادی کے اور کوئی بھلائی نہ تھی، جیسے اور جگہ ہے فِیْٓ اَیَّامٍ نَّحِسَاتٍ، حضرت ربیعؒ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن سے یہ شروع ہوئی تھیں، بعض کہتے ہیں بدھ سے، ان ہواؤں کو عرب اعجاز اس لئے بھی کہتے ہیں کہ قرآن نے فرمایا ہے ان عادیوں کی حالتیں اعجاز یعنی کھجوروں کے کھوکھلے تنوں جیسی ہو گئیں، دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ عموماً یہ ہوائیں جاڑوں کے آخر میں چلا کرتی ہیں، اور عجز کہتے ہیں آخر کو، اور یہ وجہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ عادیوں کی ایک بڑھیا غار میں گھس گئی تھی جو ان ہواؤں سے آٹھویں روز وہیں تباہ ہو گئی، اور بڑھیا کو عربی میں عجوز کہتے ہیں واللہ اعلم۔ خَاوِیَۃ کے معنی ہیں خراب سڑا گلا کھوکھلا، مطلب یہ ہے کہ ہواؤں نے انھیں اٹھا اٹھا کر الٹا دے پٹخا۔ ان کے سر پھٹ گئے، سروں کا تو چورا چورا ہو گیا۔ اور باقی جسم ایسا رہ گیا جیسے کھجور کے درخت کا سرا پتوں والا کاٹ کر ٹھنٹھ رہنے دیا ہو۔ بخاری مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری مدد کی گئی صبا کے ساتھ یعنی پروا ہوا کے ساتھ اور عادی ہلاک کئے گئے دبور سے یعنی پچھوا ہوا سے عہ۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضورؐ فرماتے ہیں کہ عادیوں کو ہلاک کرنے کے لئے ہواؤں کے خزانے میں سے صرف انگوٹھی کے برابر جگہ کشادہ کی گئی تھی جس سے ہوائیں نکلیں اور پہلے وہ گاؤں اور دیہات والوں پر آئیں ان تمام مردوں عورتوں کو چھوٹے بڑوں کو ان کے مالوں اور جانوروں سمیت لیکر آسمان و زمین کے درمیان معلق کر دیا، شہریوں کو بوجہ بہت بلندی اور کافی اونچائی کے یہ معلوم دینے لگا کہ سیاہ رنگ بادل چڑھا ہوا ہے خوش ہونے لگے کہ گرمی کے باعث جو ہماری بری حالت ہو رہی ہے اب پانی برس جائیگا۔ اتنے میں ہواؤں کو حکم ہوا اور اس نے ان تمام کو ان شہریوں پر پھینک دیا یہ اور وہ سب ہلاک ہو گئے، حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ اس ہوا کے پر اور دم بھی عہ، پھر فرماتا ہے بتلاؤ تو ان میں سے یا ان کی نسل میں سے ایک کو بھی تم دیکھ رہے ہو؟ یعنی سب کے سب تباہ و برباد کر دیئے گئے، کوئی نام لیوا پانی دیوا بھی باقی نہ رہا۔ پھر فرمایا فرعون اور اس سے اگلے خطا کار نافرمان رسولؑ کا بھی یہی انجام ہوا۔ قَبْلَہٗ کی دوسری قرات قِبَلَہٗ بھی ہے، تو معنے یہ ہوں گے کہ فرعون اور اس کے پاس اور ساتھ کے لوگ یعنی فرعونی، قبطی، کفار، مُؤْتَفِکٰت سے مراد بھی پیغمبروں کی جھٹلانے والی اگلی امتیں ہیں، خَاطِئَۃ سے مطلب معصیت اور خطائیں ہیں، پس فرمایا ان میں سے ہر ایک نے اپنے زمانے کے رسولؑ کی تکذیب کی، جیسے ایک دوسرے موقع پر ہے اِنْ کُلٌّ اِلَّا کَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِیْدِ ۝ یعنی ان سب نے رسولوں کی تکذیب کی اور ان پر عذاب آ پہنچے، اور یہ بھی یاد رہے کہ ایک پیغمبرؑ کا انکار گویا تمام انبیاءؑ کا انکار ہے جیسے قرآن نے فرمایا کَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ نِ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ اور فرمایا کَذَّبَتْ عَادُ نِ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ اور فرمایا کَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ یعنی قوم نوح علیہ السلام نے، عادیوں نے، ثمودیوں نے رسولوں کو جھٹلایا، حالانکہ سب کے پاس یعنی ہر ایک امت کے پاس ایک ہی رسولؑ آیا تھا یہی مطلب یہاں بھی ہے کہ انھوں نے اپنے رب کے پیغمبرؑ کی نافرمانی کی، پس خدا تعالیٰ نے انھیں سخت تر مہلک بڑی دردناک المناک پکڑیں پکڑ لیا۔ اس کے بعد اپنا احسان جتاتا ہے کہ دیکھو جب نوح علیہ السلام کی دعا کی وجہ سے زمین پر طوفان آیا اور پانی حد سے گذر گیا چاروں طرف سیلاب ٹھاٹھیں مارنے

عہ یعنی غزوہ خندق کے موقع پر جب تیز آندھی چلی اور اس کے نتیجہ میں تمام اعداء اسلام منتشر ہو گئے وہی ایک تیز آندھی تھی جس نے بحکم خدا اس وقت مخالفین کو میدان جنگ سے بھاگنے پر مجبور کر کے مسلمانوں کی حمایت کی عہ اور یہ یونہی ایک قول ہے زیادہ بھروسہ کے قابل بھی نہیں اس طرح کے د باقی ص پر

رکا اور نجات کی کوئی جگہ نہ رہی اُس وقت ہم نے تمہیں کشتی میں چڑھا لیا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب قوم نوحؑ نے اپنے نبیؑ کو جھٹلایا اور ان کی مخالفت اور ایذا رسانی شروع کی خدا تعالیٰ کے سوا دوسروں کی عبادت کرنے لگے، اُس وقت حضرت نوح علیہ السّلام نے تنگ آکر ان کی ہلاکت کی دعا کی، جسے خدائے تعالیٰ نے قبول فرمایا اور مشہور طوفان نوحؑ نازل فرمایا جس سے سوائے ان لوگوں کے جو حضرت نوحؑ کی کشتی میں سوار تھے روئے زمین پر کوئی نہ بچا پس سب لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی نسل اور آپؑ کی اولاد میں سے ہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پانی کا ایک ایک قطرہ بہ اجازتِ خدائے تعالیٰ پانی کے داروغہ فرشتے کے ناپ تول سے برستا ہے اسی طرح ہوا کا ہلکا سا جھونکا بھی بے ناپے تولے نہیں چلتا، لیکن ہاں عادیوں پر جو ہوائیں چلیں اور قوم نوحؑ پر جو طوفان آیا وہ تو بےحد اور بے شمار اور بغیر ناپ تول کے تھا، خدا تعالیٰ کی اجازت سے پانی اور ہوا نے وہ زور باندھا کہ نگہبان فرشتوں کی کچھ نہ چلی، اسی لئے قرآن میں طَغَا الْمَآءُ اور بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِیَۃٍ کے الفاظ ہیں اسی لئے اس اہم احسان کو خداوند تبارک و تعالیٰ یاد دلا رہا ہے کہ ایسے پُرخطر موقعہ پر ہم نے تمہیں چلتی کشتی پر سوار کرا دیا، تاکہ یہ کشتی تمہارے لئے نمونہ بن جائے، چنانچہ آج بھی ویسی ہی کشتیوں پر سوار ہو کر سمندر کے لمبے چوڑے سفر طے کر رہے ہو جیسے اور جگہ ہے وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ الخ یعنی تمہاری سواری کے لئے کشتیاں اور چوپائے جانور بنائے تاکہ تم اُن پر سواری کرو اور سوار ہو کر اپنے رب کی نعمت یاد کرو۔ اور جگہ فرمایا وَاٰیَۃٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا الخ یعنی اُن کے لئے ایک نشانِ قدرت یہ بھی ہے کہ ہم نے اُن کی نسل کو بھری کشتی میں چڑھا لیا اور بھی ہم نے اُس جیسی ان کی سواریاں پیدا کر دیں۔ حضرت قتادہؒ نے اوپر کی اس آیت کا یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ وہی کشتی نوحؑ باقی رہی یہاں تک کہ اس اُمت کے اگلوں نے بھی اُسے دیکھا، لیکن زیادہ واضح مطلب پہلا ہی ہے پھر فرمایا یہ اس لئے بھی کہ یاد رکھنے اور سننے والا کان اسے یاد کر لے اور محفوظ رکھ لے اور اُس نعمت کو نہ بھولے، یعنی صحیح سمجھ اور سچی سماعت والے عقلِ سلیم اور فہم مستقیم رکھنے والے جو خدا تعالیٰ کی باتوں اور اس کی نعمتوں سے بے پرواہی اور لا اُبالی نہیں برتتے اُن کی پند و نصیحت کا ایک ذریعہ یہ بھی بن گیا۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضرت مکحولؒ فرماتے ہیں جب یہ الفاظ اُترے تو حضورؐ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ وہ علی (کرم اللہ وجہہ) کو ایسا ہی بنا دے، چنانچہ حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز سُن کر پھر میں نے فراموش نہیں کی، یہ روایت ابن جریر میں بھی ہے لیکن مُرسل ہے ابن ابی حاتم کی ایک۔ حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ مجھے حکم کیا گیا ہے کہ میں تجھے نزدیک کروں دور نہ کروں، اور تجھے تعلیم دوں اور تو بھی یاد رکھے اور یہی تجھے بھی چاہیے۔ اس پر یہ آیت اتری۔ یہ آیت دوسری سند سے بھی ابن جریر میں مروی ہے لیکن وہ بھی صحیح نہیں۔

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ نَفْخَۃٌ وَّاحِدَۃٌ ﴿۱۳﴾ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّۃً

پھر جب صور میں یکبارگی پھونک ماری جاویگی (مراد نفخۂ اولیٰ ہے) اور (اس وقت) زمین اور پہاڑ (اپنی جگہ سے) اٹھا لئے جاویں گے پھر دونوں ایک ہی دفعہ

وَّاحِدَۃً ﴿۱۴﴾ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَۃُ ﴿۱۵﴾ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَۃٌ ﴿۱۶﴾

میں ریزہ ریزہ کر دیئے جاویں گے تو اس روز ہونے والی چیز ہو پڑے گی اور آسمان پھٹ جاویگا اور وہ (آسمان) اس روز بالکل بودا ہوگا

وَّالْمَلَكُ عَلٰٓی اَرْجَآئِهَا ۭ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَۃٌ ط ﴿۱۷﴾

اور فرشتے (جو آسمان میں پھیلے ہوئے ہیں) اس کے کنارے پر آجاویں گے اور آپ کے پروردگار کے عرش کو اس روز آٹھ فرشتے اُٹھائیں گے۔

(باقی حاشیہ ص۲۶) مواقع پر حیرت انگیز اقوال سننے میں آتے ہیں اور ان کو نقل کرنے میں بھی احتیاط سے کام نہیں لیا جاتا۔

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ⑱

جس روز (خدا کے روبرو حساب کے واسطے) تم پیش کئے جاؤ گے (اور) تمہاری کوئی بات (اللہ تعالیٰ سے) پوشیدہ نہ ہوگی۔

صورِ قیامت

قیامت کی ہولناکیوں کا بیان یہاں ہو رہا ہے سب سے پہلی گھبراہٹ پیدا کرنے والی چیز صور کا پھونکا جانا ہوگا جس سے سب کے دل ہل جائیں گے پھر نفخہ پھونکا جائے گا جس سے تمام زمین و آسمان کی مخلوق بے ہوش ہو جائے گی مگر جسے اللہ چاہے، پھر صور پھونکا جائے گا جس کی آواز سے تمام مخلوق اپنے رب کے سامنے کھڑی ہو جائیگی یہاں اسی پہلے نفخہ کا بیان ہے یہاں بطور تاکید کے یہ بھی فرما دیا کہ یہ اٹھ کھڑے ہونے کا نفخہ ایک ہی ہے اسلئے کہ جب خدا تعالیٰ کا حکم ہو گیا پھر نہ تو اس کا خلاف ہو سکتا ہے نہ وہ ٹل سکتا ہے نہ دوبارہ فرمان کی ضرورت ہے اور نہ تاکید کی۔ امام ربیعؒ فرماتے ہیں اس سے مراد آخری نفخہ ہے لیکن واضح قول وہی ہے جو ہم نے پہلے لکھا، اسی لئے یہاں اس کے ساتھ ہی فرمایا کہ زمین و آسمان اٹھا لئے جائیں گے اور کھال کی طرح پھیلا دیئے جائیں گے اور زمین بدل دی جائیگی اور قیامت واقع ہو جائے گی۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آسمان ہر کھلنے کی جگہ سے پھٹ جائیگا، جیسے سورۂ نبأ میں ہے وَفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا یعنی آسمان کھول دیا جاوے گا۔ اور اس میں دروازے دروازے ہو جائیں گے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں آسمان میں سوراخ اور غار پڑ جائیں گے اور شق ہو جائیگا، عرش اس کے سامنے ہو جائیگا۔ فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے جو کنارے اب تک ٹوٹے نہ ہوں گے، اور دروازوں پر ہوں گے آسمان کی لمبائی میں پھیلے ہوئے ہوں گے اور زمین والوں کو دیکھ رہے ہوں گے پھر فرمایا قیامت والے دن آٹھ فرشتے خداوند تعالیٰ کا عرش اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے[1]، پس یا تو مراد عرش عظیم کا اٹھانا ہے یا اس عرش کا اٹھانا مراد ہے جس پر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ لوگوں کے فیصلوں کے لئے تشریف فرما ہوں گے، واللہ اعلم بالصواب۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ فرشتے پہاڑی بکروں کی صورت میں ہوں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کی آنکھ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کا ایک سو سال کا راستہ ہے۔[2] ابن ابی حاتم کی مرفوع حدیث میں ہے کہ مجھے اجازت دی گئی ہے کہ میں تمہیں عرش کے اٹھانے والے فرشتوں میں سے ایک فرشتے کی نسبت خبر دوں کہ اس کی گردن اور کان کے نیچے تک کی لو کے درمیان اتنا فاصلہ ہے کہ اڑنے والا پرند سات سو سال تک اڑتا چلا جائے، اس کی اسناد بہت عمدہ ہیں اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں، اسے امام ابو داؤدؒ نے بھی اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا۔ حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد فرشتوں کی آٹھ صفیں ہیں۔ اور بھی بہت سے بزرگوں سے یہ منقول ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اعلیٰ فرشتوں کے آٹھ حصے ہیں جن میں سے ہر ایک حصہ کی گنتی تمام انسانوں جنوں سب فرشتوں کے برابر ہے پھر فرمایا قیامت کے روز تم اس خدا کے سامنے پیش کئے جاؤ گے جو پوشیدگی کو اور ظاہر کو بخوبی جانتا ہے جس طرح کھلی سے کھلی چیز کا وہ عالم ہے اسی طرح چھپی سے چھپی چیز کو بھی وہ جانتا ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ تمہارا کوئی بھید اس روز چھپ نہ سکے گا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ لوگو! اپنی جانوں کا حساب کر لو اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جائے اور اپنے اعمال کا خود اندازہ کر لو اس سے پہلے کہ ان اعمال کا وزن کیا جائے تاکہ کل قیامت والے دن تم پر آسانی ہو جس دن کہ تمہارا پورا پورا حساب لیا جائیگا اور ایک بڑی پیشی میں خود خدائے جل شانہ کے سامنے تم پیش کر دیئے جاؤ گے، مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگ تین مرتبہ خدا کے سامنے پیش کئے جائیں گے، پہلی اور دوسری بار تو عذر معذرت اور

---

[1] عرش الٰہی کی کیا صورت اور کیفیت ہے، انسان کی عقل اور اس کے علوم جاننے سے قطعاً قاصر ہیں بس مختصر طور پر، ایمان اجمالی ان پر کافی ہے، ہاں بعض اہل علم لکھتے ہیں کہ اس وقت عرش کو جو چار فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں تو یہ صرف خدا تعالیٰ کی شوکت و سطوت کا اظہار کرتے ہیں یہ بات نہیں کہ عرش الٰہی کوئی بوجھ یا ثقل رکھتا ہے ہاں اس میں شک نہیں کہ نور کی ہیبت اور ثقل اس میں ضرور موجود ہے اور کیونکہ قیامت میں خدا تعالیٰ کے جبروت و غلبہ کا اظہار ہوگا اسلئے چار اور بڑھ جائیں گے فرشتوں کا عرش الٰہی کو تھامنا خدا تعالیٰ کی قیومیت کے قطعاً منافی نہیں وہ تو کام ہے جو تمام فرشتوں سے لے لیتے ہیں اور ایسے ہی ان تمام احادیث پر یقین اجمالاً رکھنا چاہیئے جن میں ان فرشتوں کے خاص خاص احوال درج ہوئے ہیں۔

[2] مطلب یہ ہے کہ بہت بڑے ہوں گے ۱۲

جھگڑا کرتے رہیں گے، لیکن تیسری پیشی جو آخری ہوگی اُس وقت نامۂ اعمال اُڑائے جائیں گے کسی کے دائیں ہاتھ میں آئیگا اور کسی کے بائیں ہاتھ میں، یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے حضرت عبداللہؓ کے قول سے بھی یہی روایت ابن جریر میں موجود ہے اور حضرت قتادہؒ سے بھی اس جیسی روایت مرسل منقول ہے

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا کِتٰبِیَهْ (۱۹) اِنِّیْ

(پھر نامۂ اعمال جس کے داہنے ہاتھ میں دیا جاویگا وہ تو (خوشی کے مارے آس پاس والوں سے) کہیگا کہ لو میرا نامۂ اعمال پڑھو۔ میرا تو پہلے

ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ (۲۰) فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ (۲۱) فِیْ جَنَّةٍ

ہی سے) اعتقاد تھا کہ مجھکو میرا حساب پیش آنیوالا ہے غرض وہ شخص پسندیدہ عیش یعنی بہشت بریں میں ہوگا جس کے

عَالِیَةٍ (۲۲) قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ (۲۳) كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ (۲۴)

میوے (اسقدر) جھکے ہوں گے (کہ جس حالت میں چاہیں گے لے سکیں گے اور حکم ہوگا کہ) کھاؤ اور پیو مزے کیساتھ ان اعمال کے صلہ میں جو تم نے گزشتہ ایام (یعنی زمانۂ قیام دنیا) میں کئے ہیں۔

سرخرو جماعت

یہاں یہ بیان ہو رہا ہے کہ جن خوش نصیب لوگوں کو قیامت کے دن ان کے نامۂ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے وہ سعادت مند حضرات بے حد خوش ہوں گے اور جوشِ مسرت میں بے ساختہ ہر ایک سے کہتے پھریں گے کہ میرا نامۂ اعمال تو پڑھو اور یہ اسلئے کہ جو گناہ بمقتضائے بشریت اُن سے ہو گئے تھے وہ بھی ان کی توبہ کی وجہ سے نامۂ اعمال میں سے مٹا دیئے گئے ہیں اور نہ صرف مٹا دیئے گئے ہیں بلکہ اُن کے بجائے نیکیاں لکھدی گئی ہیں پس یہ سراسر نیکیوں کا نامۂ اعمال ایک ایک کو پورے سرور اور سچی خوشی سے دکھاتے پھرتے ہیں۔ عبدالرحمٰن بن زیدؒ فرماتے ہیں ھَا کے بعد لفظ ؤُمْ زیادہ ہے، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ھَآؤُمْ معنے میں ھَاکُمْ کے ہے۔ حضرت ابو عثمانؒ فرماتے ہیں کہ چھپے سے حجاب میں مؤمن کو اُس کا نامۂ اعمال دیا جائیگا۔ جس میں اُس کے گناہ لکھے ہوئے ہوں گے وہ اسے پڑھتا ہوگا اور ہر ایک گناہ پر اس کے ہوش اُڑ اُڑ جاتے ہوں گے، چہرے کی رنگت اُڑتی ہوگی اتنے میں اُس کی نگاہ اپنی نیکیوں پر پڑ جائے گی جب انھیں پڑھنے لگے گا تب ذرا چین آئے گا ہوش و حواس درست ہوں گے اور چہرہ کھل جائیگا، پھر نظریں جما کر پڑھے گا تو دیکھے گا کہ اُس کی برائیاں بھی بھلائیوں سے بدل دی گئی ہیں، ہر برائی کی جگہ بھلائی لکھی ہوئی ہے، اب تو اس کی باچھیں کھل جائیں گی اور خوشی خوشی نکل کھڑا ہوگا اور جو بھی ملیگا اُس سے کہے گا کہ ذرا میرا نامۂ اعمال تو پڑھو۔ حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنھیں فرشتوں نے اُن کی شہادت کے بعد غسل دیا تھا اُن کے لڑکے حضرت عبداللہؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو قیامت والے دن اپنے سامنے کھڑا کریگا اور اس کی برائیاں اُس کے نامۂ اعمال کی پشت پر لکھی ہوئی ہوں گی جو اس پر ظاہر کی جائیں گی۔ اور اللہ تعالیٰ اُس سے فرمائیگا کہ بتا کیا تو نے یہ اعمال کئے ہیں؟ وہ اقرار کرے گا کہ ہاں بیشک خدایا یہ برائیاں مجھ سے ہوئی ہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا دیکھ میں نے دنیا میں بھی تجھے رسوا نہیں کیا اور نہ فضیحت کی، اب یہاں بھی میں تجھ سے درگزر کرتا ہوں اور تیرے تمام گناہوں کو معاف کرتا ہوں، جب یہ اس سے فارغ ہوگا تب اپنا نامۂ اعمال لے کر بادلِ شاد ایک ایک کو دکھاتا پھرے گا۔ حضرت عمرؓ والی صحیح حدیث جو پہلے بیان ہو چکی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندے کو اپنے پاس بلائے گا اور اُس سے اُس کے گناہوں کی بابت پوچھے گا کہ فلاں گناہ کیا؟ فلاں گناہ کیا؟ وہ اقرار کرے گا یہاں تک کہ سمجھ لیگا کہ اب میں ہلاک ہوا، اُس وقت جناب باری عزاسمہٗ فرمائے گا۔ کہ اے میرے بندے دُنیا میں میں نے تیری ان برائیوں پر پردہ ڈال رکھا تھا اب آج تجھے کیا رسوا کروں[عہ]، جا میں نے تجھے بخش دیا۔

عہ جیسا کہ ہم کبھی کسی مسرت انگیز مکتوب کو پا کر جوشِ مسرت سے اسے پڑھواتے پھرتے ہیں تفسیر کبیر میں ہے کہ " دل ذلک علی انہ بلغ الغایۃ فی السرور" عہ حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ معاملہ تمام ہی گنہگار بندوں کے ساتھ ہوگا بلکہ شاید یہ کوئی ایک ہی مخصوص خوش قسمت شخص ہوگا جس کے ساتھ یہ معاملہ فرمائیں گے اور اسی کے ساتھ خاص طور پر یہ معاملہ حکمت اس کی خدا تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔

پھر اُس کا نامۂ اعمال اُس کے دائیں ہاتھ میں دیا جاتا ہے جس میں صرف نیکیاں ہی نیکیاں ہوتی ہیں، لیکن کافروں اور منافقوں کے بارے میں تو گواہ پکار اُٹھتے ہیں کہ یہ لوگ وہ ہیں جنھوں نے خدا تعالیٰ کے بارے میں جھوٹ کہا لوگو سنو ان ظالموں پر خدا تعالیٰ کی پھٹکار ہے پھر فرماتا ہے کہ یہ داہنے ہاتھ کے نامۂ اعمال والا کہتا ہے کہ مجھے تو دنیا میں ہی یقین کامل تھا کہ یہ حساب کا دن قطعاً آنے والا ہے جیسے اور جگہ فرمایا اَلَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ یعنی انھیں یقین تھا کہ یہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں: فرمایا ان کی جزا یہ ہے کہ یہ پسندیدہ اور دل خوش کن زندگی پائیں گے، اور بلند و بالا بہشت میں رہیں گے، جس کے محلات اونچے اونچے ہوں گے جس کی حوریں قبول صورت اور نیک سیرت ہوں گی۔ وہ گھر نعمتوں کے بھرپور خزانے ہوں گے اور یہ تمام نعمتیں نہ ختم ہونے والی بلکہ کمی سے بھی محفوظ ہوں گی۔ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سوال کیا کہ یا رسول اللہؐ! کیا اونچے نیچے مرتبے والے جنتی آپس میں ایک دوسرے سے ملاقاتیں بھی کریں گے۔ آپ نے فرمایا ہاں بلند مرتبے کے لوگ کم مرتبہ کے لوگوں کے پاس ملاقات کے لئے اُتریں گے اور خوب محبت و اخلاص کے ساتھ سلام مصافحے اور خاطر مدارت ہوگی، ہاں البتہ نیچے والے بہ سبب اپنے اعمال کی کمی کے اوپر نہ چڑھیں گے ایک اور صحیح حدیث میں ہے کہ جنت میں ایک سو درجے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان میں، پھر فرماتا ہے کہ اُس کے پھل نیچے نیچے ہوں گے۔ حضرت براءؓ بن عازب وغیرہ فرماتے ہیں کہ اسقدر جھکے ہوئے ہوں گے کہ جنتی اپنے چھپر کھٹ پر لیٹے ہی لیٹے اُن میوؤں کو توڑ لیا کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہر ایک جنتی کو خدا کی طرف سے ایک لکھا ہوا پروانہ ملے گا جس میں لکھا ہوا ہوگا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ هٰذَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ لِفُلَانِ ابْنِ فُلَانٍ اُدْخِلُوْهُ جَنَّةً عَالِیَةً ۝ قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ ۝ یعنی خدائے رحمٰن و رحیم کے نام سے شروع۔ یہ اجازت نامہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فلاں شخص کے لئے جو فلاں کا بیٹا ہے، اسے بلند و بالا جھکی ہوئی شاخوں اور لدے پھدے ہوئے خوشوں والی خوشگوار جنت میں جانے دو (طبرانی) بعض روایتوں میں ہے یہ پروانہ پل صراط پر حوالے کر دیا جائے گا۔ پھر فرمایا انھیں بطور احسان اور مزید لطف و کرم کے زبانی بھی کھانے پینے کی رخصت مرحمت ہوگی، اور کہا جائیگا کہ یہ تمہاری نیک اعمالیوں کا بدلہ ہے۔ اعمال کا بدلہ کہنا صرف بطور لطف و کرم کے ہے ورنہ صحیح حدیث میں ہے کہ حضورؐ فرماتے ہیں عمل کرتے جاؤ سیدھے اور قریب قریب رہو اور جان رکھو کہ صرف اعمال جنت میں لے جانے کے لئے کافی نہیں، لوگوں نے عرض کیا حضور آپؐ کے اعمال بھی نہیں، فرمایا نہ میرے، ہاں یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور اس کی رحمت شامل حال ہو

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِیَهْ ﴿۲۵﴾ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ ﴿۲۶﴾

اور جس کا نامۂ اعمال اُس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا سو وہ نہایت حسرت سے کہیگا کیا ہوتا کہ مجھکو میرا نامۂ عمل ہی نہیں ملتا اور مجھکو یہ خبر ہی نہ ہوتی کہ میرا حساب کیا ہے۔

یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ ﴿۲۷﴾ مَاۤ اَغْنٰى عَنِّیْ مَالِیَهْ ﴿۲۸﴾ هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ ﴿۲۹﴾ خُذُوْهُ

کیا اچھا ہوتا کہ موت (اولیٰ) ہی خاتمہ کر چکتی (افسوس) میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا میرا جاہ (بھی) مجھ سے گیا گذرا (ایسے شخص کے لئے فرشتوں کو حکم ہوگا کہ) اس شخص

فَغُلُّوْهُ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿۳۲﴾

کو پکڑو اور اس کے طوق پہنا دو پھر دوزخ میں اسکو داخل کرو پھر ایک ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر گز ہے اس کو جکڑ دو

اِنَّهٗ كَانَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ ﴿۳۳﴾ وَلَا یَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ ﴿۳۴﴾ فَلَیْسَ لَهُ

یہ شخص خدائے بزرگ پر ایمان نہ رکھتا تھا اور خود تو کسی کو کیا دیتا اوروں کو بھی) غریب آدمی کے کھلانے کی ترغیب دیتا تھا اس لئے مستحق عذاب ہوا) سو آج اس شخص کا

ع۱ اے ارحم الراحمین کاتب الحروف اور جملہ ناظرین کو بھی اپنی ان بے کراں نعمتوں سے محض اپنی رحمت کی وجہ سے بلا استحقاق مشرف فرمانا آمین ثم آمین۔ ع۲ یہ صلہ طاعات پر نیک صلہ تو ماننا ہی ہے اور اہل جنت کو جو صلہ ملیگا وہ اس کے مستحق ہوں گے امام رازی نے لکھا ہے کہ "یدل علی انہم انما استحقوا ذلک الثواب بسبب عملهم ذلک یدل علی ان عمل

الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿۳۵﴾ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ﴿۳۶﴾ لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ ﴿۳۷﴾ ع

نہ کوئی دوستدار ہے اور نہ اس کو کوئی کھانے کی چیز نصیب ہے . بجز زخموں کے دھوون کے جس کو بجز بڑے گنہگاروں کے کوئی نہ کھاویگا

اور یہ بد قسمت

یہاں گنہ گاروں کا حال بیان ہو رہا ہے کہ جب میدانِ قیامت میں انھیں ان کا نامۂ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائیگا یہ نہایت پریشان اور پشیمان ہوں گے ، اور حسرت و افسوس سے کہیں گے کہ کاش کہ ہمیں عمل نامہ ملتا ہی نہیں اور کاش کہ ہم اپنے حساب کی اس کیفیت سے آگاہ ہی نہیں ہوتے . کاش کہ موت نے ہی ہمارا کام ختم کر دیا ہوتا ، اور یہ دوسری زندگی ہمیں ملتی ہی نہیں ، جس موت سے دنیا میں بہت ہی گھبراتے تھے آج اُس کی آرزوئیں کریں گے ، یہ کہیں گے کہ ہمارے مال و جاہ نے بھی آج ہمارا ساتھ چھوڑ دیا اور ہماری ان چیزوں نے بھی یہ عذاب ہم سے نہ ہٹائے ، تنہا ہماری ذات پر یہ وبال آپڑے نہ کوئی مدد گار ہمیں نظر آتا ہے نہ اس سے محفوظ رہنے کی کوئی صورت دکھائی دیتی ہے اللہ تبارک و تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیگا کہ اسے پکڑ لو اور اس کے گلے میں طوق ڈال دو اور اسے جہنم میں لے جاؤ اور اس میں پھینک دو . حضرت منہال بن عمروؒ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے اس فرمان کو سنتے ہی کہ اسے پکڑو ستر ہزار فرشتے اس کی طرف لپکیں گے جن میں سے اگر ایک فرشتہ کو بھی اس طرح اللہ تعالیٰ حکم کرے تو ایک چھوڑ ستر ہزار لوگوں کو پکڑ کر جہنم میں پھینک دے . ابن ابی الدنیا میں ہے کہ چار لاکھ فرشتے اُس کی طرف دوڑیں گے اور کوئی چیز باقی نہ رہے گی مگر اُسے توڑ پھوڑ دیں گے یہ کہیگا تمہیں مجھ سے کیا تعلق ؟ وہ کہیں گے خداوند تبارک و تعالیٰ تجھ پر غضبناک ہے اور اس وجہ سے ہر چیز تجھ پر غصے میں ہے حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے صادر ہوتے ہی ستر ہزار فرشتے اُس کی طرف غصے سے دوڑیں گے جن میں ہر ایک دوسرے پر سبقت کر کے چاہے گا کہ اسے میں طوق پہناؤں ، پھر اسے جہنم کی آگ میں غوطہ دینے کا حکم ہوگا ، پھر ان زنجیروں میں جکڑا جائیگا ، جن کا ایک ایک حلقہ بقول حضرت کعب احبارؒ دنیا بھر کے لوہے کے برابر ہوگا حضرت ابن عباسؓ اور ابن جریجؒ فرماتے ہیں یہ ناپ فرشتوں کے ہاتھ کا ہے عـــہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فرمان ہے کہ یہ زنجیریں اس کے جسم میں پرو دی جائیں گی ، پاخانے کے راستے سے ڈالی جائیں گی اور منہ سے نکالی جائیں گی ، اور اس طرح آگ میں بھونا جائیگا جیسے سیخ میں کباب اور تیلی میں ٹڈی ، یہ بھی مروی ہے کہ پیچھے سے یہ زنجیریں ڈالی جائیں گی اور ناک کے دونوں نتھنوں سے نکالی جائیں گی جس سے کہ وہ پیروں کے بل کھڑا ہی نہ ہو سکے گا . مسند احمد کی مرفوع حدیث میں ہے کہ اگر کوئی بڑا سا پتھر آسمان سے پھینکا جاوے تو زمین پر وہ ایک رات میں آجائے لیکن اگر اسی کو جہنمیوں کے باندھنے کی زنجیر کے سرے پر سے چھوڑا جائے تو دوسرے سرے تک پہنچنے میں چالیس سال لگ جائیں گے ، یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذیؒ اسے حسن بتلاتے ہیں پھر فرمایا کہ یہ خدائے عظیم پر ایمان نہ رکھتا تھا نہ مسکین کو کھلا دینے کی کسی کو رغبت دیتا تھا یعنی نہ تو خدا کی اطاعت و عبادت کرتا تھا نہ مخلوق خدا کے حق ادا کر کے اُسے نفع پہنچاتا تھا خدا کا حق تو مخلوق پر یہ ہے کہ اُس کی توحید کو مانیں اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور بندوں کا آپس میں ایک دوسرے پر حق یہ ہے کہ ایک دوسرے سے احسان و سلوک کریں . اور بھلے کاموں میں آپس میں ایک دوسرے کو امداد پہنچاتے رہیں ، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں حقوق کو عموماً ایک ساتھ بیان فرمایا ہے ، جیسے نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو . اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال کے وقت میں ان دونوں کو ایک ساتھ بیان فرمایا کہ نماز کی حفاظت کرو اور اپنے ماتحتوں کو ساتھ نیک سلوک کرو . پھر فرمان ہوتا ہے کہ یہاں یہ آج کے دن اُس کا کوئی خالص دوست ایسا نہیں نہ کوئی قریبی رشتہ دار یا سفارشی ایسا ہے کہ اُسے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے ، اور نہ اُس کے لئے کوئی غذا ہے سوائے بدترین سڑی گلی بیکار چیز کے جس کا نام غسلین ہے یہ جہنم کا ایک درخت ہے اور

عـــہ جیسا کہ وحشت ناک خطوط کو دیکھ کر دل میں یہی تمنا پیدا ہوتی ہے عـــہ بہر حال یہ ناپ عالم آخرت کا ہے جس کی کسی چیز کو بھی اس دنیا کی چیزوں پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اور یہ بھی ممکن ہے کہ مقصود صرف زنجیر کا طول بتانا ہو کوئی خاص اور متعین پیمائش کا اظہار نہ ہو چنانچہ اندلسی بحر المحیط میں لکھا ہے کہ " لیس الغرض تنقل بر تحقق المقدار بل الوصف بالطول کما قال ان تستغفر لھم سبعین مرۃ یرید مرارا کثیرۃ "۔

ممکن ہے کہ یہی کا دوسرا نام زقوم ہو، اور غسلین کے یہ معنے بھی کئے گئے ہیں کہ جہنمیوں کے بدن سے جو خون اور پانی بہتا ہے وہ ہے، اور یہ کہا گیا ہے کہ ان کی پیپ وغیرہ ؛

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ① وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ② اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ③ وَّمَا هُوَ

(پھر ذرا بعد۔ بیان مضمون مجازاۃ کے) میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی بھی جنکو تم دیکھتے ہو اور ان چیزوں کی بھی جنکو تم نہیں دیکھتے کہ یہ قرآن (اللہ کا) کلام ہے ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا [illegible]

بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ④ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ⑤ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ⑥

رسول ہی) اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے (جیسا کفار آپکو شاعر کہتے تھے مگر) تم بہت کم ایمان لاتے ہو اور نہ یہ کسی کاہن کا کلام ہے (جیسا بعض کفار آپکو کاہن کہتے تھے) تم بہت کم سمجھتے ہو رب العالمین کیطرف سے بھیجا ہوا کلام ہے

یہ عظیم صحیفہ آسمانی

اللہ تعالیٰ قسم کھاتا ہے، اپنی مخلوق میں سے اپنی اُن نشانیوں کی قسم کھا رہا ہے جنھیں لوگ دیکھ رہے ہیں اور اُن کی بھی جو لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہیں[عـہ]۔ اس بات پر کہ قرآن کریم اُس کا کلام اور اُس کی وحی ہے جو اُس نے اپنے بندے اور اپنے برگزیدہ رسولؐ پر اُتاری ہے، جسے اُس نے ادائے امانت اور تبلیغ رسالت کے لئے پسند فرمایا ہے رسول کریم سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس کی اضافت حضورؐ کی طرف اسلئے کی گئی کہ اس کے مبلغ اور پہنچانے والے آپؐ ہی ہیں اسی لئے لفظ رسولؐ لائے، کیونکہ رسولؐ تو پیغام اپنے بھیجنے والے کا پہنچاتا ہے گو زبان اُس کی ہوتی ہے لیکن کہا ہوا بھیجنے والے کا ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ سورۂ تکویر میں اس کی نسبت اُس رسولؐ کیطرف کی گئی ہے جو فرشتوں میں سے ہیں، فرمان ہے ؛ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ الخ یعنی یہ قول اُس بزرگ رسولؐ کا ہے جو قوت والا اور مالکِ عرش کے پاس رُتبے والا ہے وہاں اس کا کہنا مانا جاتا ہے اور ہے بھی وہ امانت دار، اس سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں، اسی لئے اس کے بعد فرمایا تمہارے ساتھی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجنون (دیوانے) نہیں بلکہ آپؐ نے حضرت جبرئیلؑ کو اُن کی اصل صورت میں صاف کناروں پر دیکھا بھی ہے اور وہ پوشیدہ علم پر بخیل بھی نہیں۔ نہ یہ شیطان رجیم کا قول ہے، اسی طرح یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ نہ تو یہ شاعر کا کلام ہے نہ کاہن کا قول ہے۔ البتہ تمہارے ایمان میں اور نصیحت حاصل کرنے میں کمی ہے۔ پس کبھی تو اپنے کلام کی نسبت رسول انسی کی طرف کی اور کبھی رسول ملکی کی طرف، اس لئے کہ یہ اس کے پہنچانے والے اور لانے والے اور اس پر امین ہیں، ہاں دراصل کلام کس کا ہے؟ اسے بھی ساتھ ہی ساتھ بیان فرما دیا کہ یہ اُتارا ہوا رب العالمین کا ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اسلام لانے سے پہلے کا اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں آپؐ کے پاس گیا دیکھا کہ آپؐ مسجد حرم میں پہنچ گئے ہیں، میں بھی گیا اور آپؐ کے پیچھے کھڑا ہو گیا آپؐ نے سورۂ حاقّہ شروع کی جسے سُنکر مجھے اُس کی پر شوکت نشستِ الفاظ اور بندش مضامین اور فصاحت و بلاغت پر تعجب آنے لگا آخر میں میرے دل میں خیال آیا کہ قریش ٹھیک کہتے ہیں کہ یہ شخص شاعر ہے ابھی میں اسی خیال میں تھا کہ آپؐ نے یہ آیتیں تلاوت کیں کہ یہ قول رسول کریم کا ہے شاعر کا نہیں۔ تم میں ایمان ہی کم ہے، تو میں نے خیال کیا اچھا شاعر نہ سہی کاہن تو ضرور ہے ادھر آپؐ کی تلاوت میں یہ آیت آئی کہ یہ کاہن کا قول بھی نہیں تم نے نصیحت ہی کم لی ہے۔ اب آپؐ پڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ پوری سورت ختم کی۔ فرماتے ہیں کہ یہ پہلا موقعہ تھا کہ میرے دل میں اسلام پوری طرح گھر کر گیا اور رونگٹے رونگٹے میں اسلام کی سچائی گھس گئی، پس یہ بھی منجملہ اُن اسباب کے ہے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا باعث ہوئے ایک خاص سبب ہے، ہم نے آپؓ کے اسلام لانے کی پوری کیفیت "سیرت عمرؓ" میں لکھدی ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ ؛

[عـہ] قرآن عام انسانوں تک دو ذریعوں سے پہنچا ایک حضرت جبرئیل علیہ السلام جو اس کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر لیکر نازل ہوئے اور فرشتہ ہونے کی وجہ کسی کو نظر نہیں آتے۔ دوسرے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جو انسان ہونے کی وجہ سے ہر ایک کے لئے مرئی تھے اسلئے اس موقعہ پر دکھائی دیجانے والی اور نہ دیکھنے میں آنے والی چیزوں کی قسم کتنی مناسب اور اعجاز کلام کی دلیل ہے۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ (۷) لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ (۸) ثُمَّ لَقَطَعْنَا

اور اگر یہ (پیغمبر) ہمارے ذمہ کچھ (جھوٹی) باتیں لگا دیتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑتے پھر ہم ان کی رگ دل

مِنْهُ الْوَتِينَ (۹) فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ (۱۰) وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ

کاٹ ڈالتے پھر تم میں کوئی ان کا اس سزا سے بچانے والا بھی نہ ہوتا اور بلاشبہ یہ قرآن متقیوں کے لئے

لِلْمُتَّقِينَ (۱۱) وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنْكُمْ مُكَذِّبِينَ (۱۲) وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ (۱۳)

نصیحت ہے اور ہم کو معلوم ہے کہ تم میں بعضے تکذیب کرنیوالے بھی ہیں (پس ہم ان کو اس کی سزا دیں گے) اور (اس اعتبار سے) یہ قرآن کافروں کے حق میں موجب حسرت ہے

وَإِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِينِ (۱۴) فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ (۱۵) ع ۲ ع ۱۵ ۲

اور یہ قرآن تحقیقی یقینی بات ہے سو (جبکہ یہ کلام ہے) اپنے (اس) عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے۔

اگر وحی میں کچھ تصرف کیا جائے

یہاں فرمان باری ہو رہا ہے کہ جس طرح تم کہتے ہو اگر فی الواقع ہمارے یہ رسولؐ ایسے ہی ہوتے کہ ہماری رسالت میں کچھ کمی بیشی کر ڈالتے یا ہماری نہ کہی ہوئی بات ہمارے نام سے بیان کر دیتے تو یقیناً اسی وقت ہم انہیں بدترین سزا دیتے، یعنی اپنے دائیں ہاتھ سے اس کا دایاں ہاتھ تھام کر اس کی وہ رگ کاٹ ڈالتے جس پر دل معلق ہے اور کوئی ہمارے اس کے درمیان بھی نہ آ سکتا کہ اسے بچانے کی کوشش کرے۔ پس مطلب یہ ہوا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سچے پاک باز رشد و ہدایت والے ہیں، اسی لئے خدا تعالیٰ نے زبردست تبلیغی خدمت آپؐ کو سونپ رکھی ہے اور اپنی طرف کی بہت سے زبردست معجزے اور آپؐ کے صدق کی بہترین بڑی بڑی نشانیاں آپؐ کو عنایت فرما رکھی ہیں۔ پھر فرمایا یہ قرآن متقیوں کے لئے تذکرہ ہے، جیسے اور جگہ ہے کہ کہدو یہ قرآن ایمانداروں کے لئے ہدایت اور شفا ہے، اور بے ایمان تو اندھے بہرے ہیں ہی۔ پھر فرمایا باوجود اس صفائی اور کھلے حق کے ہمیں بخوبی معلوم ہے کہ تم میں سے بعض اسے جھوٹا بتلاتے ہیں، یہ تکذیب ان لوگوں کے لئے قیامت کے دن باعث حسرت و افسوس ہوگی، یا یہ مطلب کہ یہ قرآن اور اس پر ایمان حقیقتاً کفار پر حسرت کا باعث ہوگا۔ جیسا کہ ایک دوسرے موقع پر ہے کہ اسی طرح ہم اسے گنہگاروں کے دلوں میں اتارتے ہیں کہ وہ اس پر ایمان نہیں لاتے دوسری جگہ ہے وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ ان میں اور ان کی خواہش میں حجاب ڈال دیا گیا ہے پھر فرمایا یہ خبر بالکل سچ حق اور بے شک و شبہ ہے، پھر اپنے نبیؐ کو حکم دیتا ہے کہ اس قرآن کے نازل کرنے والے رب عظیم کے نام کی بزرگیاں اور پاکیزگیاں بیان کرتے رہو۔ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورۂ حاقہ کی تفسیر ختم ہوئی۔ الحمد للہ رب العالمین۔

تفسیر سورۂ معارج مکیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ (۱) لِلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ (۲) مِنَ اللّٰهِ ذِي

ایک درخواست کرنیوالا (براہ انکار) اس عذاب کی درخواست کرتا ہے جو کہ کافروں پر واقع ہونے والا ہے (اور) جسکا کوئی دفع کرنیوالا نہیں (اور) جو اللہ کی طرف سے واقع

الْمَعَارِجِ ۝۳ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ

ہوگا جو کہ سیڑھیوں کا (یعنی آسمانوں کا) مالک ہے (جن سیڑھیوں سے) فرشتے اور (اہل ایمان کی) روحیں اس کے پاس چڑھکر جاتی ہیں (اور وہ عذاب) ایسے دن میں ہوگا جسکی

سَنَةٍ ۝۴ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِیْلًا ۝۵ اِنَّهُمْ یَرَوْنَهٗ بَعِیْدًا ۝۶ وَّنَرٰىهُ قَرِیْبًا ۝۷

مقدار (دنیا کے) پچاس ہزار سال کی برابر ہے سو آپ (انکی مخالفت پر) صبر کیجئے اور صبر بھی ایسا جس میں شکایت کا نام نہ ہو یہ لوگ اس دن کو (بوجہ اعتقاد نفی کے وقوع کے) بعید دیکھ رہے ہیں اور

ایک سوال بعذاب میں "ب" بتا رہی ہے کہ یہاں فعل کی تضمین ہے گویا کہ فعل مقدر ہے یعنی یہ کافر عذاب کے واقع ہونے کی طلب میں جلدی کر رہے ہیں جیسے اور جگہ ہے وَیَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ یُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ یعنی یہ عذاب کے مانگنے میں عجلت کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہرگز وعدہ خلافی نہیں کرتا یعنی اس کا عذاب یقیناً اپنے وقت مقررہ پر آکر ہی رہے گا نسائی میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ کافروں نے عذاب خدا مانگا جو ان پر یقیناً آنے والا ہے، یعنی آخرت میں، ان کی اس طلب کے الفاظ بھی دوسری جگہ قرآن میں منقول ہیں کہتے ہیں اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ یعنی خدایا اگر یہ دعوت اسلام وغیرہ حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہمارے پاس کوئی دردناک عذاب لاعہ۔ ابن زیدؒ وغیرہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ عذاب کی وادی ہے جو قیامت کے دن عذابوں سے بہ نکلے گی، لیکن یہ قول ضعیف ہے اور اس سے کوئی مطلب ہی واضح نہیں ہوتا صحیح قول پہلا ہی ہے جس پر روش کلام کی دلالت بھی ہے پھر فرماتا ہے کہ وہ عذاب کافروں کے لئے تیار ہے اور ان پر آپڑنے والا ہے، جب آجائے گا تو اسے کوئی دور کرنے والا نہیں اور نہ کسی میں اتنی طاقت ہے کہ اسے ہٹا سکے ذِی الْمَعَارِجِ کے معنی ابن عباسؓ کی تفسیر کے مطابق درجوں والا، یعنی بلندیوں اور بزرگیوں والا، اور حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ مراد مَعَارِجِ سے آسمان کی سیڑھیاں ہیں، قتادہؒ کہتے ہیں فضل وکرم اور نعمت ورحم والا، یعنی یہ عذاب اس خدا کی طرف سے ہے جو ان صفتوں والا ہے اس کی طرف فرشتے اور روح چڑھتے ہیں روح کی تفسیر میں حضرت ابوصالحؒ فرماتے ہیں کہ یہ ایک قسم کی مخلوق ہے انسان تو نہیں لیکن انسانوں سے بالکل مشابہ ہے۔ میں کہتا ہوں ممکن ہے کہ اس سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہوں اور یہ عطف ہو عام پر خاص کا، اور ممکن ہے کہ اس سے مراد بنی آدم کی روحیں ہوں اس لئے کہ وہ بھی قبض ہو لے کے بعد آسمان کی طرف چڑھتی ہیں، جیسے کہ حضرت براءؓ والی طویل حدیث میں ہے کہ جب فرشتے پاک روح نکالتے ہیں تو اسے لے کر ایک آسمان سے دوسرے آسمان پر چڑھتے ہیں یہاں تک کہ ساتویں آسمان پر پہنچتے ہیں گو اس کے بعض راویوں میں کلام ہے لیکن یہ حدیث مشہور ہے اور اس کی شہادت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث بھی ہے جیسا کہ پہلے بہ روایت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ترمذی اور ابن ماجہ گذر چکی ہے جس کی سند کے راوی ایک جماعت کی شرط کے مطابق ہیں یہ پہلی حدیث بھی مسند احمد ابوداؤد و نسائی اور ابن ماجہ میں ہے ہم نے اس کے الفاظ اور

عہ کیونکہ ہم حق کا انکار کر رہے ہیں اور انکار حق کی سزا عذاب ہے گویا کہ کفار یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ جس کا ہم انکار کر رہے ہیں وہ حق ہی نہیں اگر حق ہوتا تو ہمارے مسلسل انکار پر عذاب آجانا چاہیئے تھا۔

اس کے طرق کا بسیط بیان آیت يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ کی تفسیر میں کر دیا ہے: پھر فرمایا اُس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے، اس میں چار قول ہیں، ایک تو یہ کہ اس سے مراد وہ دوری ہے جو اسفل السافلین سے عرش معلّٰی تک ہے، اور اسی طرح عرش کے نیچے سے اوپر تک کا فاصلہ بھی اتنا ہی ہے، اور عرش معلّٰی سُرخ یاقوت کا ہے، جیسے کہ امام ابن شیبہؒ نے اپنی کتاب "صفت العرش" میں ذکر کیا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اُس کے حکم کے انتہا نیچے کی زمین سے آسمانوں کے اوپر تک کی پچاس ہزار سال کی ہے اور ایک دن ایک ہزار سال کا ہے یعنی آسمان سے زمین تک اور زمین سے آسمان تک ایک دن میں جو ایک ہزار سال کے برابر ہے، اس لئے کہ آسمان و زمین کا فاصلہ پانچ سو سال کا ہے، یہی روایت دوسرے طریق سے حضرت مجاہدؒ کے قول سے مروی ہے حضرت ابن عباسؓ کے قول سے نہیں ہے، حضرت ابن عباسؓ سے ابن ابی حاتم میں روایت ہے کہ ہر زمین کی جسامت پانچ سو سال کے فاصلہ کی ہے، اور ایک زمین سے دوسری زمین تک پانچ سو سال کی دُوری ہے تو سات ہزار سال یہ ہو گئے، اسی طرح آسمان تو چودہ ہزار سال یہ ہوئے اور ساتویں آسمان سے عرش عظیم تک چھتیس ہزار سال کا فاصلہ ہے، یہی معنی ہیں خداوند تبارک و تعالیٰ کے اس فرمان کے کہ اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے اس عالم کو پیدا کیا ہے تب سے لے کر قیامت تک کی اس کے بقائی آخری مدت، پچاس ہزار سال کی ہے۔ چنانچہ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ دُنیا کی کل عمر پچاس ہزار سال کی ہے، اور یہی ایک دن ہے جو اس آیت میں مراد لیا گیا ہے، حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ دنیا کی پوری مدت یہی ہے لیکن کسی کو معلوم نہیں کہ کس قدر گزر گئی اور کتنی باقی ہے۔ بجز اللہ تبارک و تعالیٰ کے، تیسرا قول یہ ہے کہ یہ دن وہ ہے جو دنیا اور آخرت میں فاصلہ کا ہے۔ حضرت محمد بن کعب یہی فرماتے ہیں، لیکن یہ قول بہت ہی کمزور ہے چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے، حضرت ابن عباسؓ سے یہ بسند صحیح مروی ہے، حضرت عکرمہؒ بھی یہی فرماتے ہیں، ابن عباسؓ کا قول ہے کہ قیامت کے دن کو اللہ تعالیٰ کافروں پر پچاس ہزار سال کا کر دے گا مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یہ دن تو بہت ہی بڑا ہے آپؐ نے فرمایا اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ مؤمن پر اس قدر آسان ہو جائے گا کہ دُنیا کی ایک فرض نماز کی ادائیگی میں جتنا وقت لگتا ہے اُس سے بھی کم ہوگا، یہ حدیث ابن جریر میں بھی ہے اُس کے دو راوی ضعیف ہیں، واللہ اعلم۔ مسند کی ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے قبیلہ بنو عامر کا ایک شخص گزرا لوگوں نے کہا کہ حضرتؓ یہ اپنے قبیلے میں سب سے بڑا مالدار ہے آپؓ نے اُسے بُلوایا اور فرمایا کیا واقع میں تم سب سے زیادہ مالدار ہو؟ اُس نے کہا ہاں میرے پاس رنگ برنگ کے سینکڑوں اُونٹ، قسم قسم کے غلام، اعلیٰ اعلیٰ درجہ کے گھوڑے وغیرہ ہیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا دیکھو خبردار ایسا نہ ہو کہ یہ جانور اپنے پاؤں سے تمہیں روندیں اور اپنے سینگوں سے تمھیں ماریں، بار بار یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ عامری کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا اور اُس نے کہا حضرتؓ یہ کیوں؟ آپؓ نے فرمایا سُنو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنا ہے کہ جو اپنے اونٹوں کا حق ادا نہ کرے گا[۵] اُن کی سختی میں اور اُن کی آسانی میں تو اُسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک چٹیل لمبے چوڑے صاف میدان میں چت لٹائے گا اور اُن تمام جانوروں کو موٹا تازہ کر کے حکم دیگا کہ اسے روندتے ہوئے چلو، چنانچہ ایک ایک کر کے اسے کچلتے ہوئے گزریں گے جب آخر والا گزر جائے گا تو اول والا لوٹ کر آ جائیگا یہی عذاب اُسے ہوتا رہے گا اُس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے پھر وہ اپنا راستہ دیکھ لے گا، اسی طرح گائے گھوڑے بکری وغیرہ بھی، سینگ دار جانور اپنے سینگوں سے بھی اسے مارتے جائیں گے کوئی ان میں بے سینگ کا یا ٹوٹے ہوئے سینگ والا نہ ہوگا۔ عامری نے پوچھا اے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمائیے اونٹوں میں خدا کا حق کیا ہے؟ فرمایا مسکینوں کو سواری کے لئے تحفۃً دینا، غرباء کے ساتھ سلوک کرنا، دودھ پینے کے لئے جانور دینا، اُن کے نروں کی ضرورت جنھیں مادہ کے لئے ہو اُنھیں مانگا ہوا بے قیمت دینا، یہ حدیث ابو داؤد اور نسائی میں بھی دوسری سند سے مذکور ہے، مسند کی ایک حدیث

---

[۵] یعنی ان میں واجب زکوٰۃ نہ نکالے گا اور وہ تمام حقوق جو آئندہ صفحہ پر خود راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں۔

میں ہے کہ جو سونے چاندی کے خزانے والا اُس کا حق ادا نہ کرے گا اُس کا سونا چاندی تختیوں کی صورت میں بنایا جائے گا اور جہنم کی آگ میں تپا کر اُس کی پیشانی کروٹ اور پیٹھ داغی جائے گی، یہاں تک کہ خداوند تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کے فیصلے کرلے اُس دن میں جس کی مقدار تمہاری گنتی کے پچاس ہزار سال کی ہوگی، پھر وہ اپنا راستہ جنت کی طرف یا جہنم کی طرف دیکھ لیگا، پھر آگے بکریوں اور اونٹوں کا بیان ہے جیسے اوپر گزرا۔ اور یہ بھی بیان ہے کہ گھوڑے تین قسم کے لوگوں کے لئے ہیں، ایک قسم کے تو اُجرد لانے والے، دوسری قسم کے پردہ پوشی کرنے والے، تیسری قسم کے بوجھ ڈھونے والے، الخ یہ حدیث پوری پوری صحیح مسلم شریف میں ہے، ان روایتوں کے پورا بیان کرنے کی اور ان کی سندوں اور الفاظ کے تمام تر نقل کرنے کی مناسب جگہ احکام کی کتاب الزکوٰۃ ہے، یہاں ان کے ذکر کرنے سے ہماری غرض صرف ان الفاظ سے ہے کہ "یہاں تک کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ اُس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے ایک شخص نے پوچھا کہ وہ دن کیا ہے جس کی مقدار ایک ہزار سال کی ہے؟ آپؓ نے فرمایا وہ دن کیا ہے جو پچاس ہزار سال کا ہے؟ اُس نے کہا حضرتؓ میں تو خود دریافت کرنے آیا ہوں، آپؓ نے فرمایا کہ سنو یہ دو دن ہیں جن کا ذکر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے، اللہ تعالیٰ ہی کو ان کی حقیقت کا بخوبی علم ہے، میں تو باوجود نہ جاننے کے کتاب اللہ میں کچھ کہنا مکروہ جانتا ہوں۔ پھر فرماتا ہے کہ اے نبیؐ! تم اپنی قوم کے جھٹلانے پر اور عذاب کے مانگنے کی جلدی پر جسے وہ اپنے نزدیک نہ آنے والا جانتے ہیں صبر و تحمل کرو۔ جیسا کہ ایک دوسرے موقعہ پر ارشاد ہے یَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا الخ یعنی بے ایمان تو قیامت کے جلد آنے کی تمنائیں کرتے ہیں اور ایمان دار اس کے آنے کو حق جان کر اُس سے ڈر رہے ہیں، اسی لئے یہاں بھی فرمایا کہ یہ تو اُسے دُور جان رہے ہیں بلکہ محال اور واقع نہ ہونے والا مانتے ہیں لیکن ہم اُسے قریب ہی دیکھ رہے ہیں، یعنی مومن تو اس کا آنا حق جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اب آیا ہی چاہتا ہے، نہ جانیں کب قیامت قائم ہو جائے اور کب عذاب آپڑیں، کیونکہ اُس کے صحیح وقت کو تو بجز ذاتِ باری تعالیٰ کے اور کوئی جانتا ہی نہیں، پس ہر وہ چیز جس کے آنے اور ہونے میں کوئی شک نہ ہو اُس کا آنا قریب ہی سمجھا جاتا ہے اور اُس کے واقع ہونے کا ہر وقت کھٹکا ہی رہتا ہے

يَوْمَ تَكُونُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ (٨) وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ (٩) وَلَا يَسْئَلُ

وہ عذاب اس روز واقع ہوگا) جس دن کہ آسمان تیلچھٹ کی طرح ہو جاویگا اور (اس روز) پہاڑ رنگین اون کی طرح (جو کہ دھنی ہوئی ہو) ہو جاوینگے (یعنی اڑتے پھرینگے) اور (اس روز) کوئی دوست کسی

حَمِيمٌ حَمِيمًا (١٠) يُبَصَّرُونَهُمْ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ

دوست کو نہ پوچھیگا باوجودیکہ ایک دوسرے کو دکھا بھی دیئے جاوینگے (اور اس روز) مجرم (یعنی کافر) اس بات کی تمنا کریگا کہ اس روز کے عذاب سے چھوٹنے کے لئے اپنے

بِبَنِيهِ (١١) وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ (١٢) وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ (١٣) وَمَن فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ

بیٹوں کو اور بیوی کو اور بھائی کو اور کنبہ کو جن میں وہ رہتا تھا اور تمام اہل زمین کو اپنے فدیہ میں دیدے پھر یہ فدیہ میں دیدینا اسکو

يُنجِيهِ (١٤) كَلَّا إِنَّهَا لَظَىٰ (١٥) نَزَّاعَةً لِّلشَّوَىٰ (١٦) تَدْعُو مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّىٰ (١٧) وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ (١٨)

کو عذاب سے) بچالے یہ ہرگز نہ ہوگا بلکہ وہ آگ ایسی شعلہ زن ہے جو کھال (تک) اتار دیگی (اور) وہ اس شخص کو (خود) بلاویگی جس نے (دنیا میں حق سے) پیٹھ پھیری ہوگی اور (طاعت سے) بے رخی کی ہوگی اور جمع کیا ہوگا۔

قیامت کی ہولناکیاں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس عذاب کو یہ طلب کر رہے ہیں وہ عذاب ان طلب کرنے والے کافروں پر اُس دن آئے گا جس دن آسمان مثل مُہل کے ہو جائے یعنی زیتون کے تیل کی تلچھٹ جیسا ہو جائے اور پہاڑ ایسی ہو جائیں جیسی دھنی ہوئی روئی، یہی فرمان اور جگہ ہے وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنفُوشِ ٥ پھر فرماتا ہے کہ کوئی قریبی رشتہ دار کسی اپنے قریبی رشتہ دار سے کچھ معلوم تک نہ کریگا حالانکہ ایک دوسرے کو بُری حالت میں دیکھ رہے ہوں گے لیکن خود ایسے مشغول ہوں گے کہ دوسرے کا

حال پوچھنے کا بھی ہوش نہیں رہیگا سب اپنی ہی فکر میں پڑے رہینگے ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دوسرے کو دیکھے گا، پہچانیگا، لیکن پھر بھاگ کھڑا ہوگا، جیسے اور جگہ ہے لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيهِ ۝ یعنی ہر ایک شخص ایسے مشغلے میں لگا ہوا ہوگا جو دوسرے کی طرف متوجہ ہونے کا موقع ہی نہ دیگا، اور جگہ فرمان ہے کہ لوگو اپنے رب سے ڈرو اور اُس دن کا خوف کرو جس دن باپ اپنی اولاد کو اور اولاد اپنے ماں باپ کو کچھ کام نہ آئے گی الخ ایک دوسرے موقع پر ارشاد ہے کہ گو قرابت دار ہوں لیکن کوئی کسی کا بوجھ نہ بٹائے گا۔ اور جگہ فرمان ہے فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ۝ یعنی صور پھونکتے ہی سب آپس کے رشتے ناتے اور ایک دوسرے کی غمخواری ختم ہوجائے گی ایک اور جگہ فرمان ہے يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ الخ یعنی اُس دن انسان اپنے بھائی سے ماں سے باپ سے بیوی سے اور فرزند سے بھاگتا پھرے گا ہر شخص بوجہ اپنی پریشانیوں کے دوسرے سے غافل ہوگا، یہ وہ دن ہوگا کہ اس دن ہر گنہگار چاہے گا کہ اپنی اولاد کو اپنے فدیہ میں دے کر جہنم کے عذاب سے چھوٹ جائے اور اپنی بیوی کو اور اپنے بھائی کو اور اپنے رشتے کنبے کو اور اپنے خاندان اور قبیلے کو بلکہ چاہے تمام روئے زمین کے لوگوں کو جہنم میں ڈال دیا جائے لیکن اُسے آزاد کر دیا جائے، آہ کیا ہی دلگداز منظر ہے کہ اپنے کلیجے کے ٹکڑوں کو اپنی شاخوں اور اپنی جڑوں کو اور سب کے سب کو آج فدا کرنے پر تیار ہے تاکہ خود بچ جائے فَصِيلَتِهِ کے ایک معنے مال کے بھی کئے گئے ہیں، غرض کہ تمام تر محبوب ہستیوں کو اپنی طرف سے فدیہ کے طور پر دینے میں رضامند ہوگا، لیکن کوئی چیز کام نہ آئیگی کوئی بدلہ اور فدیہ نہ قبول ہوگا کوئی عوض اور معاوضہ قبول نہ کیا جائے گا۔ بلکہ اُس آگ کے عذابوں میں ڈالا جائے گا جو اونچے اونچے اور تیز تیز شعلے پھینکنے والی سخت بھڑکنے والی ہے جو سر کی کھال تک جھلسا کر کھینچ لاتی ہے، بدن کی کھال دور کر دیتی ہے اور کھوپری پلپلی کر دیتی ہے، ہڈیوں کو گوشت سے الگ کر دیتی ہے، رگ پٹھے کھنچنے لگتے ہیں، ہاتھ پاؤں اینٹھنے لگتے ہیں، پنڈلیاں کٹی جاتی ہیں، چہرہ بگڑ جاتا ہے، ہر ہر عضو بگڑ جاتا ہے، چیخ پکار کرتا رہتا ہے، ہڈیوں کا چورا کرتی رہتی ہے کھالیں جلاتی جاتی ہے یہ آگ اپنی فصیح زبان اور اونچی آواز سے اپنے والوں کو جنھوں نے دُنیا میں بدکاریاں اور خدا کی نافرمانیاں کی تھیں پکارتی ہے پھر جس طرح پرند جانور دانہ چگتا ہے، اسی طرح میدانِ محشر میں سے ایسے بدکردار لوگوں کو ایک ایک کر کے دیکھ بھال کر چن لیتی ہے اب ان کی بداعمالیاں بیان ہو رہی ہیں کہ یہ دل سے جھٹلانے والے اور بدن سے عمل چھوڑ دینے والے تھے، یہ مال کو جمع کرنے والے اور سربلند کر کے رکھ چھوڑنے والے تھے اللہ تعالیٰ کے ضروری احکام میں بھی مال خرچ کرنے سے گریز کرتے تھے بلکہ زکوٰۃ تک ادا نہ کرتے تھے، حدیث شریف میں ہے کہ سمیٹ سمیٹ کر سینت سینت کر نہ رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے روک لے گا، حضرت عبداللہ بن عکیمؓ تو اس آیت پر عمل کرتے ہوئے کبھی تھیلی کا منہ ہی نہ باندھتے تھے امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اے ابنِ آدم! اللہ تعالیٰ کی وعید سن رہا ہے پھر بھی مال سمیٹتا جا رہا ہے؟ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ مال کو جمع کرنے میں حلال حرام کا پاس نہ رکھتا تھا، اور فرمانِ خدا ہوتے ہوئے بھی خرچ کی ہمت نہیں کرتا تھا۔

إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۝۱۹ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ۝۲۰ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ۝۲۱
انسان کم ہمت پیدا ہوا ہے (یعنی) جب اسکو تکلیف پہنچتی ہے تو (حد اباحت سے زیادہ) جزع فزع کرنے لگتا ہے اور جب اس کو فارغ البالی ہوتی ہے تو (حقوق ضروریہ سے) بخل کرنے

إِلَّا الْمُصَلِّينَ ۝۲۲ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ۝۲۳ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ
لگتا ہے مگر وہ نمازی (یعنی مومن) جو اپنی نماز پر برابر توجہ رکھتے ہیں اور جن کے مالوں میں سوالی اور بے سوالی سب کا

مَّعْلُومٌ ۝۲۴ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۝۲۵ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝۲۶ وَالَّذِينَ هُم
حق ہے اور جو قیامت کے دن کا اعتقاد رکھتے ہیں اور جو اپنے

مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ (۲۷) اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ (۲۸) وَّالَّذِيْنَ

پروردگار ... کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں (اور) واقعی ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں (یہ جملہ معترضہ کے طور پر ہے) اور جو

هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ (۲۹) اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ

اپنی شرمگاہوں کو (حرام سے) محفوظ رکھنے والے ہیں لیکن اپنی بیویوں سے یا اپنی (شرعی) لونڈیوں سے (حفاظت نہیں کرتے) کیونکہ ان پر (اس میں

مَلُوْمِيْنَ (۳۰) فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ (۳۱) وَالَّذِيْنَ هُمْ

کوئی الزام نہیں ہاں جو اس کے علاوہ (اور جگہ شہوت رانی کا) طلبگار ہو ایسے لوگ حد (شرعی) سے نکلنے والے ہیں اور جو اپنی (سپردگی میں لی ہوئی)

لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ (۳۲) وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ (۳۳) وَالَّذِيْنَ هُمْ

امانتوں اور اپنے عہد کا خیال رکھنے والے ہیں اور جو اپنی گواہیوں کو ٹھیک ٹھیک ادا کرتے ہیں اور جو اپنی

عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ (۳۴) اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ (۳۵) ۱ ع ۳۵ ۷

(فرض) نمازوں کی پابندی کرتے ہیں (پس) ایسے لوگ بہشتوں (میں) عزت سے داخل ہوں گے۔

انسان کی جلد بازی

یہاں انسانی جبلت کی کمزوری بیان ہو رہی ہے کہ بڑا ہی بے صبرا ہے مصیبت کے وقت تو گھبراہٹ اور پریشانی کی وجہ سے دیوانہ ہو جاتا ہے گویا دل اڑ گیا اور گویا اب کوئی آس باقی نہیں رہی، اور راحت کے وقت بخیل کنجوس بن جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا حق بھی نہیں دیتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بدترین چیز انسان میں بخل اور اعلیٰ درجہ کی کنجوسی ہے (ابوداؤد) پھر فرمایا کہ ہاں اس مذموم خصلت سے وہ لوگ دور ہیں جن پر خاص فضل الٰہی ہے اور جنہیں توفیق خیر ازل سے مل چکی ہے جن کی صفتیں یہ ہیں کہ وہ پورے نمازی ہیں، وقتوں کی نگہبانی کرنے واجبات نماز کو اچھی طرح بجا لانے والے سکون اطمینان اور خشوع خضوع سے پابندی کے ساتھ نماز ادا کرنے والے ہیں، جیسے فرمایا قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الخ ان ایمان داروں نے نجات پالی جو اپنی نماز خوفِ خدا سے ادا کرتے ہیں، ٹھہرے ہوئے بے حرکت کے پانی کو بھی عرب مَآءٌ دَآئِمٌ کہتے ہیں ف اس سے ثابت ہوا کہ نماز میں اطمینان واجب ہے عه، جو شخص اپنے رکوع سجدے پورے طرح ٹھہر کر باطمینان ادا نہیں کرتا وہ اپنی نماز پہ دائم نہیں کیونکہ نہ وہ سکون کرتا ہے نہ اطمینان بلکہ کوے کی طرح ٹھونگیں مار لیتا ہے اس کی نماز اسے نجات نہیں دلوائیگی، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ہر نیک عمل پر مداومت اور ہمیشگی کرنا ہے جیسے کہ نبی اللہ علیہ صلوات اللہ کا فرمان ہے کہ خدا کو سب سے زیادہ پسند وہ عمل ہے جس پر مداومت کی جائے گو کم ہو، خود حضور علیہ السلام کی عادت مبارک بھی یہی تھی کہ جس کام کو کرتے اس پر مداومت فرماتے، حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ حضرت دانیال پیغمبر علیہ السلام نے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ایسی نماز پڑھیگی کہ اگر قوم نوح ؑ ایسی نماز پڑھتی تو ڈوبتی نہیں اور قوم عاد کی اگر ایسی نماز ہوتی تو ان پر بے برکتی کی ہوائیں نہ بھیجی جاتیں، اور اگر قوم ثمود کی نماز ایسی ہوتی تو انہیں چیخ سے ہلاک نہ کیا جاتا عه۲، پس اے لوگو! نماز کو اچھی طرح پابندی سے پڑھا کرو مومن کا یہ زیور اور اس کا بہترین خلق ہے، پھر فرماتا ہے کہ ان کے مالوں میں حاجتمندوں کا بھی مقررہ حصہ ہے۔ سَآئِلٌ اور مَحْرُوْمٌ کی پوری تفسیر سورۂ "ذاریات"

عه لیکن اس کے ترک سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا تاہم احادیث میں بے رغبتی اور بے التفاتی سے نماز پڑھنے پر شدید وعید آئی ہے، عه۲ روایت غالباً افسانہ ہے جس میں اصلیت کم اور ترغیب و ترہیب کا مضمون زیادہ ہوتا ہے۔

میں گزر چکی ہے یہ لوگ حساب اور جزا کے دن پر بھی یقین کامل اور پورا پورا ایمان رکھتے ہیں اسی وجہ سے وہ اعمال کرتے ہیں جن سے ثواب پائیں اور عذاب سے چھوٹیں، پھر ان کی صفت بیان ہوتی ہے کہ وہ اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے اور خوف کھانے والے ہیں، جس عذاب سے کوئی عقلمند انسان بے خوف نہیں رہ سکتا ہاں جسے خدا امن دے۔ اور یہ لوگ اپنی شرمگاہوں کو حرام کاری سے روکتے ہیں۔ جہاں خدا کی اجازت نہیں اس جگہ سے بچاتے ہیں، ہاں اپنی بیویوں اور اپنی ملکیت کی لونڈیوں سے اپنی خواہش پوری کرتے ہیں سو اس میں ان پر کوئی ملامت اور اعتراض نہیں، لیکن جو شخص ان کے علاوہ اور جگہ یا کسی اور طرح اپنی شہوت رانی کرےعہ وہ یقیناً حدود خدا سے تجاوز کرنے والا ہے۔ ان دونوں آیتوں کی پوری تفسیر قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ میں گزر چکی ہے یہاں دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ لوگ امانت کے ادا کرنے والے وعدوں قول اور قرار کو پورا کرنے والے اور اچھی طرح نباہنے والے ہیں، نہ خیانت کرتے ہیں نہ بدعہدی اور وعدہ شکنی کرتے ہیں یہ سب صفتیں مومنوں کی ہیں اور ان کے خلاف عمل کرنے والا منافق ہے، جیسے کہ صحیح حدیث میں ہے کہ منافق کی تین خصلتیں ہیں جب کبھی بات کرے تو جھوٹ بولے، جب کبھی وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے اور جب امانت اس کے پاس رکھی جائے تو خیانت کرے، اور ایک روایت میں ہے کہ جب کبھی عہد کرے تو اسے توڑ دے اور جب جھگڑے تو گالیاں دے۔ یہ اپنی شہادتوں کی بھی حفاظت کرنے والے ہیں، یعنی نہ اس میں کمی کرتے ہیں نہ زیادتی نہ شہادت دینے سے بھاگتے ہیں، نہ اسے چھپاتے ہیں، جو چھپائے تو وہ دل کا گنہگار ہے۔ پھر فرمایا کہ وہ اپنی نماز کی پوری حفاظت کرتے ہیں، یعنی وقت پر ارکان اور واجبات اور مستحبات کو پوری طرح بجا لا کر نماز پڑھتے ہیں، یہاں یہ بات خاص توجہ کے لائق ہے کہ ان جنتیوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے شروع وصف بھی نماز کی ادائیگی کا بیان کیا اور ختم بھی اسی پر کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز امر دین میں عظیم الشان کام ہے اور سب سے زیادہ شرافت اور فضیلت والی چیز بھی یہی ہے، اس کا ادا کرنا سخت ضروری اور اس کا بندوبست نہایت ہی تاکید والا ہے سورۂ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ میں بھی ٹھیک اسی طرح بیان ہوا ہے اور وہاں اوصاف کے بعد بیان فرمایا ہے کہ یہی لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وارث فردوس ہیں اور یہاں فرمایا کہ یہی لوگ جنتی ہیں اور وہاں قسم قسم کی لذتوں اور خوشبوؤں سے عزت و اقبال کے ساتھ مسرور و محظوظ ہوں گے۔

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ① عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ② اَيَطْمَعُ

تو کافروں کو کیا ہوا کہ (ان مضامین کی تکذیب کرنے کے لئے) آپکی طرف کو داہنے اور بائیں سے جماعتیں بن بن کر دوڑے آ رہے ہیں کیا ان میں ہر

كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ③ كَلَّا اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ④ فَلَآ

شخص اس کی ہوس رکھتا ہے کہ وہ آسائش کی جنت میں داخل کر لیا جاویگا یہ ہرگز نہ ہوگا ہم نے ان کو ایسی چیز سے پیدا کیا ہے جسکی ان کو بھی خبر ہے پھر (دوسری

اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ⑤ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ

طور پر وقوع قیامت کے لئے) میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی کہ ہم اس پر قادر ہیں کہ (دنیا ہی میں) ان کی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آئیں (یعنی

بِمَسْبُوْقِيْنَ ⑥ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ⑦

پیدا کر دیں) اور ہم اس سے عاجز نہیں ہیں تو آپ ان کو اسی شغل اور تفریح میں رہنے دیجئے یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ واقع ہو جسکا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے

عہ مثلاً مشت زنی، جلق، لواطت وغیرہ۔

يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴿٨﴾ خَاشِعَةً

جس دن یہ قبروں سے نکل کر اس طرح دوڑیں گے جیسے کسی پرستش گاہ کی طرف دوڑے جاتے ہیں (اور) ان کی آنکھیں (مارے شرمندگی کے) نیچے کو جھکی ہوں گی

اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۚ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِىْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿٩﴾ ع ۲ ۹ ۸

(اور) ان پر ذلت چھائی ہوگی (بس) یہ ہے ان کا وہ دن جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا (جو کہ اب واقع ہوا)

قادر و توانا

اللہ تعالیٰ عزوجل اُن کافروں پر انکار کر رہا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں تھے خود آپ کو وہ دیکھ رہے تھے اور آپ جو ہدایت لے کر آئے وہ ان کے سامنے تھی اور یہ آپ کے کھلے معجزے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے پھر باوجود ان تمام باتوں کے وہ بھاگ جاتے تھے اور ٹولیاں ٹولیاں ہو کر دائیں بائیں کترا جاتے تھے یہ مضمون ایک اور جگہ ہے فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ الخ یہ نصیحت سے منہ پھیر کر ان گدھوں کی طرح جو شیر سے بھاگ رہے ہوں کیوں بھاگ رہے ہیں؟ الخ یہاں بھی اسی طرح فرما رہا ہے کہ ان کُفار کو کیا ہو گیا ہے یہ نفرت کر کے کیوں تیرے پاس سے بھاگے جا رہے ہیں؟ کیوں دائیں بائیں سرکتے جاتے ہیں؟ اور کیا وجہ ہے کہ متفرق طور پر اختلاف کے ساتھ ادھر اُدھر ہو رہے ہیں، حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے خواہش نفس پر عمل کرنے والوں کے حق میں یہی فرمایا ہے کہ وہ کتاب اللہ کے مخالف ہوتے ہیں اور آپس میں بھی مختلف ہوتے ہیں، ہاں کتاب اللہ کی مخالفت میں سب متفق ہوتے ہیں، حضرت ابن عباسؓ سے بروایت عوفی مروی ہے کہ وہ ٹولیاں ہو کر بے پرواہی کے ساتھ تیرے دائیں بائیں ہو کر تجھے مذاق سے گھورتے ہیں، حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ یعنی دائیں بائیں الگ ہو جاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ اس شخص نے کیا کہا؟ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ دائیں بائیں ٹولیاں ہو کر حضورؐ کے اردگرد پھرتے رہتے ہیں نہ کتاب اللہ کی تمنا ہے نہ رسول اللہؐ کی رغبت ہے، ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے پاس تشریف لائے اور وہ متفرق طور پر حلقے حلقے تھے تو آپؐ نے فرمایا میں تمہیں الگ الگ جماعتوں کی صورت میں کیسے دیکھ رہا ہوں؟ (احمد) ابن جریر میں اور سند سے بھی منقول ہے: پھر ارشاد ہوتا ہے کہ کیا ان کی آرزو ہے کہ جنت نعیم میں داخل کئے جائیں؟ ایسا ہرگز نہ ہوگا یعنی جب ان کی حالت یہ ہے کہ کتاب اللہ اور رسول اللہؐ سے دائیں بائیں کترا جاتے ہیں پھر ان کی یہ تمنا پوری نہیں ہو سکتی بلکہ یہ جہنمی گروہ ہے اب جس چیز کو یہ محال جانتے تھے اُس کا بہترین ثبوت ان ہی کی معلومات اور اقرار سے بیان ہو رہا ہے کہ جس نے تمہیں ضعیف پانی سے پیدا کیا ہے جیسے کہ خود تمہیں بھی معلوم ہے پھر کیا وہ تمہیں دوبارہ نہیں پیدا کر سکتا جیسے اور جگہ ہے اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ کیا ہم نے تمہیں حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟ ارشاد ہے فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ الخ انسان کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ اُچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پیٹھ اور چھاتی کے درمیان سے نکلتا ہے یقیناً وہ خدا جس نے اس کو پیدا کیا اس کے لوٹانے پر قادر ہے جس دن پوشیدگیاں کھل پڑیں گی اور کوئی طاقت نہ ہوگی نہ مددگار، پس یہاں بھی فرماتا ہے مجھے قسم ہے اُس کی جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور مشرق مغرب متعین کی اور ستاروں کے چھپنے اور ظاہر ہونے کی جگہیں مقرر کردیں، مطلب یہ ہے کہ اے کافرو! جیسا تمہارا گمان ہے ویسا معاملہ نہیں کہ نہ حساب کتاب ہوگا نہ حشر نشر ہوگا بلکہ یہ سب یقیناً ہونے والی چیزیں ہیں، اسی لئے قسم سے پہلے ان کے باطل خیال کی تکذیب کی اور اسے اس طرح ثابت کیا کہ اپنی قدرت کاملہ کے مختلف نمونے اُن کے سامنے پیش کئے مثلاً آسمان و زمین کی ابتدائی پیدائش اور ان میں حیوانات اور جمادات اور مختلف قسم کی مخلوق کی موجودگی جیسے اور جگہ ہے لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ یعنی آسمان و زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے سے بہت بڑا ہے لیکن اکثر لوگ بے علم ہیں مطلب یہ ہے کہ جب بڑی بڑی چیزوں کو پیدا کرنے پر قادر ہے تو چھوٹی چھوٹی چیزوں کی پیدائش پر کیوں قادر نہ ہوگا جیسے اور جگہ ہے اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ

اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ یَعْیَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنْ یُّحْیِیَ الْمَوْتٰی بَلٰۤی اِنَّهٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یعنی کیا یہ نہیں دیکھتے کہ جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور ان کی پیدائش میں عاجز نہ ہوا، کیا وہ مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں؟ بیشک وہ قادر ہے اور ایک اسی پر کیا ہر ہر چیز پر اُسے قدرت حاصل ہے، اور جگہ ارشاد ہے اَوَلَیْسَ الَّذِیْ الخ یعنی کیا زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا ان جیسا پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ ہاں ہے اور وہی پیدا کرنے والا اور جاننے والا ہے وہ جس چیز کا ارادہ کرے کہہ دیتا ہے کہ ہوجا وہ اسی وقت ہوجاتی ہے، یہاں ارشاد ہو رہا ہے کہ مشرقوں اور مغربوں کے پروردگار کی قسم ہم ان کے ان جسموں کو جیسے یہ اب ہیں اس سے بھی بہتر صورت میں بدل ڈالنے پر پورے پورے قادر ہیں، کوئی چیز کوئی شخص اور کوئی کام ہمیں عاجز اور درماندہ نہیں کرسکتا، جیسا کہ ارشاد ہے اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ الخ کیا کسی شخص کا یہ گمان ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں نہ جمع کرسکیں گے؟ غلط گمان ہے بلکہ ہم تو اُس کی پور پور جمع کرکے ٹھیک ٹھاک بنادیں گے، اور جگہ فرمایا نَحْنُ قَدَّرْنَا بَیْنَکُمُ الْمَوْتَ الخ ہم نے تمہارے درمیان موت مقدر کردی ہے اور ہم اس سے عاجز نہیں کہ تم جیسوں کو بدل ڈالیں اور تمہیں اُس نئی پیدائش میں پیدا کریں جسے تم جانتے بھی نہیں، پس ایک مطلب تو آیت مندرجہ بالا کا یہ ہے، دوسرا مطلب امام ابن جریرؒ نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ ہم اس امر پر قادر ہیں کہ تمہارے بدلے ایسے لوگ پیدا کردیں جو ہمارے مطیع اور فرمانبردار ہوں اور ہماری نافرمانیوں سے رُکے رہنے والے ہوں، جیسے اور جگہ ہے وَاِنْ تَتَوَلَّوْا الخ یعنی اگر تم نے منہ موڑا تو خدا تعالیٰ تمہارے سوا اور قوم کو لائے گا اور وہ تم جیسی نہ ہوگی، لیکن پہلا مطلب دوسری آیتوں کی صاف دلالت کی وجہ سے زیادہ ظاہر ہے واللہ سبحانہٗ و تعالیٰ اعلم: پھر فرماتا ہے اے نبیؐ! اُنھیں ان کے جھٹلانے اور کفر کرنے اور سرکشی میں بڑھنے ہی میں چھوڑ دو، جس کا وبال اُن پر اُس دن آئیگا جس کا ان سے وعدہ ہوچکا ہے، جس دن خداوند تعالیٰ اُنھیں بُلائے گا اور یہ میدانِ محشر کی طرف جہاں انھیں حساب کے لئے کھڑا کیا جائیگا اس طرح لپکتے ہوئے جائیں گے جس طرح دنیا میں کسی بُت یا علَم کو یا تھان اور چلّے کو چھونے اور ڈنڈوت کرنے کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہوئے جاتے ہیں، مارے شرم و ندامت کے نگاہیں زمین پر گڑی ہوئی ہوں گی اور چہروں پر پھٹکار برس رہی ہوگی یہ ہے دُنیا میں خدا کی اطاعت سے سرکشی کرنے کا نتیجہ! اور یہ ہے وہ دن جس کے ہونے کو آج محال جانتے ہیں، اور ہنسی مذاق میں نبیؐ کی اور شریعت کی اور کلام خدا کی حقارت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قیامت کیوں قائم نہیں ہوتی؟ ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا؟ الحمدللہ سورۂ معارج کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔

تفسیر سورۂ نوحؑ مکیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَهُمْ عَذَابٌ

ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کے پاس (پیغمبر بنا کر) بھیجا تھا کہ تم اپنی قوم کو (وبال کفر سے) ڈراؤ قبل اس کے کہ آئے ان پر دردناک عذاب

أَلِيمٌ ① قَالَ يَٰقَوْمِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ② أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ وَأَطِيعُونِ ③ يَغْفِرْ لَكُم

آئے انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم میں تمہارے لئے صاف صاف ڈرانے والا ہوں (اور کہتا ہوں) کہ تم اللہ کی عبادت (یعنی توحید اختیار) کرو اور اس کی

مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ أَجَلَ اللَّهِ إِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ ۖ لَوْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ④

ڈرو اور میرا کہنا مانو تو وہ تمہارے گناہ معاف کر دیگا اور تمکو وقت مقرر (یعنی وقت موت) تک (بلا عقوبت) مہلت دیگا (اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت (ہے) جب وہ آجائیگا تو ٹلے گا

وقف لازم

خدا کا مقدس انسان ہجوم خلائق میں

اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کو اُن کی قوم کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا اور حکم دیا کہ عذاب کے آنے سے پہلے اپنی قوم کو ہوشیار کر دو اگر وہ توبہ کریں گے اور خدا تعالیٰ کی طرف جھکنے لگیں گے تو عذاب خدا اُن سے اُٹھ جائیں گے حضرت نوح علیہ السلام نے یہ پیغام اپنی اُمت کو پہنچا دیا اور صاف کہدیا کہ دیکھو میں کھلے لفظوں میں آگاہ کئے دیتا ہوں، میں صاف صاف کہہ رہا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی عبادت اُس کا ڈر اور میری اطاعت لازمی چیزیں ہیں[1]، جو کام تمہارے رب نے تم پر حرام کئے ہیں اُن سے بچو گناہ کے کاموں سے الگ رہو۔ جو کچھ میں کہوں بجالاؤ، جس سے روکوں رُک جاؤ، میری رسالت کی تصدیق کرو تو خدا تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا یَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ میں لفظ مِنْ یہاں زائد ہے اثبات کے موقع پر کبھی کبھی لفظ مِنْ زائد آجاتا ہے، جیسے عرب کے مقولے قَدْ كَانَ مِنْ مَّطَرٍ میں، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ عَنْ کے معنی میں ہو بلکہ ابن جریرؒ تو اسی کو پسند فرماتے ہیں اور یہ قول بھی ہے کہ مِنْ تبعیض کے لئے ہے یعنی تمہارے کچھ گناہ معاف فرما دیگا یعنی وہ گناہ جن پر سزا کا وعدہ ہے اور بڑے بڑے گناہ ہیں اگر تم نے یہ تینوں کام کئے تو وہ معاف ہو جائیں گے اور جن عذابوں سے وہ تمہیں اب تمہاری ان خطاؤں اور غلط کاریوں کی وجہ سے برباد کرنے والا ہے اُس عذاب کو ہٹا دے گا اور تمہاری عمریں بڑھا دے گا، اس آیت سے یہ استدلال بھی کیا گیا ہے کہ اطاعتِ خدا اور نیکی سلوک اور صلہ رحمی سے حقیقتاً عمر بڑھ جاتی ہے[2]۔ حدیث میں یہ بھی ہے کہ صلہ رحمی عمر بڑھاتی ہے، پھر ارشاد ہوتا ہے کہ نیک اعمال اس سے پہلے کر لو کہ خدا کا عذاب آجائے اس لئے کہ جب وہ آجاتا ہے پھر نہ اُسے کوئی ہٹا سکتا ہے اور نہ روک سکتا ہے اُس خدائے اعظم و اکبر کی بڑائی نے ہر چیز کو پست کر رکھا ہے اُس کی عزت و عظمت کے سامنے تمام مخلوق پست ہے۔

قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا ⑤ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِي إِلَّا فِرَارًا ⑥

(جب مدت ہائے دراز تک ان نصائح کا کچھ اثر قوم پر نہ ہوا تو) نوحؑ نے (حق تعالیٰ سے) دعا کی کہ اے میرے پروردگار میں نے اپنی قوم کو رات کو بھی اور دن کو بھی

وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ

(دین حق کی طرف) بلایا سو میرے بلانے پر (دین سے) اور زیادہ بھاگتے رہے اور وہ بھاگنا یہ ہوا کہ) یعنی جب کبھی انکو (دین حق کی طرف) بلایا تاکہ (ان کے ایمان کے سبب) آپ

وَأَصَرُّوا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ⑦ ثُمَّ إِنِّي دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ⑧ ثُمَّ إِنِّي أَعْلَنتُ لَهُمْ

انکو بخشدیں تو ان لوگوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دے لیں (تاکہ حق بات کو سُنیں بھی نہیں) اور (نیز زیادتی کراہت سے) اپنے کپڑے (اپنے اوپر) لپیٹ لئے اور اصرار کیا اور

---

[1] یعنی نبی کی اطاعت خدا تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے اس کی اطاعت سے جدا اور علیحدہ کوئی چیز نہیں کیونکہ نبی وہی کہوں گا جو خدا تعالیٰ کا پسندیدہ اور اس کا منتخب ہو۔

[2] یعنی تقدیر میں لکھا ہوا ہوتا ہے کہ اس کی عمر کی زیادتی زیادہ اس کی نیکیوں کی وجہ سے ہوگی گویا کہ تقدیر سے باہر کوئی چیز نہیں۔

وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا ⑨ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ⑩ يُرْسِلِ

دیرہ) اطاعت کی غایت درجہ کا تکبر کیا۔ پھر (بھی) میں نے ان کو باآواز بلند بلایا۔ پھر میں نے ان کو (خطاب خاص کے طور پر) علانیہ بھی سمجھایا اور ان کو بالکل خفیہ بھی سمجھایا

السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ⑪ وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنّٰتٍ وَ

(اور اس سمجھاتے ہیں) میں نے (ان کو یہ) کہا کہ تم اپنے پروردگار سے گناہ بخشواؤ بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا اور تمہارے مال اور اولاد میں

يَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا ⑫ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلّٰهِ وَقَارًا ⑬ وَقَدْ خَلَقَكُمْ

ترقی دیگا اور تمہارے لئے باغ لگادیگا اور تمہارے لئے نہریں بہادیگا (میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ) تمکو کیا ہوا کہ تم اللہ کی عظمت کے معتقد نہیں ہو (ورنہ شرک نہ کرتے)

أَطْوَارًا ⑭ أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ⑮ وَجَعَلَ الْقَمَرَ

حالانکہ اُس نے تم کو طرح طرح سے بنایا۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ نے کس طرح سات آسمان اوپر تلے پیدا کئے اور ان میں چاند کو نور

فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ⑯ وَاللّٰهُ أَنْبَتَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا ⑰ ثُمَّ يُعِيدُكُمْ

(کی چیز) بنایا اور سورج کو (مثل) چراغ (روشن کے) بنایا اور اللہ نے تم کو زمین سے ایک خاص طور پر پیدا کیا۔ پھر تمکو (بعد مرگ) زمین ہی میں

فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا ⑱ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ بِسَاطًا ⑲ لِتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ⑳ ۱ ع ۲ ۹

لیجاویگا اور (قیامت میں پھر اسی زمین سے) تم کو باہر لے آویگا اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زمین کو (مثل) فرش (کے) بنایا تاکہ تم اس کے کھلے رستوں میں چلو

ایک ہزار سالہ مسلسل تبلیغ

یہاں بیان ہو رہا ہے کہ ساڑھے نو سو سال تک کی لمبی مدت میں کس کس طرح حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو رشد و ہدایت کی طرف بلایا قوم نے کس طرح اعراض کیا اور کیا کیا تکلیفیں خدا کے اس برگزیدہ پیغمبرؑ کو پہنچائیں اور اپنی ضد پر اَڑ گئے، حضرت نوح علیہ السلام بطور شکایت کے جناب باری میں عرض کرتے ہیں کہ خدایا میں نے تیرے حکم کی پوری طرح سے تعمیل کی، تیرے فرمان عالیشان کے مطابق نہ دن کو دن سمجھا نہ رات کو رات بلکہ ہر وقت انھیں راہِ راست کی دعوت دیتا رہا لیکن اسے کیا کروں کہ جس دل سوزی سے میں انھیں نیکی کی طرف بلاتا رہا وہ اسی سختی سے مجھ سے بھاگتے رہے حق سے روگردانی کرتے رہے، یہاں تک ہوا کہ میں نے اُن سے کہا کہ آؤ رب کی سنو تاکہ رب بھی تمہیں بخشے لیکن اُنھوں نے میرے ان الفاظ کا سننا بھی گوارا نہ کیا۔ کان بند کر لئے، یہی حال کفارِ قریش کا تھا کہ کلام اللہ کو سننا بھی پسند نہیں کرتے تھے، جیسے ارشاد ہے وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ ٥ یعنی کافروں نے کہا اس قرآن کو نہ سنو اور جب یہ پڑھا جاتا ہو تو شور و غل کرو تاکہ تم غالب رہو۔ قوم نوحؑ نے جہاں اپنے کانوں میں انگلیاں ڈالیں وہاں اپنے منہ بھی کپڑوں سے چھپا لئے تاکہ وہ پہچانے بھی نہ جائیں، اور نہ کچھ سنیں، اپنے شرک و کفر پر ضد کے ساتھ مصر ہو گئے اور اتباعِ حق سے نہ صرف انکار کر دیا بلکہ اُس سے بے پرواہی کی اور اُسے حقیر جان کر تکبر سے پشت پھیر لی، حضرت نوحؑ فرماتے ہیں کہ عام لوگوں کے مجمع میں بھی میں نے اُنھیں کہا سنا باآواز بلند بھی، ان کے کان کھول دیئے اور بسا اوقات ایک ایک کو چپکے چپکے بھی سمجھایا، غرض کہ تمام طریقے اختیار کر لئے کہ یوں نہیں یوں سمجھ جائیں اور یوں نہیں تو یوں راہِ راست پر آجائیں، میں نے اُن سے کہا کہ کم از کم تم اپنی بدکاریوں سے توبہ ہی کر لو وہ غفّار ہے ہر جھکنے والے کی طرف توجہ فرماتا ہے اور خواہ اس سے کیسے ہی بدتر سے بدتر اعمال سرزد ہوئے ہوں ایک آن میں معاف فرما دیتا ہے اور یہی نہیں بلکہ

دنیا میں بھی وہ تمہیں تمہارے استغفار کی وجہ سے طرح طرح کی نعمتیں عطا فرمائیگا۔ اور درد و دکھ سے بچالے گا وہ تم پر خوب موسلا دھار بارش برسائیگا **ف** یہ یاد رہے کہ قحط سالی کے موقع پر جب نمازِ استسقاء کے لئے مسلمان نکلیں تو مستحب ہے کہ اس نماز میں اس سورت کو پڑھیں اس کی ایک دلیل تو یہی آیت ہے دوسرے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فعل بھی یہی ہے آپ سے نقل ہے کہ بارش مانگنے کے لئے جب آپ نکلے تو منبر پر چڑھ کر آپ نے خوب استغفار کیا اور استغفار والی آیتوں کی تلاوت کی جن میں ایک آیت یہ بھی تھی، پھر فرمانے لگے کہ بارش کو میں نے بارش کی تمام راہوں سے جو آسمان میں ہیں طلب کر لیا ہے یعنی وہ احکام ادا کئے ہیں جن سے خدا بارش نازل فرمایا کرتا ہے، حضرت نوحؑ فرماتے ہیں کہ اے میری قوم کے لوگو! اگر تم استغفار کروگے تو بارش کے ساتھ ہی ساتھ رزق کی برکت بھی تمہیں ملے گی۔ زمین و آسمان کی برکتوں سے تم مالامال ہو جاؤ گے کھیتیاں خوب ہوں گی جانوروں کے تھن دودھ سے پُر رہیں گے، مال و اولاد میں ترقی ہوگی، قسم قسم کے پھلوں سے لدے پھندے باغات تمہیں نصیب ہوں گے جن کے درمیان ہر طرف صاف اور بابرکت پانی کی ریل پیل ہوگی، ہر طرف نہریں اور دریا جاری ہو جائیں گے عہ اس طرح رغبتیں دلا کر پھر ذرا خوف زدہ بھی کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم خدا کی عظمت کے قائل کیوں نہیں ہوتے؟ اس کے عذاب سے بے باک کیوں ہو گئے ہو؟ دیکھتے نہیں کہ خدا تعالیٰ نے تمہیں کن کن حالات میں کس کس لوٹ پھیر کے ساتھ پیدا کیا ہے؟ پہلے پانی کی بوند پھر جامد خون پھر گوشت کا لوتھڑا پھر اور صورت پھر اور حالت وغیرہ۔ اسی طرح دیکھو کہ اس نے ایک پر ایک اس طرح آسمان پیدا کئے خواہ وہ صرف سُننے ہی سے معلوم ہوئے ہوں یا ان وجوہ سے معلوم ہوئے ہوں جو محسوس ہیں جو ستاروں کی چال اور ان کے کسوف (گہن) سے سمجھی جا سکتی ہیں، جیسے کہ اس علم والوں کا بیان ہے گو اس میں بھی ان کا سخت تر اختلاف ہے کہ کواکب چلنے پھرنے والے بڑے بڑے سات ہیں ایک ایک کو بے نور کر دیتا ہے، سب سے قریب آسمانِ دنیا میں تو چاند ہے جو دوسروں کو ماند کئے ہوئے ہے اور دوسرے آسمان پر عطارد ہے تیسرے آسمان میں زہرہ ہے چوتھے آسمان میں سورج ہے، پانچویں آسمان میں مریخ ہے۔ چھٹے آسمان میں مشتری ہے، ساتویں آسمان میں زحل ہے اور باقی کواکب جو ثوابت ہیں وہ آٹھویں آسمان میں ہیں جس کا نام یہ لوگ فلکِ ثوابت رکھتے ہیں، اور ان میں سے جو شرع والے ہیں وہ اسے کرسی کہتے ہیں، اور نواں فلک ان کے نزدیک اطلس اور اثیر ہے جس کی حرکت ان کے خیال میں اور افلاک کی حرکت کے خلاف ہے اس لئے کہ دراصل اس کی حرکت اور حرکتوں کا مبدأ ہے وہ مغرب سے مشرق کی طرف حرکت کرتا ہے اور باقی سب آسمان مشرق سے مغرب کی طرف اور انہی کے ساتھ کواکب بھی گھومتے پھرتے رہتے ہیں، لیکن سیاروں کی حرکت افلاک کی حرکت کے بالکل برعکس ہے وہ سب مغرب سے مشرق کی طرف حرکت کرتے ہیں اور ان میں کا ہر ایک اپنے آسمان کا چکر خدا تعالیٰ کی تعین کے مطابق کرتا ہے چاند تو ہر ماہ میں ایک بار، سورج ہر سال میں ایک بار، زحل ہر تیس سال میں ایک مرتبہ، مدت کی یہ کمی بیشی باعتبار آسمان کی لمبائی چوڑائی کے ہے، ورنہ سب کی حرکت سرعت میں بالکل مناسبت رکھتی ہے، یہ ہے خلاصہ ان کی تمام تر باتوں کا جس میں ان میں آپس میں بھی بہت کچھ اختلاف ہے نہ ہم اسے یہاں ذکر کرنا چاہتے ہیں نہ اس کی تحقیق و تفتیش سے اس وقت کوئی غرض ہے، مقصود صرف اس قدر ہے کہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے سات آسمان بنائے ہیں اور وہ اوپر تلے ہیں، پھر ان میں سورج چاند کو پیدا کیا ہے۔ دونوں کی چمک دمک اور روشنی اور اُجالا الگ الگ ہے جس سے دن رات کی تمیز ہو جاتی ہے، پھر چاند کی مقررہ منزلیں اور بروج ہیں۔ پھر اس کی روشنی گھٹتی بڑھتی رہتی ہے اور ایسا وقت بھی آتا ہے کہ وہ بالکل چھپ جاتا ہے اور ایسا وقت بھی آتا ہے کہ وہ اپنی پوری روشنی کے ساتھ ہوتا ہے جس سے مہینے اور سال معلوم ہوتے ہیں، جیسے فرمان ہے۔ هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً الخ خدا وہ ہے جس نے سورج چاند خوب روشن اور چمکدار بنائے اور چاند کی منزلیں مقرر کر دیں تاکہ تمہیں

عہ اس سے معلوم ہوا کہ طاعت و عبادت دنیا میں بھی راحت و آسودگی کا غالبًا باعث ہوتی ہے لیکن یہ کوئی کلیہ نہیں جس کے خلاف ہی نہ ہو بعض خدا تعالیٰ کے مقبول اور برگزیدہ بندے، دنیاوی زندگی میں سخت پریشانیاں اٹھاتے ہیں جیسا کہ خود حضرات انبیاء علیہم السلام۔ اور کافر دنیا میں مزے اڑاتے ہیں بہرحال خدا تعالیٰ اپنی مصلحت و علم کے مطابق بندوں کے ساتھ معاملہ فرماتے ہیں۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ خاصانِ خدا کو پریشانیوں میں قلبی اطمینان حاصل رہتا ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی راحت نہیں۔

سال اور حساب معلوم ہو جائیں، ان کی پیدائش حق ہی کے ساتھ ہے۔ عالموں کے سامنے قدرت خدا کے یہ نمونے الگ الگ موجود ہیں، پھر فرمایا "خدا تعالیٰ نے تمہیں زمین سے اُگایا" اس تعبیر نے مضمون کو بے حد لطیف کر دیا۔ پھر تمہیں مار ڈالنے کے بعد اسی میں لوٹائے جائیگا۔ پھر قیامت کے دن اسی سے تمہیں نکالے گا، جیسے اول دفعہ پیدا کیا تھا، اور اللہ تعالیٰ نے زمین کو تمہارے لئے فرش بنا دیا اور وہ ہلے جلے نہیں اسلئے اس پر مضبوط پہاڑ گاڑ دیئے، اسی زمین کے کشادہ راستوں پر تم چلتے پھرتے ہو اسی پر رہتے سہتے ہو، اِدھر سے اُدھر جاتے آتے ہو۔ غرض حضرت نوح علیہ السلام کی یہ ہے کہ عظمت خدا اور قدرت خدا کے نمونے اپنی قوم کے سامنے رکھ کر انہیں آمادہ کر رہے ہیں کہ زمین و آسمان کی برکتوں کے دینے والے ہر چیز کے پیدا کرنے والے عالیشان قدرت کے رکھنے والے رازق خالق خدا کا کیا تم پر اتنا بھی حق نہیں کہ تم اسی کی عبادت کرو۔ اُس کا لحاظ رکھو اور اُس کے کہنے سے اُس کے سچے نبیؐ کی راہ اختیار کرو؟ تمہیں ضرور چاہیے کہ صرف اُسی کی عبادت کرو کسی اور کو معبود برحق نہ جانو اُس جیسا اُس کا شریک اُس کا ساجھی اُس کا مثیل کسی کو نہ جانو، اُسے جورو جاتے سے، بیٹوں پوتوں سے، وزیر و مشیر سے، عدیل و نظیر سے، پاک مانو، اُسی کو بلند و بالا اور عظیم و اعلیٰ جانو۔

ع ① قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا

(اور یہ سب حکایت عرض کر کے)، نوح (علیہ السلام) نے (پھر) کہا کہ اے میرے پروردگار ان لوگوں نے میرا کہنا نہیں مانا اور ایسے شخصوں کی پیروی کی کہ جن کے مال

وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا ② وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا

اور اولاد نے ان کو نقصان ہی زیادہ پہنچایا اور (اُن لوگوں نے جن کا اتباع کیا ہے وہ ایسے ہیں کہ) جنہوں نے (حق مٹانے میں) بڑی بڑی تدبیریں کیں اور جنہوں نے (اپنے تابعین سے) کہا کہ

وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ③ وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا ④

تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ (بالخصوص) وَد کو اور نہ سواع کو اور نہ یغوث کو اور یعوق کو اور نسر کو چھوڑنا اور ان (رئیس) لوگوں نے بہتوں کو (بہکا بہکا کر) گمراہ کر دیا اور (اور اب آپ) ان ظالموں کی گمراہی اور بڑھا دیجئے

قوم کی سرکشی اور خدا کے پیغمبر کے تاثرات

حضرت نوح نبی علیہ السلام نے اپنی گزشتہ شکایتوں کے ساتھ ہی جناب باری میں اپنی قوم کے لوگوں کی اس روش کو بھی بیان کیا کہ میری پکار کو جو ان کے لئے سراسر نفع بخش تھی انہوں نے کان تک نہ لگایا، ہاں اپنے مالداروں اور عیش پرستوں کی مان لی جو تیرے امر سے بالکل غافل تھے اور مال و اولاد کے پیچھے مست تھے، گو فی الواقع وہ مال و اولاد بھی اُن کے لئے سراسر وبالِ جان تھا۔ کیونکہ ان کی وجہ سے وہ پھولتے تھے، اور خدا کو بھولتے تھے اور زیادہ نقصان میں اُترتے جاتے تھے، وَلَدُهٗ کی دوسری قرأت وَلْدُهٗ بھی ہے اور ان رئیسوں نے جو مال و جاہ والے تھے ان سے بڑی مکاری کی، کُبّار، کِبار دونوں معنے میں کبیر کے ہیں، یعنی بہت بڑا، قیامت کے دن بھی یہ لوگ یہی کہیں گے کہ تمہارا کام دن رات مکاری سے ہمیں کفر و شرک کا حکم کرنا تھا، اور ان بڑوں نے ان چھوٹوں سے کہا کہ اپنے ان بتوں کو جنہیں تم پوجتے رہے ہو ہرگز نہ چھوڑنا، صحیح بخاری شریف میں ہے کہ قوم نوحؑ کے بتوں کو کفار عرب نے لے لیا، دومۃ الجندل میں قبیلہ کلب وَدّ کو پوجتے تھے، ہذیل قبیلہ سواع کا پرستار تھا، اور قبیلہ مراد پھر قبیلہ بنو غطیف جو جرف کے رہنے والے تھے یہ شہر سبا ستی کے پاس ہے یغوث کی پوجا کرتا تھا، ہمدان قبیلہ یعوق کا پجاری تھا۔ آل ذی کلاع کا قبیلہ حمیر نسر بت کا ماننے والا تھا، یہ سب بت دراصل قوم نوحؑ کے صالح بزرگ اولیاء اللہ لوگ تھے۔

---

۵ بعض اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ "وَدّ" مردانہ قوت، عشق و محبت کا دیوتا تھا، اہل عرب اس سے خاص دلچسپی رکھتے اور اس کے نام پر اپنی اولاد کا نام رکھتے چنانچہ عبد وَدّ نام خاص طور پر اکثر کا ہوتا۔ سواع، محبوبیت اور جمال کی دیوی تھی اس کی تصویر بھی عورت ہی کی شکل و صورت میں تیار کی گئی تھی۔ یغوث، یہ قوت جسمانی کا دیوتا تھا۔ شیر اور بیل کی شکل میں اس کا بت تیار کیا گیا تھا۔ "یعوق" یہ دوڑ بھاگ کا دیوتا تھا اس کی مورت گھوڑے کی شکل میں بنائی گئی تھی (باقی حاشیہ صفحہ ۴۶ پر)

ان کے انتقال کے بعد شیطان نے اُس زمانہ کے لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈالی کہ ان بزرگوں کی عبادت گاہوں میں اُن کی کوئی یادگار قائم کریں، چنانچہ انھوں نے وہاں نشان بنا دیئے۔ اور ہر بزرگ کے نام پر انھیں مشہور کیا جب تک یہ لوگ زندہ رہے تب تک تو اُس جگہ کی پرستش نہ ہوئی، لیکن ان نشانات اور یادگار قائم کرنے والے لوگوں کے مرجانے کے بعد اور علم کے اُٹھ جانے کے بعد جو لوگ آئے بوجہ جہالت کے اُنھوں نے باقاعدہ اُن جگھوں کی اور اُن ناموں کی پُوجا پاٹ شروع کردی[عہ]، حضرت عکرمہؒ، حضرت ضحاکؒ، حضرت قتادہؒ، حضرت ابن اسحٰقؒ بھی یہی فرماتے ہیں۔ حضرت محمد بن قیسؒ فرماتے ہیں یہ بزرگ عابد اللہ والے اولیاء اللہ حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ کے سچے تابع فرمان صالح لوگ تھے جن کی پیروی اور لوگ بھی کرتے تھے جب یہ وفات پاگئے تو ان کے معتقدوں نے کہا کہ اگر ہم ان کی تصویریں بنالیں تو ہمیں عبادت میں خوب دلچسپی رہے گی اور شوقِ عبادت ان بزرگوں کی صورتیں دیکھکر بڑھتا رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ جب یہ لوگ بھی ختم ہوگئے اور ان کی نسلیں آئیں تو شیطان نے انھیں یہ سمجھایا کہ تمہارے بڑے تو ان کی پُوجا پاٹ کرتے تھے اور انھیں سے بارش وغیرہ کی دُعا مانگتے تھے، چنانچہ انھوں نے اب باقاعدہ ان بزرگوں کی تصویروں کی پرستش شروع کردی، حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیث علیہ السلام کے قصے میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے چالیس بچے تھے، بیس لڑکے بیس لڑکیاں، ان میں سے جن کی بڑی عمریں ہوئیں اُن میں ہابیل، قابیل، صالح اور عبد الرحمٰن تھے جن کا پہلا نام عبد الحارث تھا اور وَدّ تھا جنھیں شیث اور ہبۃ اللہ بھی کہا جاتا ہے، تمام بھائیوں نے سرداری انہی کو دے رکھی تھی، ان کی اولاد یہ چاروں تھے، یعنی سُواع، یغوث، یعوق اور نسر، حضرت عروہ بن زبیرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی بیماری کے وقت ان کی اولاد وَدّ، یغوث یعوق سُواع اور نسر تھی، وَدّ ان سب میں بڑا اور سب سے نیک سلوک تھا، ابن ابی حاتم میں ہے کہ ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ نماز پڑھ رہے تھے اور لوگوں نے یزید بن مہلب کا ذکر کیا آپ نے فارغ ہو کر فرمایا سنو وہ وہاں قتل کیا گیا جہاں سب سے پہلے غیر اللہ کی پرستش ہوئی، واقعہ یہ ہوا کہ ایک دیندار ولی اللہ مسلمان جسے لوگ بہت چاہتے تھے اور بڑے معتقد تھے وہ مرگیا، یہ لوگ مجاور بن کر اُس کی قبر پر بیٹھ گئے اور رونا پیٹنا اور اُسے یاد کرنا شروع کیا اور بڑے بے چین اور مصیبت زدہ ہو گئے، ابلیس لعین نے یہ دیکھ کر انسانی صورت میں ان کے پاس آکر ان سے کہا کہ اس بزرگ کی یادگار کیوں قائم نہیں کر لیتے؟ جو ہر وقت تمہارے سامنے رہے اور تم اُسے نہ بھولو، سب نے اس رائے کو پسند کیا ابلیس نے اُس بزرگ کی تصویر بنا کر ان کے پاس کھڑی کردی جسے دیکھ دیکھ کر یہ لوگ اُسے یاد کرتے تھے، اور اُس کی عبادت کے تذکرے رہتے تھے، جب وہ سب اس میں مشغول ہو گئے تو ابلیس نے کہا کہ تم سب کو یہاں آنا پڑتا ہے اسلئے یہ بہتر ہوگا کہ میں اس کی بہت سی تصویریں بنا دوں تم انھیں اپنے اپنے گھروں میں رکھ لو وہ اس پر بھی راضی ہوگئے اور یہ بھی ہو گیا، اب تک صرف یہ تصویریں اور یہ بُت بطورِ یادگار کے ہی تھے مگر ان کی دوسری پشت میں جاکر براہِ راست ان ہی کی عبادت ہونے لگی، اصل واقعہ سب فراموش کر گئے اور اپنے باپ دادوں کو بھی ان کی عبادت کرنے والا سمجھکر خود بھی بُت پرستی میں مشغول ہوگئے ان کا نام وَدّ تھا اور یہی وہ پہلا بُت ہے جس کی پُوجا خدا کے سوا کی گئی، انھوں نے بہت مخلوق کو گمراہ کیا اُس وقت سے لیکر اب تک عرب عجم میں خدا کے سوا دوسروں کی پرستش شروع ہو گئی اور مخلوق خدا بہک گئی، چنانچہ خلیل اللہ علیہ السلام اپنی دُعا میں عرض کرتے ہیں کہ اے میرے رب! مجھے اور میری اولاد کو بُت پرستی سے بچا خدایا! انھوں نے اکثر مخلوق کو گمراہ کر دیا ہے۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کے لئے بد دُعا کرتے ہیں[عہ]۔ کیونکہ ان کی سرکشی ضد اور عداوتِ حق خوب ملاحظہ فرما چکے تھے تو کہتے ہیں کہ خدایا انھیں گمراہی میں

(باقی حاشیہ ص ۴۵ کا) "نسر" دوربینی اور تیز نگاہی کا دیوتا اس کی شکل، باز جانور کی طرح ڈھالی گئی تھی، آج ہندوستان میں انہیں شکلوں میں بت ہر بتخانہ میں تقریباً موجود ہیں۔ عہ آنکھیں کھول کر پڑھیں اس واقع کو ہمارے قبر پرست گمراہ بھائی۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرات علماء کی مسلسل کوششیں ان بدعات کے خلاف جاری نہ رہتیں تو یقیناً کم از کم ہندوستان میں بھی مسلمانوں کا گمراہ اس حد تک ہو جانا کچھ بعید نہ تھا۔ عہ یہ بددعا باقی ص ۴۷ پر

اور بڑھادے، جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور فرعونیوں کے لئے بددعا کی تھی۔ کہ اے پروردگار ان کے مال تباہ کردے اور ان کے دل سخت کردے انھیں ایمان لانا نصیب نہ ہو جب تک کہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں، چنانچہ نوحؑ کی دعا قبول ہوتی ہے اور قوم نوحؑ بہ سبب اپنی تکذیب کے غرق کردی جاتی ہے:۔

مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ⑤ وَقَالَ

(ان لوگوں کا انجام یہ ہوا کہ) اپنی انہی گناہوں کے سبب وہ غرق کئے گئے پھر (بعد غرق) دوزخ میں داخل کئے گئے اور خدا کے سوا ان کو کوئی حمایتی بھی میسر نہ ہوئے

نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ⑥ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ

اور نوح (علیہ السلام) نے (یہ بھی) کہا کہ اے پروردگار کافروں میں سے زمین پر ایک باشندہ بھی مت چھوڑ (کیونکہ) اگر آپ انکو روئے زمین پر رہنے دیںگے تو

يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ⑦ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ

آپکے بندوں کو گمراہ ہی کردینگے اور (آگے بھی) ان کے محض فاجر اور کافر ہی اولاد پیدا ہوگی اے میرے رب مجھکو اور میرے ماں باپ کو اور جو

وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ

مؤمن ہونے کی حالت میں میرے گھر داخل ہیں ان کو (یعنی اہل و عیال باستثناء زوجہ و کنعان) اور تمام مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو

الْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ⑧ ع

بخش دیجئے اور ان ظالموں کی ہلاکت اور بڑھائیے

۲ ع ۸ ۱۰ النصف

خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ کی دوسری قرأت خَطَايَاهُمْ بھی ہے فرماتا ہے کہ اپنے گناہوں کی کثرت کی وجہ سے یہ لوگ ہلاک کردیئے گئے ان کی سرکشی ان کی ضد اور ہٹ دھرمی ان کی مخالفت و دشمنیٔ رسولؑ حد سے گذر گئی تو انھیں پانی میں ڈبو دیا گیا اور یہاں سے آگ کے گڑھے میں دھکیل دیئے گئے، اور کوئی نہ کھڑا ہوا جو انھیں ان عذابوں سے بچا سکتا، جیسے فرمان ہے لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ؐ یعنی آج کے دن عذاب خدا سے کوئی نہیں بچا سکتا صرف وہی نجات پائیگا جس پر خدا رحم کرے، نوح نبی علیہ السلام ان بدنصیبوں کی اپنے قادر و ذوالجلال خدا کی ڈیوڑھی پر اپنا ماتھا رکھکر فریاد کرتے ہیں اور اُس مالک سے ان پر آفت و عذاب نازل کرنے کی درخواست پیش کرتے ہیں کہ اب تو ان ناشکروں میں سے خدایا ایک کو بھی زمین پر چلتا پھرتا نہ چھوڑ، اور یہی ہوا بھی کہ سارے کے سارے غرقاب کردیئے گئے یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام کا سگا بیٹا جو باپ سے الگ رہا تھا وہ بھی نہ بچ سکا، سمجھا تو یہ تھا کہ پانی میرا کیا بگاڑے گا میں کسی بڑے پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا لیکن وہ پانی تو نہ تھا عذاب الٰہی تھا وہ تو غضب خدا تھا وہ تو بددعائے نوحؑ تھا اُس سے بھلا کون بچا سکتا تھا؟ پانی اُسے وہیں جالیتا ہے اور وہ اپنے باپ کے سامنے باتیں کرتا کرتا ڈوب مرتا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(باقی حاشیہ ص۴۶) اس وقت کی گئی تھی جب آپ کو وحی کے ذریعہ بتادیا گیا تھا کہ آپ کی قوم ایمان نہیں لائے گی پھر حضرت نوحؑ کی نظر میں یہ عضو فاسد تھا جس کا جسم سے کاٹنا اور علیحدہ کرنا ہی بہتر ہوتا ہے۔

نے فرمایا اگر طوفانِ نوحؑ میں خداوند تعالیٰ کسی پر رحم کرتا تو اس کے لائق وہ عورت تھی جو پانی کو اُبلتے اور برستے دیکھ کر اپنے بچے کو لے کر اُٹھ کھڑی ہو گئی تھی اور پہاڑ پر چڑھ گئی تھی۔ جب پانی وہاں بھی جا چڑھا تو بچے کو اُٹھا کر اپنے مونڈھے پر بٹھا لیا، جب پانی وہاں بھی پہنچ گیا۔ تو اس کو سر پر بٹھا لیا، جب پانی سر تک جا چڑھا تو اپنے بچے کو ہاتھوں میں لیکر سر سے بلند اُٹھا لیا، لیکن آخر پانی وہاں تک پہنچ گیا اور ماں بیٹا ڈوب گئے، پس اگر اس دن زمین کے کافروں میں سے کوئی بھی قابلِ رحم ہوتا تو یہ تھی مگر یہ بھی نہ بچ سکی نہ بچا سکی، یہ حدیث غریب ہے لیکن راوی اس کے سب ثقہ ہیں، **الغرض** روئے زمین کے کافر غرق کر دیئے گئے صرف وہ باایمان ہستیاں باقی رہیں جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ اُن کی کشتی میں تھیں اور بحکم خدا حضرت نوحؑ نے اُنھیں اپنے ساتھ اپنی کشتی میں سوار کر لیا تھا، چونکہ حضرت نوح علیہ السّلام کو سخت تلخ اور دیرینہ تجربہ ہو چکا تھا اسلئے اپنی نا اُمیدی کو ظاہر فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ خدایا میری چاہت ہے کہ ان تمام کفار کو برباد کر دیا جائے ان میں سے جو بھی باقی بچ رہیگا وہی دوسروں کی گمراہی کا باعث بنے گا اور جو نسل اُس کی پھیلے گی وہ بھی اُسی جیسی بدکار اور کافر ہوگی، ساتھ ہی اپنے لئے بخشش طلب کرتے ہیں، اور عرض کرتے ہیں کہ اے میرے رب! مجھے بخش، میرے والدین کو بخش اور ہر اُس شخص کو جو میرے گھر میں آجائے اور ہو بھی وہ باایمان، گھر سے مُراد مسجد . . . بھی لی گئی ہے، لیکن عام مراد یہی ہے، مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مؤمن ہی کے ساتھ اُٹھ بیٹھ رکھ اور صرف پرہیزگار ہی تیرا کھانا کھائیں، یہ حدیث ابوداؤد اور ترمذی بھی ہے، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صرف اسی اسناد سے یہ حدیث معروف ہے، پھر اپنی دعا کو عام کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمام ایماندار مردوں اور عورتوں کو بھی بخش خواہ زندہ ہوں خواہ مُردہ، اسی لئے مستحب ہے کہ ہر شخص اپنی دُعا میں دوسرے مؤمنوں کو بھی شامل رکھے تاکہ حضرت نوح علیہ السّلام کی اقتدا بھی ہو اور اُن حدیثوں پر بھی عمل ہو جائے جو اس بارے میں ہیں اور وہ دُعائیں بھی آجائیں جو منقول ہیں، پھر دعا کے خاتمہ پر کہتے ہیں کہ باری تعالیٰ ان کافروں کو تو تباہی بربادی ہلاکت اور نقصان میں ہی بڑھاتا رہ، دنیا و آخرت میں وہ برباد ہی رہیں۔ الحمد للہ سورۂ نوحؑ کی تفسیر بھی ختم ہوگئی

تفسیر سورۂ جن مکیّہ ۴

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّہُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ① یَّھْدِیْٓ

آپ (ان لوگوں سے) کہئے کہ میرے پاس اس بات کی وحی آئی ہے کہ جنات میں سے ایک جماعت نے قرآن سنا پھر (اپنی قوم میں واپس جا کر) انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک عجیب

اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِہٖ ؕ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ② وَّاَنَّہُ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ③

قرآن سنا ہے جو راہ راست بتلاتا ہے سو ہم تو اس پر ایمان لے آئے اور ہم (اب) اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے اور (انہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ) ہمارے پروردگار کی بڑی شان ہے

وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ﴿۴﴾ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ

اور ہم میں جو احمق ہوتے ہیں وہ اللہ کی شان میں حد سے بڑھی ہوئی باتیں کہتے تھے اور ہمارا تو پہلے یہ خیال تھا کہ انسان اور جنات کبھی خدا کی شان میں

وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۵﴾ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ

جھوٹ بات نہ کہیں گے اور بہت سے لوگ آدمیوں میں ایسے تھے کہ وہ جنات میں کے بعض لوگوں کی پناہ لیا کرتے تھے ان

الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ﴿۶﴾ وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ﴿۷﴾

آدمیوں نے ان جنات کی بددماغی اور بڑھا دی اور جیسا تم نے خیال کر رکھا تھا ویسا ہی آدمیوں نے بھی خیال کر رکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو دوبارہ زندہ نہ کریگا

رسول الثقلین کی تبلیغی کوشش اور جنات کا قبول اسلام

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ اپنی قوم کو اس واقعہ کی اطلاع دیجئے کہ جنوں نے قرآن کریم سنا اسے سچا مانا اس پر ایمان لائے اور اس کے مطیع بن گئے، تو فرماتا ہے کہ اے نبیؐ! تم کہو کہ میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے قرآن کریم سنا اور اپنی قوم میں جا کر خبر کی کہ آج ہم نے عجیب و غریب کتاب سنی جو سچا اور نجات کا راستہ بتلاتی ہے، ہم تو اسے مان چکے ناممکن ہے کہ اب ہم خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کی عبادت کریں، یہی مضمون ان آیتوں میں گزر چکا ہے وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ الخ یعنی جب کہ ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو تیری طرف لوٹایا تاکہ وہ قرآن سنیں، اور اس کی تفسیر احادیث کی روشنی میں وہیں ہم بیان کر چکے ہیں یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں، پھر یہ جنات اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ ہمارے رب کی قدرت اور اس کا امر بہت بلند و بالا ذی شان اور ذی عزت ہے، اس کی نعمتیں قدرتیں اور مخلوق پر مہربانیاں بہت ہیں، اس کی جلالت و عظمت بلند پایہ ہے اس کا جلال و اکرام بہت بڑھا چڑھا ہوا ہے اس کا ذکر بلند رتبہ ہے اس کی شان اعلیٰ ہے ایک روایت میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ جد کہتے ہیں باپ کو اگر جنات کو یہ علم ہوتا کہ انسانوں میں جد ہوتا ہے تو وہ خدا کی نسبت یہ لفظ نہ کہتے، یہ قول گو سنداً قوی ہے لیکن اس کا کوئی مطلب سمجھ میں نہیں آتا ممکن ہے کہ اس کے کچھ اجزاء چھوٹ گئے ہوں واللہ اعلم، پھر اپنی قوم سے کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اس سے پاک اور برتر ہے کہ اس کی بیوی ہو یا اس کی اولاد ہو، پھر کہتے ہیں کہ ہمارا بے وقوف یعنی شیطان خدا پر جھوٹ تہمت رکھتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مراد اس سے عام ہو یعنی جو شخص خدا تعالیٰ کی اولاد اور بیوی ثابت کرتا ہے بے عقل ہے جھوٹ بکتا ہے باطل عقیدہ رکھتا ہے اور ظالمانہ بات منہ سے نکالتا ہے، پھر فرماتے ہیں کہ ہم تو اسی خیال میں تھے کہ جن و انس خدا پر جھوٹ نہیں باندھ سکتے لیکن قرآن سن کر معلوم ہوا کہ دونوں جماعتیں رب العالمین پر تہمت رکھتی تھیں دراصل خدا تعالیٰ کی ذات اس عیب سے پاک ہے، پھر کہتے ہیں کہ جنات کے زیادہ بہکنے کا سبب یہ ہوا کہ وہ دیکھتے تھے کہ جب کبھی انسان کسی جنگل یا ویرانے میں جاتے ہیں تو جنات کی پناہ طلب کیا کرتے ہیں جیسے کہ جاہلیت کے زمانہ کے عرب کی عادت تھی کہ جب کبھی کسی پڑاؤ پر اترتے تو کہتے کہ اس جنگل کے بڑے جن کی پناہ میں ہم آتے ہیں اور سمجھتے تھے کہ ایسا کہہ لینے کے بعد تمام جنات کے شر سے ہم محفوظ ہو جاتے ہیں جس طرح کسی شہر میں جاتے تو وہاں کے بڑے رئیس کی پناہ لیتے تاکہ شہر کے اور دشمن لوگ انھیں ایذا نہ پہنچائیں، جنوں نے جب یہ دیکھا کہ انسان بھی ہماری پناہ لیتے ہیں تو ان کی سرکشی اور بڑھ گئی اور انھوں نے اور بری طرح انسانوں کو ستانا شروع کیا، اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ جنات نے یہ حالت دیکھ کر انسانوں کو اور خوف زدہ کرنا شروع کیا اور انھیں طرح طرح سے ستانے لگے، دراصل جنات انسانوں سے ڈرا کرتے تھے جیسے کہ انسان جنوں سے بلکہ اس سے بھی زیادہ، یہاں تک کہ جس جنگل بیابان میں انسان جا پہنچتا تھا تو وہاں سے جنات بھاگ کھڑے ہوتے تھے، لیکن جب سے اہل شرک نے خود ان سے پناہ مانگنی شروع کی اور کہنے لگے

کہ اس وادی کے سردار جن کی پناہ میں ہم آتے ہیں اس سے کہ ہمیں یا ہماری اولاد و مال کو ضرر پہنچے اب جنوں نے سمجھا کہ یہ تو خود ہم سے ڈرتے ہیں تو ان کی جرأت اور بڑھ گئی اور اب انھوں نے طرح طرح سے ڈرانا ستانا اور چھیڑنا شروع کر دیا وہ گناہ میں خوف میں اور طغیانی میں اور سرکشی میں اور بڑھ گئے۔ کردم بن ابو سائب انصاری کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ہمراہ مدینہ سے کسی کام کے لئے باہر نکلا، اس وقت حضورؐ کی بعثت ہو چکی تھی اور مکہ شریف میں آپ بحیثیت پیغمبرؐ ظاہر ہو چکے تھے رات کے وقت ہم ایک چرواہے کے پاس جنگل میں ٹھیر گئے آدھی رات کے وقت ایک بھیڑیا آیا اور بکری اٹھا کر لے بھاگا۔ چرواہا اس کے پیچھے دوڑا اور پکار کر کہنے لگا کہ اے اس جنگل کے آباد رکھنے والے تیری پناہ میں آیا ہوا شخص لٹ گیا ساتھ ہی ایک آواز آئی حالانکہ کوئی شخص نظر نہ آتا تھا کہ اے بھیڑیئے اس بکری کو چھوڑ دے تھوڑی دیر میں ہم نے دیکھا کہ وہی بکری بھاگی بھاگی آئی اور ریوڑ میں مل گئی اسے زخم بھی نہیں آیا تھا، یہی بیان اس آیت میں ہے کہ جو اللہ کے رسول پر مکہ میں اتری کہ بعض لوگ جنات کی پناہ مانگا کرتے تھے ایسا ممکن ہے کہ یہ بھیڑیا بن کر آنے والا بھی جن ہو^{ع۵} اور بکری کے بچے کو پکڑ لے گیا ہو اور چرواہے کی اس دہائی پر چھوڑ دیا ہو تاکہ چرواہے کو اور پھر اس کی بات سنکر اوروں کو اس بات کا یقین کامل ہو جائے کہ جنات کی پناہ میں آجانے سے نقصانات سے محفوظ رہتے ہیں اور پھر اس عقیدے کے باعث وہ اور گمراہ ہوں اور خدا کے دین سے خارج ہو جائیں، واللہ اعلم^{۵۱} یہ مسلمان جن اپنی قوم سے کہتے ہیں کہ اے جنو! جس طرح تمہارا گمان تھا اسی طرح انسان بھی اسی خیال میں تھے کہ اب اللہ تعالیٰ کسی رسول کو نہ بھیجے گا

وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ﴿۸﴾ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ

اور ہم نے آسمان (کی خبروں) کی تلاشی (موافق عادات سابقہ کے) لینا چاہا سو ہم نے اسکو سخت پہرے (یعنی محافظ فرشتوں) اور شعلوں سے بھرا ہوا پایا اور اسکے قبل) ہم آسمان

مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ﴿۹﴾ وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ

کی خبریں سننے کے موقعوں میں (خبر) سننے کے لئے جا بیٹھا کرتے تھے۔ سو جو کوئی اب سننا چاہتا ہے تو اپنے لئے ایک تیار شعلہ پاتا ہے۔ اور ہم نہیں جانتے کہ ان جدید

اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ﴿۱۰﴾

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث زمانے سے) زمین والوں کو کوئی تکلیف پہنچانا مقصود ہے یا ان کے رب نے ان کو ہدایت کرنے کا قصد فرمایا ہے

جنات پر پابندیاں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جنات آسمانوں پر جاتے کسی جگہ بیٹھتے اور کان لگا کر فرشتوں کی باتیں سنتے اور پھر آکر کاہنوں کو خبر دیتے تھے اور کاہن ان باتوں کو بہت کچھ بڑھا چڑھا کر اور ایک میں سو جھوٹ ملا کر اپنے ماننے والوں سے کہتے اب جب حضورؐ کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا اور آپؐ پر قرآن کریم نازل ہونا شروع ہوا تو آسمانوں پر زبردست پہرے بٹھا دیئے گئے اور ان شیاطین کو پہلے کی طرح وہاں جا بیٹھنے اور باتیں اڑا لانے کا موقع نہ رہا تاکہ قرآن کریم اور کاہنوں کا کلام خلط ملط نہ ہو جائے اور حق کے متلاشی کو دقت واقع نہ ہو، یہ مسلمان جنات اپنی قوم سے کہتے ہیں کہ پہلے تو ہم آسمان پر جا بیٹھتے تھے مگر اب تو سخت پہرے لگے ہوئے ہیں اور آگ کے شعلے تاک میں لگے ہوئے ہیں ایسے چھوٹ کر آتے ہیں کہ خطا ہی نہیں کرتے جلا جھلسا دیتے ہیں، اب ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس سے حقیقی مراد کیا ہے؟ اہل زمین کی کوئی برائی چاہی گئی ہے یا ان کے ساتھ ان کے رب کا ارادہ نیکی اور بھلائی کا ہے خیال کیجئے کہ یہ مسلمان جن کس قدر ادب داں تھے کہ برائی کی اسناد کے لئے کسی فاعل کا ذکر

ع۵ اور زیادہ صحیح یہ کہ شیطان ہو کیونکہ یہی ملعون انسان کو گمراہ کرنے کے لئے اس طرح کی صورتیں اختیار کرتا ہے۔

ع۵۱ یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ خدا کسی کو دوبارہ زندہ کر کے نہیں اٹھائیگا اور حساب کتاب نہیں ہوگا ۱۲ واللہ اعلم معہ ۱۲

نہیں کیا اور بھلائی کی اضافت خداوند تعالیٰ کی طرف کی اور کہا کہ دراصل آسمان کی اس حفاظت سے کیا مطلب ہے؟ اسے ہم نہیں جانتے، اسی طرح حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ خدایا تیری طرف سے شر اور برائی نہیں، ستارے اس سے پہلے بھی کبھی کبھی جھڑتے تھے لیکن اس کثرت سے ان کا آگ برسانا قرآن کریم کی حفاظت کے لئے ہوا تھا، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگہاں ایک ستارہ جھڑا اور بڑی روشنی ہو گئی تو آپؐ نے ہم سے دریافت فرمایا کہ پہلے اسے جھڑتا دیکھ کر تم کیا کہا کرتے تھے ہم نے کہا حضورؐ ہمارا خیال تھا کہ یا تو یہ کسی بڑے کے تولد پر جھڑتا ہے یا کسی بڑے کی موت پر، آپؐ نے فرمایا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جب کبھی کسی کام کا آسمان پر فیصلہ کرتا ہے الخ یہ حدیث پورے طور پر سورۂ سبا کی تفسیر میں گزر چکی ہے، دراصل ستاروں کا بکثرت گرنا جنات کا ان سے ہلاک ہونا آسمان کی حفاظت کا ...... بڑھ جانا ان کا آسمان کی خبروں سے محروم ہو جانا ہی اس امر کا باعث بنا کہ یہ نکل کھڑے ہوئے اور انھوں نے چاروں طرف تلاش شروع کر دی کہ کیا وجہ ہوئی جو ہمارا آسمانوں پر جانا موقوف ہو گیا، چنانچہ ان میں سے ایک جماعت کا گزر عرب میں ہوا اور یہاں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح کی نماز میں قرآن شریف پڑھتے ہوئے سنا اور سمجھ گئے کہ اس نبی کی بعثت اور اس کلام کا نزول ہی ہماری بندش کا سبب ہے، پس خوش نصیب سمجھدار جن تو مسلمان ہو گئے باقی اور جنات کو ایمان نصیب نہ ہوا، سورۂ احقاف کی آیت :- وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ ۝ میں اس کا پورا بیان گزر چکا ہے، ستاروں کا جھڑنا، آسمان کا محفوظ ہو جانا، جنات ہی کے لئے نہیں بلکہ انسانوں کے لئے بھی ایک خوفناک علامت تھی وہ گھبرا رہے تھے اور منتظر تھے کہ دیکھئے کیا نتیجہ ہو؟ اور عموماً انبیاء کی تشریف آوری اور دین اللہ کے اظہار کے وقت ایسا ہوتا بھی تھا، حضرت سدیؒ فرماتے ہیں کہ شیطان اس سے پہلے آسمانی بیٹھکوں میں بیٹھ کر فرشتوں کی آپس کی باتیں اڑا لایا کرتے تھے جب حضورؐ پیغمبر بنائے گئے تو ایک رات ان شیاطین پر بڑی شعلہ باری ہوئی جسے دیکھ کر اہل طائف گھبرا گئے کہ شاید آسمان والے ہلاک ہو گئے، انھوں نے دیکھا کہ تابڑ توڑ ستارے ٹوٹ رہے ہیں شعلے اڑ رہے ہیں اور دور دور تک تیزی کے ساتھ جارہے ہیں انھوں نے غلام آزاد کرنے اپنے جانوروں کو راہ اللہ چھوڑنے شروع کر دیئے، آخر عبد یالیل بن عمرو بن عمیرؓ نے ان سے کہا کہ اے طائف والو! تم کیوں اپنے مال برباد کر رہے ہو؟ تم نجوم دیکھو اگر ستاروں کو اپنی اپنی جگہ پاؤ تو سمجھ لو کہ آسمان والے تباہ نہیں ہوئے بلکہ یہ سب کچھ انتظامات صرف ابن ابی کبشہ کے لئے ہو رہے ہیں۔ (اور اگر تم دیکھو کہ فی الحقیقت ستارے اپنی مقررہ جگہ پر نہیں ہیں تو بیشک اہل آسمان کو ہلاک شدہ مان لو، انھوں نے نجوم دیکھا تو ستارے سب اپنی اپنی مقررہ جگہ پر نظر آئے تب انھیں چین آیا شیاطین میں بھی بھاگ دوڑ مچ گئی، یہ ابلیس کے پاس آئے واقعہ کہہ سنایا تو ابلیس نے کہا میرے پاس ہر ہر علاقے کی مٹی لاؤ تو مٹی لائی گئی اس نے سونگھی اور سونگھ کر بتایا کہ اس کا باعث مکہ میں ہے، سات جنات نصیبین کے رہنے والے مکہ پہنچے یہاں حضور علیہ السلام مسجد حرام میں نماز پڑھا رہے تھے اور قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے جسے سن کر ان کے دل نرم ہو گئے، بہت ہی قریب ہو کر قرآن سنا پھر اس کے اثر سے مسلمان ہو گئے اور اپنی قوم کو بھی دعوت اسلام دی[1]۔ الحمد للہ ہم نے اس تمام واقعہ کو پورا پورا اپنی کتاب السیرت میں حضورؐ کی نبوت کے آغاز کے بیان میں لکھا ہے، واللہ اعلم ؛

فَاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ⑪ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ

اور ہم میں (پہلے سے بھی) بعضے نیک (ہوتے آئے) ہیں اور بعضے اور طرح کے (ہوتے آئے) ہیں ہم مختلف طریقوں پر تھے اور (ہمارا طریقہ تو یہ تھا کہ) ہم نے سمجھ لیا تھا کہ

اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِى الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ⑫ وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا

ہم زمین (کے کسی حصہ) میں (جا کر) اللہ تعالیٰ کو ہرا نہیں سکتے اور نہ (اور کہیں) بھاگ کر اس کو ہرا سکتے ہیں اور ہم نے جب ہدایت کی بات سن لی تو ہم نے تو اس کا

---

[1] قرآن مجید کے متن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب باتیں جنات حضورؐ سے کہہ رہے ہیں اپنی قوم سے نہیں، ہاں البتہ سورۂ احقاف میں جو جنوں کا ذکر ہے اس میں ان کے اپنی قوم کو اسلام کی طرف دعوت دینے کا ذکر ہے، اس سے اگلا مضمون بھی ملاحظہ ہو۔ واللہ اعلم۔ مص ۔ ۱۲

الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ۭ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ⑬ وَّاَنَّا

یقین کر لیا سو ہماری طرح جو شخص اپنے رب پر ایمان لے آویگا تو اس کو نہ کسی کمی کا اندیشہ ہوگا اور نہ زیادتی کا اور ہم میں بعضے

مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ۭ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰۗىِٕكَ تَحَرَّوْا

تو مسلمان (ہو گئے) ہیں اور بعضے ہم میں (بدستور سابق) بے راہ ہیں سو جو شخص مسلمان ہو گیا انھوں نے تو بھلائی کا رستہ

رَشَدًا ⑭ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ⑮ وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَي

ڈھونڈ لیا اور جو بے راہ ہیں دوزخ کا ایندھن ہیں اور (مجملہ ان مضامین کی یہ بھی وحی ہوئی کہ) اگر یہ (مکہ والے) لوگ (سیدھے) رستہ پر

الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّاۗءً غَدَقًا ⑯ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا

قائم ہو جاتے تو ہم ان کو فراغت کے پانی سے سیراب کرتے تاکہ اس میں ان کا امتحان کریں اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد (یعنی ایمان و طاعت) سے روگردانی کریگا اللہ تعالیٰ اسکو سخت عذاب میں

مختلف فرقے

جنات اپنی قوم کا اختلاف بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم میں نیکوکار بھی ہیں اور بدکار بھی ہیں ہم مختلف راہوں پر لگے ہوئے تھے، حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "ایک جن ہمارے پاس آیا کرتا تھا میں نے ایک مرتبہ اُس سے پوچھا کہ تمام کھانوں میں سے تمھیں کونسا کھانا پسند ہے؟ اُس نے کہا چاول، میں نے لا دیئے تو دیکھا کہ لقمہ برابر اُٹھ رہا ہے لیکن کھانے والا کوئی نظر نہیں آتا میں نے پوچھا جو خواہشات ہم میں ہیں کیا وہ تم میں بھی ہیں؟ اُس نے کہا ہاں ہیں، میں نے پھر پوچھا کہ رافضی تم میں کیسے گنے جاتے ہیں؟ اس نے کہا بدترین، حافظ ابوالحجاج مزیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے ابن عساکر میں ہے کہ حضرت عباس بن احمد دمشقیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے رات کے وقت ایک جن کو اشعار میں یہ کہتے سنا کہ "دل خدا کی محبت سے پُر ہو گئے ہیں، یہاں تک کہ مشرق و مغرب میں اس کی جڑیں جم گئی ہیں، اور وہ حیران و پریشان ادھر اُدھر خدا کی محبت میں پھر رہے ہیں جو اُن کا رب ہے اُنھوں نے مخلوق سے تعلقات کاٹ کر اپنے تعلقات خدا سے وابستہ کر لئے ہیں" پھر کہتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہو چکا کہ خدا کی قدرت ہم پر حاکم ہے ہم اُس سے نہ بھاگ کر بچ سکیں گے نہ کسی اور طرح اُسے عاجز کر سکیں گے، اب فخریہ کہتے ہیں کہ "ہم تو ہدایت نامے کو سنتے ہی اُس پر ایمان لا چکے" فی الواقع ہے بھی یہ فخر کا مقام اس سے زیادہ شرف اور فضیلت اور کیا ہو سکتی ہے کہ رب کا کلام فوری اثر کرے، پھر کہتے ہیں کہ مومن کے نہ تو عمل نیک ضائع ہوں گے نہ اُس پر خواہ مخواہ کی بُرائیاں لادی جائیں گی، جیسے اور جگہ ہے فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا یعنی نیکوکار مومن کو ظلم و نقصان کا ڈر نہیں، پھر کہتے ہیں کہ ہم میں بعض تو مسلمان ہیں اور بعض حق سے ہٹے ہوئے اور عدل کو چھوڑے ہوئے ہیں، مسلمان نجات کے متلاشی ہیں اور ظالم جہنم کی لکڑیاں اور ایندھن ہیں، اس کے بعد کی آیت وَاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا الخ کے دو مطلب بیان کئے گئے ہیں، ایک تو یہ کہ اگر تمام لوگ اسلام پر اور راہِ راست پر اور اطاعت خدا پر جم جاتے تو ہم اُن پر بکثرت بارشیں برساتے اور خوب وسعت سے روزیاں دیتے، جیسے اور جگہ ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ الخ یعنی اگر یہ توراۃ و انجیل اور آسمانی کتابوں پر سیدھے اُترتے تو انھیں آسمان و زمین سے روزیاں ملتیں، اور فرمان ہے۔ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ یعنی اگر بستی والے ایمان لے آتے اور اس طرح متقی بن جاتے تو ہم اُن پر آسمان و زمین کی برکتیں کھول دیتے، یہ اس لئے کہ ان کی پختہ جانچ ہو جائے کہ ہدایت پر کون جما رہتا ہے اور کون پھر سے گمراہی کی طرف لوٹ جاتا ہے، حضرت مقاتلؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کفار قریش کے بارے میں اُتری ہے جب کہ اُن پر سات سال کا قحط پڑا تھا، دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر یہ سب کے سب گمراہی پر جم جاتے تو اُن پر رزق کے دروازے کھول دیئے جاتے تاکہ یہ خوب مست ہو جائیں اور خدا کو بھول جائیں، اور بدترین سزاؤں کے قابل ہو جائیں، جیسے فرمانِ باری ہے فَلَمَّا نَسُوْا الخ یعنی جب

وہ نصیحتیں بھلا بیٹھے تو ہم نے بھی اُن پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے جس کی وجہ سے وہ خدا تعالیٰ سے بالکل غافل ہو گئے۔ اور ناگہاں ہم نے اُنھیں پکڑ لیا اور پھر وہ مایوس ہو گئے، اسی طرح کی آیت اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّھُمْ الخ بھی ہے، پھر فرماتا ہے کہ جو بھی اپنے رب کے ذکر سے بے پرواہی برتے گا اُس کا رب اُسے دردناک سخت اور مہلک عذاب میں مبتلا کرے گا۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ صَعَدٌ جہنم کے ایک پہاڑ کا نام ہے اور حضرت سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں کہ جہنم کے ایک کنوئیں کا نام ہے!

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ

اور ان وحی شدہ مضامین میں سے ایک یہ ہے کہ جتنے سجدے ہیں وہ سب اللہ کا حق ہیں سو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کی عبادت مت کرو۔ اور جب خدا کا خاص بندہ (مراد رسول اللہ صلی اللہ

يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿۱۹﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ

۱ ع۱۹ ۱۱

علیہ وسلم ہیں) خدا کی عبادت کرنے کھڑا ہوتا ہے تو یہ کافر لوگ اس بندہ پر بھیڑ لگانے کو ہو جاتے ہیں آپ (ان کو) یہ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اپنے پروردگار کی عبادت کرتا ہوں اور

اَحَدًا ﴿۱﴾ قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿۲﴾ قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ

اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ میں تمہارے نہ کسی ضرر کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ کسی بھلائی کا۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر خدانخواستہ میں ایسا کروں تو

اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۳﴾ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ

مجھکو خدا (کے غضب) سے کوئی نہیں بچا سکتا اور نہ میں اس کے سوا کوئی پناہ (کی جگہ) پا سکتا ہوں۔ لیکن خدا کی طرف سے پہنچانا اور اس کے پیغاموں کا ادا کرنا یہ میرا کام ہے اور جو

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ﴿۴﴾ حَتّٰٓي اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ

لوگ اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہیں مانتے تو یقیناً ان لوگوں کے لئے آتش دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (لیکن یہ کفار اس جہالت سے باز نہ آئیں گے) یہاں تک کہ

فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ﴿۵﴾

جب اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے اس وقت جان لیں گے کہ کس کے مددگار کمزور ہیں اور کس کی جماعت کم ہے

مساجد اور اُن کی تعمیر سے مقاصد

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ اُس کی عبادت کی جگہوں کو شرک سے پاک رکھیں وہاں کسی دوسرے کا نام نہ پکاریں نہ کسی اور کو خدا کی عبادت و اطاعت میں شریک کریں، حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ اپنے گرجوں اور کنیسوں میں جا کر خدا کے ساتھ اوروں کو بھی شریک کرتے تھے تو اس اُمت کو حکم ہو رہا ہے کہ وہ ایسا نہ کریں بلکہ نبیؐ بھی اور اُمت بھی سب توحید والے رہیں، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کے وقت صرف مسجد اقصیٰ اور مسجد حرام تھیں، حضرت اعمشؒ نے اس آیت کی تفسیر یہ بھی بیان کی ہے کہ جنات نے حضور علیہ السلام سے اجازت چاہی کہ آپؐ کی مسجد میں ہم انسانوں کے ساتھ نماز ادا کریں تو گویا اُن سے کہا جا رہا ہے کہ نماز پڑھو لیکن انسانوں کے ساتھ خلط ملط نہ ہو، حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ جنوں نے حضورؐ سے عرض کیا کہ ہم تو دور دراز رہتے ہیں نمازوں میں آپؐ کی مسجد میں کیسے پہنچ سکیں گے؟ تو اُنھیں کہا جاتا ہے کہ مقصود نماز کا ادا کرنا اور صرف خدا ہی کی عبادت بجا لانا ہے خواہ کہیں ہو، حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت عام ہے اور تمام مساجد کو شامل ہے حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اعضائے سجدہ کے بارے میں

نازل ہوئی ہے یعنی جن اعضاء پر تم سجدہ کرتے ہو وہ سب اللہ ہی کے ہیں، پس تم ان اعضاء سے دوسرے کے لئے سجدہ کرنا حرام ہے صحیح حدیث میں ہے کہ مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے پیشانی اور ہاتھ کے اشارے سے ناک کو بھی اس میں شامل کر لیا۔ اور دونوں ہاتھ دونوں گھٹنے اور دونوں پہنچے٭ آیت لَمَّا قَامَ کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ جنات نے جب حضورؐ کی زبانی تلاوت قرآن سنی تو اس طرح آگے بڑھ بڑھ کر جھکنے لگے کہ گویا ایک دوسرے کے سروں پر چڑھے چلے جاتے ہیں، دوسرا مطلب یہ ہے کہ جنات اپنی قوم سے کہہ رہے ہیں کہ حضورؐ کے اصحابؓ کی اطاعت کی حالت یہ ہے کہ جب حضورؐ نماز کو کھڑے ہوتے ہیں اور آپؐ کے اصحابؓ پیچھے ہوتے ہیں تو برابر اطاعت و اقتداء میں آخر تک مشغول رہتے ہیں گویا ایک حلقہ ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں خدا تعالیٰ کی توحید کا اعلان کرتے ہیں تو کافر لوگ دانت چبا چبا کر الجھ جاتے ہیں، جنات و انسان مل جاتے ہیں کہ اس امر دین کو مٹا دیں اور اس کی روشنی کو چھپا دیں مگر خدا تعالیٰ کا ارادہ اس کے خلاف ہو چکا ہے، یہ تیسرا قول ہی زیادہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کے بعد ہی ہے کہ میں تو صرف اپنے رب کا نام پکارتا ہوں اور کسی اور کی عبادت نہیں کرتا، یعنی جب دعوت حق اور توحید کی آواز ان کے کان میں پڑی جو مدتوں سے غیر مانوس ہو چکی تھی تو ان کفار نے ایذا رسانی مخالفت اور تکذیب پر کمر باندھ لی اور حق کو مٹا دینا چاہا اور رسولؐ کی عداوت پر اجماع کر لیا اس وقت ان سے رسولؐ نے کہا کہ میں تو اپنے پالنے والے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت میں مشغول ہوں، میں اسی کی پناہ میں ہوں اسی پر میرا توکل ہے وہ ہی میرا سہارا ہے مجھ سے یہ توقع ہرگز نہ رکھو کہ میں کسی اور کے سامنے جھکوں یا اس کی پرستش کروں، میں تم جیسا انسان ہوں تمہارے نفع نقصان کا مالک میں نہیں ہوں میں تو خدا کا ایک غلام ہوں، اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوںؑ تمہاری ہدایت ضلالت کا مختار و مالک میں نہیں سب چیزیں خدا کے قبضے میں ہیں میں تو صرف پیغام رساں ہوں، اگر میں خود بھی خدا کی معصیت کروں تو خدا مجھے ضرور عذاب دیگا اور پھر کوئی مجھکو نہ بچا سکے گا، مجھے کوئی پناہ کی جگہ اس کے سوا نظر ہی نہیں آتی، میری حیثیت صرف مبلغ اور رسول کی ہے، بعض تو کہتے ہیں کہ اِلَّا کا استثنا لَآ اَمْلِكُ سے ہے یعنی میں نفع نقصان ہدایت ضلالت کا مالک نہیں میں تو صرف تبلیغ کرنے والا پیغام پہنچانے والا ہوں، اور ہو سکتا ہے کہ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ سے یہ استثناء ہو، یعنی خدا کے عذاب سے مجھے صرف میری رسالت کی ادائیگی ہی بچا سکتی ہے، جیسے اور جگہ ہے يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الخ یعنی " اے رسولؐ! تیری طرف جو تیرے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے اسے پہنچا دے اور اگر تو نے یہ نہ کیا تو تو نے حق رسالت ادا نہیں کیا، اللہ تعالیٰ تجھے لوگوں سے بچا لیگا٭ نافرمانوں کے لئے ہمیشگی والی جہنم کی آگ ہے جس میں سے نہ وہ نکل سکیں گے اور نہ بھاگ سکیں گے٭ جب یہ مشرکین جن و انس قیامت والے دن خوفناک عذاب کو دیکھ لیں گے اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ کمزور مددگاروں والا اور بے وقعت گنتی والا کون ہے؟ یعنی مؤمن موحد یا مشرک حقیقت یہ ہے کہ مشرکوں کا برائے نام بھی کوئی مدد کرنے والا اس دن نہ ہوگا اور خدا تعالیٰ کے لشکروں کے مقابلہ پر ان کی گنتی بھی گویا نہ ہوگی

قُلْ اِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْٓ اَمَدًا ۝ عٰلِمُ الْغَيْبِ

آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ مجھکو معلوم نہیں کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آیا وہ نزدیک (آنیوالی) ہے یا میرے پروردگار نے اس کے لئے کوئی مدت دراز مقرر کر رکھی ہے (اور) غیب

فَلَا يُظْهِرُ عَلٰي غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ

کا جاننے والا وہی ہے سو وہ اپنے غیب پر کسیکو مطلع نہیں کرتا ہاں مگر اپنے کسی برگزیدہ پیغمبر کو تو (اس طرح اطلاع دیتا ہے کہ) اس پیغمبر کے

عہ آیت اہل بدعت کے لئے خصوصی مطالبہ کی مستحق ہے جو کہ نہ صرف انبیاء علیہم السلام بلکہ اپنے جیسے ہی انسانوں کو کارساز، مشکل کشا قاضی الحاجات اور خدا جانے کیا کیا سمجھ بیٹھے ہیں۔

مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ⑧ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ

آگے اور پیچھے محافظ فرشتے بھیجدیتا ہے (اور یہ انتظام اسلئے کیا جاتا ہے) تاکہ (ظاہری طور پر) اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جاوے کہ ان فرشتوں نے اپنے پروردگار کے پیغام (رسول تک

رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ⑨ ع

بحفاظت) پہنچادیئے اور اللہ تعالیٰ ان (پہرہ داروں) کے تمام احوال کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور اس کو ہر چیز کی گنتی معلوم ہے

۲ ع ۹ ۱۲

آپؐ کہدیجئے اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ لوگوں سے کہدیں قیامت کب ہوگی اس کا علم مجھے نہیں، بلکہ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ اُس کا وقت قریب ہے یا دُور ہے اور لمبی مدت کے بعد آنے والی ہے، ف اس آیۂ کریمہ میں دلیل ہے اس امر کی کہ اکثر جاہلوں میں جو مشہور ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام زمین کے اندر کی چیزوں کا بھی علم رکھتے ہیں وہ بالکل غلط ہے اس روایت کی کوئی اصل نہیں محض جھوٹ ہے اور بالکل بے اصل روایت ہے ہم نے تو اسے کسی کتاب میں نہیں پایا، ہاں اس کے خلاف صاف ثابت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے قائم ہونے کا وقت پوچھا جاتا تھا اور آپؐ اُس کے معین وقت سے اپنی لاعلمی ظاہر کرتے تھے اعرابی کی صورت میں حضرت جبرئیل علیہ السّلام نے بھی آکر جب قیامت کے بارے میں سوال کیا تھا تو آپؐ نے صاف فرما دیا تھا کہ اس کا علم نہ پوچھنے والے کو ہے اور نہ اُسے ہے جس سے پوچھا جاتا ہے، ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک دیہات کے رہنے والے نے باواز بلند آپؐ سے دریافت کیا کہ حضورؐ قیامت کب آئیگی؟ آپؐ نے فرمایا وہ آئیگی ضرور اور بتا کہ تونے اُس کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اُس نے کہا میرے پاس روزے نماز کی کثرت تو نہیں البتہ اللہ و رسولؐ کی محبت ہے، آپؐ نے فرمایا پھر تو اُس کے ساتھ ہوگا جس سے تجھے محبت ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مسلمان کسی حدیث سے اس قدر خوش نہیں ہوئے جتنے اس حدیث سے ہوئے، اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ قیامت کا ٹھیک وقت آپؐ کو معلوم نہ تھا۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا اے لوگو! اگر تم کو کچھ علم ہے تو اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کیا کرو خدا کی قسم جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ یقیناً ایک وقت آنے والی ہے، یہاں بھی آپؐ اس کا کوئی مقررہ وقت نہیں بتلاتے۔ ابوداؤد میں کتاب الملاحم کے آخر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس اُمت کو کیا عجب ہے کہ آدھے دن تک کی مہلت دیدے، ایک اور روایت میں اتنا اور بھی ہے کہ حضرت سعدؓ سے پوچھا گیا کہ آدھے دن سے کیا مراد ہے؟ فرمایا پانچ سو سال: پھر فرماتا ہے خدا عالم الغیب ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر رسولوں میں سے جسے چُن لے اُس کو مطلع کر دیتا ہے، جیسے اور جگہ ہے وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ یعنی اُس کے علم میں سے کسی چیز کو نہیں گھیر سکتے (یعنی معلوم کر سکتے) مگر جو خدا چاہے، یعنی رسولؐ خواہ انسانوں میں سے ہوں خواہ فرشتوں میں سے ہوں جسے خدا جتنا چاہتا ہے بتلا دیتا ہے بس وہ اتنا ہی جانتے ہیں ف پھر اُس کی مزید تخصیص یہ ہوتی ہے کہ اُس کی حفاظت اور ساتھ ہی اُس علم کی اشاعت کے لئے جو خدا نے اسے دیا ہے اُس کے آس پاس ہر وقت نگہبان فرشتے مقرر رہتے ہیں، لِيَعْلَمَ کی ضمیر بعض نے تو کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے، یعنی حضرت جبرئیلؑ کے آگے پیچھے چار چار فرشتے ہوتے تھے تاکہ حضورؐ کو یقین آجائے کہ انھوں نے اپنے رب کا پیغام صحیح طور پر مجھے پہنچایا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مرجع ضمیر کا اہل شرک ہے، یعنی باری باری آنے والے فرشتے نبی اللہؐ کی حفاظت کرتے ہیں شیطان سے اور اُس کی ذریات سے تاکہ اہل شرک جان لیں کہ رسولوں نے رسالتِ خدا ادا کر دی ہے، یعنی رسولوں کے جھٹلانے والے بھی رسولوں کی رسالت کو جان لیں مگر اس میں ذرا نظر ہے، یعقوبؒ کی قرأت پیش کے ساتھ ہے، یعنی لوگ جان لیں کہ رسولوں نے تبلیغ کر دی، اور ممکن ہے کہ یہ مطلب ہو کہ اللہ تعالیٰ جان لے، یعنی وہ اپنے رسولوں کی اپنے فرشتے بھیجکر حفاظت کرتا ہے تاکہ وہ رسالت ادا کر سکیں اور وحی الٰہی محفوظ رکھ سکیں اور خدا جان لے کہ انھوں نے رسالت ادا کر دی، جیسے فرمایا وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَا الخ یعنی جس قبلہ پر تو تھا اُسے ہم نے صرف اس لئے مقرر کیا تھا کہ ہم رسولؐ کے سچے تابعداروں اور مرتدوں کو جان لیں اور جگہ ہے وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ یعنی اللہ تعالیٰ

ایمان والوں کو اور منافقوں کو برابر جان کر رہے گا (کہ مؤمن کون ہیں اور منافق کون ہیں) اور بھی اس قسم کی آیتیں ہیں مطلب یہ ہے کہ خدا پہلے ہی سے جانتا ہے لیکن اُسے ظاہر کر کے بھی جان لیتا ہے، اسی لئے یہاں اس کے بعد ہی فرمایا کہ ہر چیز اور سب کی گنتی خدا کے علم کے احاطہ میں ہے۔ الحمد للہ سورۂ جن کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔

تفسیر سُورۂ مُزّمّل مکیّہ

مسند بزار میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قریش دار الندوہ میں جمع ہو کر آپس میں کہنے لگے کہ آؤ مل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایسا نام تجویز کریں کہ سب کی زبان سے وہی نکلے تاکہ باہر کے لوگ ایک ہی آواز سُنکر جائیں، تو بعضوں نے کہا ان کا نام کاہن رکھو دوسروں نے کہا کہ درحقیقت وہ کاہن تو نہیں، کہا اچھا پھر ان کا نام مجنون رکھو اس پر اوروں نے کہا کہ وہ مجنون بھی نہیں، پھر بعضوں نے کہا ساحر نام رکھو لیکن کچھ بولے کہ وہ ساحر یعنی جادوگر بھی نہیں ہیں، غرض وہ کوئی ایسا بُرا نام تجویز نہ کر سکے جس پر سب کا اتفاق ہو اور یہ مجمع یوں ہی اُٹھ کھڑا ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ خبر سُنکر منہ لپیٹ کر کپڑا اوڑھ کر لیٹ رہے۔ جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور اسی طرح یعنی اے کپڑا لپیٹ کر اوڑھنے والے کہکر آپ کو مخاطب کیا، اس روایت کے ایک راوی مُعلّی بن عبد الرحمٰن سے گو اہل علم کی جماعت روایت لیتی ہے اور وہ اس سے حدیثیں نقل کرتے ہیں لیکن ان کی روایتوں میں بہت سی ایسی حدیثیں بھی ہیں جن پر ان کی مطابقت نہیں کی جاتی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

يٰۤاَيُّهَا الۡمُزَّمِّلُ ۙ ① قُمِ الَّيۡلَ اِلَّا قَلِيۡلًا ۙ ② نِّصۡفَهٗۤ اَوِ انْقُصۡ مِنۡهُ قَلِيۡلًا ۙ ③ اَوۡ زِدۡ

اے کپڑوں میں لپٹنے والے رات کو (نماز میں) کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی سی رات (کہ اس میں قیام نہ کرو بلکہ آرام کرو) یعنی نصف رات یا اس نصف کو کسی قدر کم کر دو یا نصف

عَلَيۡهِ وَرَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِيۡلًا ؕ ④ اِنَّا سَنُلۡقِىۡ عَلَيۡكَ قَوۡلًا ثَقِيۡلًا ⑤ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيۡلِ

سے کچھ بڑھا دو اور قرآن کو خوب صاف صاف پڑھو (کہ ایک ایک حرف الگ الگ ہو) ہم تم پر ایک بھاری کلام ڈالنے کو ہیں (مراد قرآن مجید ہے) بیشک رات کے اُٹھنے

هِىَ اَشَدُّ وَطۡـاً وَّاَقۡوَمُ قِيۡلًا ؕ ⑥ اِنَّ لَكَ فِى النَّهَارِ سَبۡحًا طَوِيۡلًا ؕ ⑦ وَاذۡكُرِ اسۡمَ رَبِّكَ

میں دل اور زبان کا خوب میل ہوتا ہے اور (دعا ہو یا قراءت پر) بات خوب ٹھیک نکلتی ہے بیشک تم کو دن میں بہت کام رہتا ہے (دنیوی بھی اور دینی بھی) اور

وَتَبَتَّلۡ اِلَيۡهِ تَبۡتِيۡلًا ؕ ⑧ رَبُّ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذۡهُ وَكِيۡلًا ⑨

اپنے رب کا نام یاد کرتے رہو اور سب سے قطع کر کے اسی کی طرف متوجہ رہو وہ مشرق و مغرب کا مالک ہے اس کے سوا کوئی قابل عبادت نہیں تو اسی کو اپنا کام سپرد کر دینے کیلئے قرار

کملی والے اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ راتوں کے وقت کپڑے لپیٹ کر سو رہنے کو چھوڑ دیں اور تہجد کی نماز کے قیام کو اختیار

ف: کیونکہ کفار مشرکین کی ان ہرزہ سرائیوں سے قدرتی طور پر آپ کو رنج ہوا غم والم کے عالم میں آپ اس طرح لیٹ گئے۔

کرلیں، جیسے فرمان ہے تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ ان کی کروٹیں بستروں سے الگ ہوتی ہیں اور اپنے رب کو خوف اور لالچ سے پکارتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے دیتے رہتے ہیں، حضورؐ پوری عمر اس حکم کی بجاآوری کرتے رہے تہجد کی نماز صرف آپؐ پر واجب تھی یعنی امت پر واجب نہیں ہے[ع۱]، جیسے اور جگہ ہے وَمِنَ الَّیْلِ فَتَھَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ الخ راتوں کو تہجد پڑھا کر یہ حکم نفل کے طور پر صرف تجھے ہے تیرا رب تجھے مقام محمود میں پہنچانے والا ہے، یہاں اس حکم کے ساتھ ہی مقدار بھی بیان فرمادی کہ آدھی رات یا کچھ کم و بیش، مزمل کے معنے سونے والے اور کپڑا لپیٹنے والے کے ہیں، اس وقت حضورؐ اپنی چادر اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اے قرآن کے اچھی طرح لینے والے تو آدھی رات تک تہجد میں مشغول رہا کر، یا کچھ بڑھا گھٹا دیا کر، اور قرآن شریف کو آہستہ آہستہ ٹھیر ٹھیر کر پڑھا کر تاکہ خوب سمجھا جائے، اس حکم کے بھی حضورؐ عامل تھے، حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ آپؐ قرآن کریم کو ترتیل کے ساتھ پڑھتے تھے جس سے بڑی دیر میں سورت ختم ہوتی تھی، گویا چھوٹی سی سورت بڑی سے بڑی ہوجاتی تھی، صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت انسؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرات کی کیفیت معلوم کی گئی تو آپ فرماتے تھے کہ خوب مد کھینچ کر کے حضورؐ پڑھا کرتے تھے پھر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ پڑھ کر سنائی جس میں لفظ اللہ پر لفظ رحمٰن پر لفظ رحیم پر مد کیا، ابن جریج میں ہے کہ ہر ہر آیت پر آپؐ پورا وقف فرمایا کرتے تھے، جیسے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ پڑھ کر وقف کرتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ پڑھ کر وقف کرتے، اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ پڑھ کر وقف کرتے، مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝ پڑھ کر ٹھیرتے، یہ حدیث مسند احمد، ابوداؤد اور ترمذی میں بھی ہے، مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ قرآن کے قاری سے قیامت کے دن کہا جائیگا کہ پڑھتا جا اور چڑھتا جا اور ترتیل سے پڑھ جیسے دنیا میں ترتیل سے پڑھا کرتا تھا، تیرا درجہ وہ ہے جہاں تیری آخری آیت ختم ہو، یہ حدیث ابوداؤد، ترمذی اور نسائی میں بھی ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے حسن صحیح کہتے ہیں، ہم نے اس تفسیر کے شروع میں وہ احادیث ذکر کردی ہیں جو ترتیل کے مستحب ہونے اور اچھی آواز سے قرآن پڑھنے پر دلالت کرتی ہیں۔ جیسے وہ حدیث جس میں ہے کہ قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کرو، اور وہ شخص ہم میں سے نہیں (مسلمان نہیں)، جو خوش آوازی سے قرآن نہ پڑھے[ع۲]۔ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت حضورؐ کا یہ فرمانا کہ اسے آل داؤد کی خوش آوازی عطا کی گئی ہے اور حضرت ابو موسیٰؓ کا فرمانا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپؐ سن رہے ہیں تو میں اور اچھے گلے سے زیادہ عمدگی کے ساتھ پڑھتا، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان کہ ریت کی طرح قرآن کو نہ پھیلاؤ اور شعروں کی طرح قرآن کو بے تہذیبی سے نہ پڑھو اس کے عجائب پر غور کرو اور دلوں میں اثر لیتے جاؤ اور اس کے پیچھے نہ پڑجاؤ کہ جلد سورت ختم ہو (بغوی) ایک شخص نے آکر حضرت ابن مسعودؓ سے کہا کہ میں نے مفصل کی تمام سورتیں آج کی رات ایک ہی رکعت میں پڑھ ڈالیں، آپ نے فرمایا کہ پھر تو تو نے شعروں کی طرح جلدی جلدی پڑھا ہوگا مجھے وہ برابر برابر کی سورتیں خوب یاد ہیں جنہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ملا کر پڑھا کرتے تھے پھر مفصل سورتوں میں سے بیس سورتوں کے نام لئے کہ ان میں سے دو دو سورتیں حضورؐ ایک ایک رکعت میں پڑھا کرتے تھے، پھر خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم تجھ پر عنقریب ایک عظیم بات اتاریں گے[ع۳]، یعنی عمل میں ثقیل ہوگی، اور اترتے وقت بوجہ اپنی عظمت کے گراں قدر ہوگی، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اتری اس وقت آپ کا گھٹنا میرے گھٹنے پر تھا، وحی کا اتنا بوجھ پڑا کہ میں تو ڈرنے لگا کہ میری ران کہیں ٹوٹ نہ جائے، مسند احمد میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ وحی کا احساس بھی آپ کو ہوتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا میں ایسی آواز سنتا ہوں جیسے کسی زنجیر کے بجنے کی آواز ہو، اس وقت میں خاموش ہوجاتا ہوں جب

[ع۱] واجب نہ ہونے کے باوجود تہجد کی فضیلت اور اس کے اجر و ثواب سے احادیث بھری پڑی ہیں جیسا کہ جصاص نے لکھا ہے کہ "وقد روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم آثار کثیرۃ فی الحث علیہ والترغیب فیہ"

[ع۲] یعنی کوشش کرے اور اچھی طرح پڑھنے کی سعی کرے لیکن یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ قرآن مجید کو شاعروں یا فنکاروں کی طرح گا گا کر پڑھنے لگے کہ یہ تو سخت گناہ ہے

[ع۳] یعنی قرآن مجید، روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ مزمل ابتدائی سورتوں میں سے ہے اس سے پہلے بہت مختصر وحی آپؐ پر نازل ہوئی تھی۔

کبھی نازل ہوتی ہے مجھ پر اتنا بوجھ پڑتا ہے کہ میں سمجھتا ہوں میری جان نکل جائیگی؟ صحیح بخاری شریف کے شروع میں ہے کہ حضرت حارثؓ بن ہشام پوچھتے ہیں یا رسول اللہ آپ کے پاس وحی کس طرح آتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا کبھی تو گھنٹی کی آواز کی طرح ہوتی ہے جو مجھ پر بہت بھاری پڑتی ہے اور جب وہ گن گناہٹ کی آواز ختم ہو جاتی ہے تو اُس دوران میں جو کچھ کہا گیا تھا وہ مجھے خوب محفوظ ہو جاتا ہے اور کبھی فرشتہ انسانی صورت میں میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے اور میں یاد کر لیتا ہوں اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا ہے کہ سخت جاڑے والے دن میں بھی جب آپؐ پر وحی اُتر چکتی تو آپؐ کی پیشانی مبارک سے پسینے کے قطرے ٹپکنے لگتے، مسند احمد میں ہے کہ کبھی اونٹنی پر حضورؐ سوار ہوتے اور اسی حالت میں وحی آتی تو اونٹنی جھک جاتی، ابن جریر میں یہ بھی ہے کہ پھر جب تک وحی ختم نہ ہو لیتی اونٹنی سے قدم نہ اُٹھایا جاتا اور نہ اُس کی گردن اونچی ہوتی، مطلب یہ ہے کہ خود وحی کا اُترنا بھی اہم اور بوجھل تھا پھر احکام کا بجا لانا اور اُن کا عامل ہونا بھی ایسا ہی تھا، یہی قول حضرت امام ابن جریرؒ کا ہے، حضرت عبدالرحمٰنؒ سے منقول ہے کہ جس طرح دنیا میں یہ ثقیل کام ہے اسی طرح آخرت میں اجر بھی بھاری ملے گا۔ پھر فرماتا ہے کہ رات کا اُٹھنا نفس کو مغلوب کرنے کے لئے اور زبان کو درست کرنے کے لئے اکسیر ہے۔ نَشَأَ کے معنی حبشی زبان میں قیام کرنے ہیں، رات بھر میں جب اُٹھے اُسے نَاشِئَةَ الَّیْلِ کہتے ہیں، تہجد کی نماز کی خوبی یہ ہے کہ دل اور زبان ایک ہو جاتا ہے اور تلاوت کے جو الفاظ زبان سے نکلتے ہیں دل میں گڑ جاتے ہیں اور بہ نسبت دن کے رات کی تنہائی میں معنی مطلب خوب ذہن نشین ہوتا جاتا ہے کیونکہ دن بھیڑ بھڑکے کا شوروغل کا کمائی دھندے کا وقت ہوتا ہے، حضرت انسؓ نے اَقْوَمُ قِیْلًا ۰ کو اَصْوَبُ قِیْلًا ۰ پڑھا تو لوگوں نے کہا ہم تو اَقْوَمُ پڑھتے ہیں آپ نے فرمایا اَقْوَمُ اَصْوَبُ، اَهْيَأُ اور ان جیسے سب الفاظ ہم معنے ہیں، پھر فرماتا ہے دن میں تجھے بہت فراغت ہے نیند کر سکتے ہو، سو اور بیٹھ سکتے ہو، راحت حاصل کر سکتے ہو، نوافل بکثرت ادا کر سکتے ہو، اپنے دنیوی کام کاج پورے کر سکتے ہو، پھر رات کو آخرت کے کام کے لئے خاص کر لو، اس بناء پر یہ حکم اُس وقت تھا جب رات کی نماز فرض تھی پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان کیا اور بطور تخفیف کے اُس میں کمی کر دی اور فرمایا تھوڑی سی رات قیام کیا کرو، اس فرمان کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلمؒ نے اِنَّ رَبَّكَ سے فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ تک پڑھا، اور آیت وَمِنَ الَّیْلِ الخ کی بھی تلاوت کی، آپ کا یہ قول ہے بھی ٹھیک، مسند احمد میں ہے کہ حضرت سعید بن ہشامؒ نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی اور مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تاکہ وہاں اپنے مکانات بیچ ڈالیں اور اُن کی قیمت سے ہتھیار وغیرہ خرید کر جہاد میں جائیں اور رومیوں سے لڑتے رہیں یہاں تک کہ یا تو روم فتح ہو یا شہادت نصیب ہو، مدینہ شریف میں اپنی قوم سے ملے اور اپنا ارادہ ظاہر کیا تو اُنھوں نے کہا سنو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں آپؐ ہی کی قوم میں سے چھ شخصوں نے یہی ارادہ کیا تھا کہ عورتوں کو طلاق دیدیں مکانات وغیرہ بیچ ڈالیں اور راہ اللہ میں کھڑے ہو جائیں، حضورؐ کو جب یہ معلوم ہوا تو آپؐ نے اُن سے فرمایا کیا جس طرح میں کرتا ہوں اُسی طرح کرتے میں تمہارے لئے اچھائی نہیں ہے؟ خبردار ایسا نہ کرنا اپنے اس ارادے سے باز آجاؤ، یہ حدیث سُنکر حضرت سعیدؒ نے بھی اپنا ارادہ ترک کر دیا اور وہیں اُسی جماعت سے کہا کہ تم گواہ رہنا کہ میں نے اپنی بیوی سے رجوع کر لیا اب حضرت سعیدؒ چلے گئے پھر جب اس جماعت سے ملاقات ہوئی تو کہا کہ یہاں سے جانے کے بعد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس گیا اور اُن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر پڑھنے کی کیفیت دریافت کی تو اُنھوں نے کہا کہ اس مسئلے کو سب سے زیادہ بہتر طور پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بتلا سکتی ہیں تم وہیں جاؤ اور ان ہی سے دریافت کرو اور اُن سے جو سنو وہ ذرا مجھ سے کہہ جانا میں حضرت حکیمؓ بن افلح کے پاس گیا اور اُن سے میں نے کہا کہ تم مجھے اُم المومنینؓ کی خدمت میں لے چلو، اُنھوں نے فرمایا کہ میں وہاں نہیں جاؤں گا اسلئے کہ میں نے اُنھیں مشورہ دیا کہ ان دونوں آپس میں لڑنے والی جماعتوں یعنی حضرت علیؓ اور اُن کے مقابلوں کے بارے میں آپ کچھ دخل نہ دیجئے لیکن اُنھوں نے نہ مانا اور دخل دیا، میں نے اُنھیں قسم دی اور کہا کہ نہیں آپ مجھے ضرور وہاں لے چلیئے خیر بمشکل تمام وہ راضی ہوئے اور میں اُن کے ساتھ گیا، اُم المومنینؓ نے حضرت حکیمؓ کی آواز پہچان لی اور فرمایا کیا حکیمؓ ہے؟ جواب دیا گیا کہ ہاں حضورؓ میں حکیم بن افلحؓ ہوں، پوچھا تمہارے ساتھ کون ہیں؟

کہا سعید بن ہشام، پوچھا ہشام کون؟ عامرؓ کے لڑکے؟ کہا ہاں عامر کے لڑکے، تو حضرت عائشہؓ نے حضرت عامرؓ کے لئے دعائے رحمت کی اور فرمایا عامرؓ بہت اچھے آدمی تھے، خدا ان پر رحم کرے، میں نے عرض کیا ام المومنینؓ مجھے بتلایئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق مبارک کیا تھے؟ آپ نے فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ میں نے کہا کیوں نہیں؟ فرمایا بس حضورؐ کا خلق قرآن تھا، اب میں نے اجازت مانگنے کا قصد کیا لیکن فوراً ہی یاد آگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کا حال بھی دریافت کروں، اس سوال کے جواب میں انھوں نے فرمایا کیا تم نے سورۂ مزمل نہیں پڑھی؟ میں نے کہا ہاں پڑھی ہے۔ فرمایا سنو اس سورت کے اول حصے میں قیام لیل فرض ہوا اور سال بھر تک حضورؐ اور آپ کے اصحابؓ تہجد کی نماز بطور فرضیت کے ادا کرتے رہے یہاں تک کہ قدموں پر ورم آگیا، بارہ ماہ کے بعد اس سورت کے خاتمہ کی آیتیں اتریں اور خداوند تعالیٰ نے تخفیف کردی فرضیت اٹھ گئی اور نفلیت باقی رہ گئی، میں نے پھر اٹھنے کا ارادہ کیا لیکن خیال آیا کہ وتر کا مسئلہ بھی دریافت کروں تو میں نے کہا ام المومنینؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر پڑھنے کی کیفیت سے بھی آگاہ فرمایئے، آپ نے فرمایا ہاں سنو ہم آپؐ کی مسواک وضو کا پانی وغیرہ تیار کرکے ایک طرف رکھدیا کرتے تھے جب بھی خدا چاہتا اور آپؐ کی آنکھ کھلتی اٹھتے مسواک کرتے وضو کرتے اور آٹھ رکعتیں پڑھتے بیچ میں تشہد میں بالکل نہ بیٹھتے آٹھویں رکعت پوری کرکے آپؐ التحیات میں بیٹھتے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر کرتے دعا کرتے اور زور سے سلام پھیرتے کہ ہم بھی سن لیں پھر بیٹھے ہی بیٹھے دو رکعتیں اور ادا کرتے (اور ایک وتر پڑھتے) بیٹا یہ سب ملکر گیارہ رکعتیں ہوئیں، پھر جب آپؐ عمر رسیدہ ہوگئے اور بدن بھاری ہوگیا تو آپؐ نے سات وتر پڑھے پھر سلام پھیرنے کے بعد بیٹھ کر دو رکعتیں ادا کیں، بس بیٹا یہ نو رکعتیں ہوئیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ جب کسی نماز کو پڑھتے تو اس پر مدامت کرتے ہاں اگر کسی شغل یا نیند یا دکھ تکلیف اور بیماری کی وجہ سے رات کو نماز نہ پڑھ سکتے تو دن کو بارہ رکعت ادا فرمالیا کرتے، میں نہیں جانتی کہ کسی ایک رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا قرآن صبح تک پڑھا ہو اور نہ رمضان کے سوا کسی اور مہینے کے پورے روزے رکھے ہوں، اب میں ام المومنینؓ سے رخصت ہوکر حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا اور وہاں کے تمام سوال جواب دوہرائے آپ نے سب کی تصدیق کی اور فرمایا اگر میری بھی آمد ورفت ان کے پاس ہوتی تو جاکر خود اپنے کانوں سے سن آتا، یہ حدیث صحیح مسلم شریف میں بھی ہے، ابن جریر میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بوریا رکھدیا کرتی جس پر آپؐ تہجد کی نماز ادا فرمالیا کرتے، لوگوں نے کہیں یہ خبر سن لی اور رات کی نماز میں حضورؐ کی اقتداء کرنے کے لئے وہ بھی آ گئے۔ حضورؐ کچھ برہم ہوکر باہر تشریف لائے چونکہ آپؐ کو امت پر شفقت ورحمت تھی اور ساتھ ہی ڈر تھا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ نماز فرض ہوجائے، لہٰذا آپؐ ان سے فرمانے لگے کہ لوگو! ان ہی اعمال کی تکلیف اٹھاؤ جن کی تم میں طاقت ہو، اللہ تعالیٰ ثواب دینے سے نہیں تھکے گا البتہ تم عمل کرنے سے تھک جاؤ گے، سب سے بہتر عمل وہ ہے جس پر مدامت ہوسکے اور انسان اسے نبھا سکے ادھر قرآن کریم میں یہ آیتیں اتریں اور صحابہؓ نے قیام لیل شروع کیا یہاں تک کہ رسیاں باندھنے لگے کہ نیند نہ آجائے آٹھ مہینے اسی طرح گزر گئے ان کی اس کوشش کو جو وہ خدا کی رضامندی کی طلب میں کر رہے تھے دیکھ کر خدا نے بھی ان پر رحم کیا اور اسے فرض عشاء کی طرف لوٹا دیا اور قیام لیل چھوڑ دیا گیا، یہ روایت ابن ابی حاتم میں بھی ہے لیکن اس کا راوی موسیٰ بن عبید زبیدی ضعیف ہے اصل حدیث بغیر سورۂ مزمل کے نازل ہونے کے ذکر کے صحیح میں بھی ہے اور اس حدیث کے الفاظ سے تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی حالانکہ یہ سورت مکہ شریف میں اتری ہے، اسی طرح اس روایت میں ہے کہ آٹھ مہینے کے بعد اس کی آخری آیتیں نازل ہوئیں یہ قول بھی غریب ہے، صحیح وہ ہے جو بحوالہ مسند پہلے گزر چکا کہ سال بھر کے بعد آخری آیتیں نازل ہوئیں، حضرت ابن عباسؓ سے بھی ابن ابی حاتم میں منقول ہے کہ سورۂ مزمل کی ابتدائی آیتوں کے اترنے کے بعد صحابۂ کرامؓ مثل رمضان شریف کے قیام کرتے رہے اور اس سورت کی اول آخری آیتوں کے اترنے میں تقریباً سال بھر کا فاصلہ تھا، حضرت ابو اسامہؓ سے بھی ابن جریر میں اسی طرح مروی ہے، حضرت ابو عبدالرحمٰنؓ فرماتے ہیں کہ ابتدائی آیتوں کے اترنے کے بعد صحابۂ کرامؓ نے سال بھر تک قیام کیا یہاں تک کہ ان کے قدم اور پنڈلیاں ورم گئیں پھر فاقرءوا ما تیسر

مِنْهُ نازل ہوئی اور لوگوں نے راحت پائی، حسن بصریؒ اور سدیؒ کا بھی یہی قول ہے، ابن ابی حاتم میں بروایت حضرت عائشہؓ سولہ مہینے کی مدت منقول ہے حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ ایک سال یا دو سال تک قیام فرماتے رہے قدم اور پنڈلیاں سوج گئیں پھر آخری سورت کی آیتیں اتریں اور تخفیف ہو گئی حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ دس سال کی مدت بتاتے ہیں (ابن جریر) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ پہلی آیت کے حکم کے مطابق ایمانداروں نے قیام لیل شروع کیا لیکن بڑی مشقت پڑتی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا اور عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ سے مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ تک کی آیتیں نازل فرما کر وسعت کر دی اور تنگی نہ رکھی فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ پھر فرمان ہے کہ اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہ اور اس کی عبادت کے لئے فارغ ہو جا، یعنے امور دنیا سے فارغ ہو کر دلجمعی اور اطمینان کے ساتھ بکثرت اس کا ذکر کر، اس کی طرف مائل اور سراسر راغب ہو جا، جیسے اور جگہ ہے فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ یعنی جب اپنے شغل سے فارغ ہو تو ہماری عبادت محنت سے بجا لاؤ، اخلاص فارغ البالی کوشش اور یکسوئی سے خدا کی طرف جھک جاؤ، ایک حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے تبتل سے منع فرمایا یعنی بال بچے اور دنیا کو چھوڑ دینے سے، یہاں مطلب یہ ہے کہ علائق دنیوی سے کٹ کر خدا کی عبادت میں توجہ اور انہماک کا وقت بھی ضرور نکالا کرو، وہ مالک ہے وہ متصرف ہے مشرق مغرب سب اسی کے قبضہ میں ہے اس کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں، تو جس طرح صرف اسی خدا کی عبادت کرتا ہے اسی طرح صرف اسی پر بھروسہ بھی رکھ، جیسے اور آیت میں ہے فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۝ اسی کی عبادت کر اور اسی پر بھروسہ رکھ، یہی مضمون اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ میں بھی ہے اس معنی کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں کہ عبادت اطاعت توکل اور بھروسہ کے لائق ایک اسی کی پاک ذات ہے ؏

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ⑩ وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي

اور یہ لوگ باتیں کرتے ہیں ان پر صبر کرو اور خوبصورتی کے ساتھ ان سے الگ ہو جاؤ اور مجکو اور ان جھٹلانیوالوں ناز و نعمت میں رہنے والوں کو (حالت موجودہ پر) چھوڑ دو (یعنی رہنے دو)

النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ⑪ اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ⑫ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا

اور ان لوگوں کو تھوڑے دنوں اور مہلت دیدو ہمارے یہاں بیڑیاں ہیں اور دوزخ ہے اور گلے میں پھنس جانے والا کھانا ہے اور دردناک عذاب

اَلِيْمًا ⑬ قف يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ⑭ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ

ہے جس روز کہ زمین اور پہاڑ ہلنے لگیں گے اور پہاڑ (ریزہ ریزہ ہو کر) ریگ رواں ہو جاویں گے بیشک ہم نے

اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۥ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ⑮ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ

تمہارے پاس ایک ایسا رسول بھیجا ہے جو تم پر (قیامت کے روز) گواہی دیں گے جیسا ہم نے فرعون کے پاس ایک رسول بھیجا تھا پھر فرعون نے اس

الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ⑯ فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ

رسول کا کہنا نہ مانا تو ہم نے اس کو سخت پکڑنا پکڑا سو اگر تم (بھی بعد بھیجنے رسول کے نافرمانی اور) کفر کروگے تو اس دن سے کیسے بچو گے جو (غایت درجہ شدت اور امتداد سے)

شِيْبًا ⑰ لا قلے السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ ۭ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ⑱

بچوں کو بوڑھا کر دیگا جس میں آسمان پھٹ جاوے گا بیشک اس کا وعدہ ضرور ہو کر رہے گا

صبر و ثبات کا حکم اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبیؐ کو کفار کی طعن آمیز باتوں پر صبر کرنے کی ہدایت کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ انھیں ان کے حال پر

عہ "ھجر جمیل" کا مطلب یہ ہے کہ ترک تعلق تو مکمل کیا جائے لیکن کسی نفسانیت کے لئے نہیں بلکہ محض خدا تعالیٰ کیلئے۔

بغیر ڈانٹ ڈپٹ کے ہی چھوڑ دیجئے، میں خود ان سے نمٹ لوں گا میرے غضب اور غصے کے وقت دیکھ لوں گا کہ کیسے یہ لوگ نجات پاتے ہیں ہاں ان کے مال دار[عہ] خوشحال لوگوں کو جو بے فکرے ہیں اور تجھے ستانے کیلئے باتیں بنا رہے ہیں جن پر دوہرے حقوق ہیں مال کے اور جان کے اور یہ اُن میں سے ایک بھی ادا نہیں کرتے تو ان سے بے تعلق ہو جا پھر دیکھ کہ میں ان کے ساتھ کیا کرتا ہوں؟ تھوڑی دیر دنیا میں تو چاہے یہ فائدہ اٹھالیں مگر انجام کار عذاب میں پھنسیں گے اور عذاب بھی کیسے؟ سخت قید و بند کے، اور بدترین بھڑکتی ہوئی نہ بجھنے والی اور نہ کم ہونے والی آگ کے، اور اس کھانے کے جو حلق میں جاکر اٹک جائیگا، نہ نگل سکیں گے نہ اُگل سکیں گے اور بھی طرح طرح کے المناک عذاب ہوں گے، پھر وہ وقت بھی وہ ہوگا جب زمینوں میں اور پہاڑوں پر زلزلہ پڑا ہوا ہوگا۔ اور سخت اور بڑی چٹانوں والے پہاڑ آپس میں ٹکرا ٹکرا کر چور چور ہو گئے ہونگے جیسے ریت کے بکھرے ہوئے ذرّے ہوں جنھیں ہوا ادھر سے اُدھر لے جائیگی اور نام و نشان تک مٹا دیگی، اور زمین ایک چٹیل صاف میدان کی طرح رہ جائیگی جس میں کہیں اونچ نیچ نظر نہ آئیگی، پھر فرماتا ہے کہ اے لوگو! اور خصوصًا اے کافرو! ہم نے تم پر گواہی دینے والا اپنا صادق رسول تم میں بھیج دیا ہے جیسے کہ فرعون کے پاس ہم نے اپنے احکام کے پہنچا دینے کے لئے اپنے ایک رسولؑ کو بھیجا تھا، اُس نے جب اُس رسولؑ کی نہ مانی تو تم جانتے ہو کہ ہم نے اُسے بُری طرح برباد کیا اور سختی سے پکڑ لیا، اسی طرح یاد رکھو اگر اس نبیؐ کی تم نے بھی نہ مانی تو تمہاری بھی خیر نہیں عذاب خدا تم پر بھی آئیں گے، اور تہس نہس کر دیئے جاؤ گے، کیونکہ یہ رسولؐ رسولوں کے سردار ہیں ان کے جھٹلانے کا وبال بھی اور وبالوں سے بڑا ہے ؞ اس کے بعد کی آیت کے دو معنے ہیں ایک تو یہ کہ اگر تم نے کُفر کیا تو بتاؤ تو سہی کہ اس دن کے عذاب سے کیسے نجات حاصل کرو گے؟ جس دن کی ہیبت خوف اور ڈر بچوں کو بوڑھا کر دیگا؟ اور دوسرے معنے یہ کہ اگر تم نے اتنے بڑے ہولناک دن کا بھی کفر کیا اور اس کے بھی منکر رہے تو تمہیں تقویٰ اور خدا کا ڈر کیسے حاصل ہو گا؟ گو یہ دونوں معنے نہایت عمدہ ہیں، لیکن پہلے معنی زیادہ بہتر ہیں واللہ اعلم ؞

طبرانی میں ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا یہ قیامت کا دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام سے فرمائیگا اُٹھو اور اپنی اولاد میں سے جہنمیوں کو الگ کرو وہ پوچھیں گے خدایا کتنی تعداد میں سے کتنے؟ حکم ہوگا کہ ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے یہ سُنتے ہی مسلمانوں کے تو ہوش اُڑ گئے اور گھبرا گئے حضورؐ بھی اُن کے چہرے دیکھ کر سمجھ گئے اور بطور تشفی کے فرمایا سنو بنو آدم بہت سے ہیں یاجوج ماجوج بھی اولاد آدمؑ میں سے ہیں جن میں سے ایک ایک اپنے پیچھے خاص اپنی صلبی اولاد ایک ایک ہزار چھوڑ کر جاتا ہے پس ان میں اور اُن جیسوں میں مل کر جہنمیوں کی یہ تعداد ہو جائیگی اور جنت تمہارے لئے اور تم جنت کے لئے ہو جاؤ گے، یہ حدیث غریب ہے اور سورۂ حج کی تفسیر کے شروع میں اس جیسی احادیث کا تذکرہ گزر چکا ہے، اُس دن کی ہیبت اور دہشت کی وجہ سے آسمان بھی پھٹ جائیگا بعض مفسرین نے ضمیر کا مرجع اللہ کی طرف کیا ہے لیکن یہ قوی نہیں اسلئے کہ یہاں ذکر ہی نہیں، اس دن کا وعدہ یقینًا سچ ہے اور ہو کر ہی رہے گا، اس دن کے آنے میں کوئی شک نہیں ؞

۱ ع ۱۹ ۱۳ إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿١٩﴾ ع إِنَّ رَبَّكَ

یہ (تمام مضمون) (ایک بلیغ) نصیحت ہے سو جس کا جی چاہے اپنے پروردگار کی طرف رستہ اختیار کرے آپ کے رب کو

يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِنْ ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِنَ الَّذِينَ

معلوم ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھ والوں میں سے بعضے آدمی کبھی دو تہائی کے قریب اور کبھی آدھی رات اور کبھی تہائی رات (نماز میں)

مَعَكَ ۚ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ عَلِمَ أَنْ لَنْ تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۖ فَاقْرَءُوا

کھڑے رہتے ہیں اور رات اور دن کا پورا اندازہ اللہ ہی کر سکتا ہے اس کو معلوم ہے کہ تم اس (تقدیر وقت) کو ضبط نہیں کر سکتے تو (ان وجوہ کو) اس نے تمہارے حال پر عنایت

عہ یعنی مکہ کے قریشی جو بہت آسودہ حال اور رئیس تھے ؞

مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى

کی سو اب) تم لوگ جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جا سکے پڑھ لیا کرو (اسکو دیکھ بھی) معلوم ہے کہ بعضے آدمی تم میں بیمار ہوں گے اور بعضے تلاش معاش کے

الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖؗ فَاقْرَءُوْا

لئے ملک میں سفر کریں گے اور بعضے اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے (اسلئے بھی اس حکم کو منسوخ کر دیا) سو (اسلئے بھی تم کو اجاز

مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَمَا

ہے کہ اب) تم لوگ جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جا سکے پڑھ لیا کرو اور نماز (فرض) کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ کو اچھی طرح (یعنی اخلاص سے) قرض دو اور

تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّ

جو نیک عمل اپنے لئے آگے (ذخیرۂ آخرت بنا کر) بھیجدو گے اس کو اللہ کے پاس پہنچکر اس سے اچھا اور ثواب میں بڑا

اَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۠ ① ع ۲/۱۴

پاؤ گے اور اللہ سے گناہ معاف کراتے رہو بے شک اللہ غفور رحیم ہے

تذکرہ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ سورت عقلمندوں کے لئے سراسر نصیحت و عبرت ہے جو بھی طالب ہدایت ہو وہ مرضیٔ مولا سے ہدایت کا راستہ پالیگا اور اپنے رب کی طرف پہنچ جانے کا ذریعہ حاصل کرے گا۔ جیسے دوسری سورت میں فرمایا وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ تمہاری خواہش کام نہیں آتی وہی ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ چاہے، صحیح علم والا اور پوری حکمت والا اللہ تعالیٰ ہی ہے، پھر فرماتا ہے کہ اے نبیؐ! آپؐ کا اور آپؐ کے اصحابؓ کی ایک جماعت کا کبھی دو تہائی رات تک قیام لیل میں مشغول رہنا، کبھی آدھی رات اسی میں گزارنا کبھی تہائی رات تک تہجد پڑھنا اللہ تعالیٰ کو بخوبی معلوم ہے، گو تمہارا مقصد ٹھیک اُس وقت کو پورا کرنا نہیں ہوتا اور ہے بھی وہ مشکل کام، کیونکہ رات دن کا صحیح اندازہ اللہ ہی کو ہے، کبھی دونوں برابر ہوتے ہیں کبھی رات چھوٹی دن بڑا کبھی دن چھوٹا رات بڑی، خدا جانتا ہے کہ اس کو نبھانے کی طاقت تم میں نہیں تو اب رات کی نماز اُتنی ہی پڑھو جتنی تم بآسانی پڑھ سکو، کوئی وقت مقرر نہیں کہ فرضاً اتنا وقت لگانا ہی ہوگا، یہاں صلوٰۃ کی تعبیر قرأت سے کی ہے، جیسے سورۂ سبحان میں ہے وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ الخ یعنی اپنی قرارت نہ تو بلند کر نہ بالکل پست کر، پھر فرماتا ہے کہ خدا کو معلوم ہے کہ اس اُمت میں عذر والے لوگ بھی ہیں جو قیام لیل کے ترک پر معذور ہیں، مثلاً بیمار جنھیں اس کی طاقت نہیں، مسافر کہ روزی کی تلاش میں اِدھر اُدھر جا آرہے ہیں، مجاہد جو اہم تر شغل میں مشغول ہیں، یہ آیت بلکہ یہ پوری سورت مکی ہے مکہ شریف میں نازل ہوئی اُس وقت جہاد نہیں تھا بلکہ مسلمان نہایت پست حالت میں تھے پھر غیب کی یہ خبر دینا اور اسی طرح ظہور میں بھی آنا کہ مسلمان کو جہاد میں پوری مشغولی ہوئی یہ نبوت کی اعلیٰ اور بہترین دلیل ہے، تو ان مجبوریوں کے باعث تمہیں رخصت دی جاتی ہے کہ جتنا قیام تم سے بآسانی کیا جا سکے کر لیا کرو، حضرت ابو رجاء محمد نے حسن رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا اے ابو سعید! اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو پورے قرآن کا حافظ ہے لیکن تہجد نہیں پڑھتا صرف نماز فرض پڑھتا ہے؟ آپؒ نے فرمایا اس نے قرآن کو تکیہ بنالیا اس پر خدا کی لعنت ہو[ع] اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک غلام کے لئے فرمایا کہ وہ ہمارے علم کو جاننے والا تھا، اور فرمایا تم کو وہ کچھ سکھایا گیا جسے نہ تم جانتے تھے نہ تمہارے آباء و اجداد، میں نے کہا ابو سعید اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ جو قرآن آسانی سے تم پڑھ سکو پڑھو، فرمایا ہاں ٹھیک تو ہے پانچ آیتیں ہی پڑھ لو،

[ع] لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا کہ حافظ کے لئے تہجد فرض ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ کم از کم حافظ کو تو تہجد پڑھنا چاہیے جیسا کہ ہم کہدیں کہ عالم دین اگر تلاوت نہ کرے تو اس پر لعنت، ظاہر ہے کہ عالم دین کے لئے تلاوت فرض نہیں تاہم اگر وہ نہ کریگا تو پھر کون کریگا۔

پس بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حافظِ قرآن کا رات کی نماز میں کچھ نہ کچھ قیام کرنا امام حسن بصریؒ کے نزدیک حق و واجب تھا، ایک حدیث بھی اس پر دلالت کرتی ہے جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس شخص کے بارے میں سوال ہوا جو صبح تک سویا رہتا ہے، فرمایا یہ وہ شخص ہے جس کے کان میں شیطان پیشاب کر جاتا ہے، اس کا ایک تو یہ مطلب بیان کیا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو عشاء کے فرض بھی نہ پڑھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو رات کو نفلی قیام نہ کرے، سُنن کی حدیث میں ہے، اے قرآن والو! وتر پڑھا کرو، دوسری روایت میں ہے کہ جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں، حسن بصریؒ کے قول سے بھی زیادہ غریب قول ابوبکر بن عبدالعزیز حنبلیؒ کا ہے جو کہتے ہیں کہ رمضان کے مہینے کا قیام فرض ہے واللہ اعلم، «یہ یاد رہے کہ صحیح مسلک تو یہی ہے کہ تہجد کی نماز نہ تو رمضان میں واجب ہے نہ غیر رمضان میں، رمضان شریف کی بابت بھی حدیث شریف میں صاف آچکا ہے کہ وَقِيَامَ لَيْلِهٖ تَطَوُّعًا یعنی خدا نے اس کے قیام کو نفلی قرار دیا ہے وغیرہ، مترجم» طبرانی کی حدیث میں اس آیت کی تفسیر میں مرفوعاً مروی ہے کہ گو سو ہی آیتیں ہوں، لیکن یہ حدیث بہت غریب ہے صرف معجم طبرانی میں ہی میں نے اُسے دیکھا ہے ؛ پھر ارشاد ہے کہ فرض نمازوں کی حفاظت کرو اور فرض زکوٰۃ کی ادائیگی کیا کرو، یہ آیت اُن حضرات کی دلیل ہے جو فرماتے ہیں کہ فرضیتِ زکوٰۃ کا حکم مکہ شریف میں ہی نازل ہو چکا تھا ہاں کتنی نکالی جائے؟ نصاب کیا ہے؟ وغیرہ یہ سب مدینہ شریف میں بیان ہوا، واللہ اعلم ؛ حضرت ابن عباسؓ عکرمہؒ مجاہدؒ حسنؒ قتادہؒ وغیرہ سلف کا فرمان ہے کہ اس آیت نے اس سے پہلے کے حکم رات کے قیام کو منسوخ کر دیا، ان دونوں حکموں کے درمیان کس قدر مدت تھی؟ اس میں جو اختلاف ہے اُس کا بیان اوپر گزر چکا، صحیحین کی حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے ایک شخص سے فرمایا پانچ نمازیں دن رات میں فرض ہیں، اُس نے پوچھا اس کے سوا بھی کوئی نماز مجھ پر فرض ہے؟ آپؐ نے فرمایا باقی سب نوافل ہیں ؛ پھر فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دو یعنی راہ اللہ صدقہ خیرات کرتے رہو جس پر اللہ تعالیٰ تمہیں بہت بہتر اور اعلیٰ اور پورا پورا بدلہ دیگا جیسے اور جگہ ہے ایسا کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دے اور خدا اُسے بہت کچھ بڑھا چڑھا دے ؛ تم جو بھی نیکیاں کر کے بھیجو گے وہ تمہارے لئے اُس چیز سے جسے تم اپنے پیچھے چھوڑ کر جاؤ گے بہت ہی بہتر اور اجر و ثواب میں بہت ہی زیادہ ہے، ابو یعلیٰ موصلی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحابؓ سے ایک مرتبہ پوچھا تم میں سے ایسا کون ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو؟ اُنھوں نے کہا حضورؐ ہم میں سے تو ایک بھی ایسا نہیں، آپؐ نے فرمایا اور سوچ لو، اُنھوں نے کہا حضورؐ یہی بات ہے، فرمایا سُنو تمہارا مال وہ ہے جسے تم راہ اللہ دیکر اپنے لئے آگے بھیج دو اور جو چھوڑ جاؤ گے وہ تمہارا مال نہیں وہ تو تمہارے وارثوں کا مال ہے، یہ حدیث بخاری شریف اور نسائی میں بھی موجود ہے ؛ پھر فرمان ہے کہ ذکر اللہ بکثرت کیا کرو اور اپنے تمام کاموں میں استغفار کیا کرو جو استغفار کرے وہ مغفرت حاصل کر لیتا ہے کیونکہ خدا مغفرت کرنے والا اور مہربانیوں والا ہے ؛ الحمد للہ، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورۂ مزمل کی تفسیر ختم ہوئی ؛

تفسیر سورۂ مدثر مکیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ① قُمْ فَاَنْذِرْ ② وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ③ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ④ وَالرُّجْزَ

اے کپڑے میں لپٹنے والے اٹھو یعنی اپنی جگہ سے اٹھو یا یہ کہ مستعد ہو (پھر کافروں کو) ڈراؤ اور اپنے رب کی بڑائیاں بیان کرو اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو اور بتوں سے الگ رہو

فَاهْجُرْ ۝۵ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝۶ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝۷ فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ ۝۸

(جس طرح کہ اب تک الگ ہو) اور کسی کو اس غرض سے مت دو کہ (دوسرے وقت) زیادہ معاوضہ چاہو اور (پھر انداز میں جو ایذا پیش آئے اسپر) اپنے رب (کی خوشنودی) کے واسطے صبر کیجئے پھر

فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ ۝۹ عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ يَسِيرٍ ۝۱۰

جس وقت صور پھونکا جائیگا سو وہ وقت یعنی وہ دن کافروں پر ایک سخت دن ہوگا جس میں ذرا آسانی نہ ہوگی۔

تبلیغ کیجئے

حضرت جابرؓ سے صحیح بخاری شریف میں روایت ہے کہ سب سے پہلے قرآن کریم کی یہی آیت یَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ نازل ہوئی ہے لیکن جمہور کا قول یہ ہے کہ سب سے پہلے وحی اِقْرَأْ بِاسْمِ کی آیتیں ہیں، جیسے اسی سورت کی تفسیر کے موقع پر آئے گا۔ انشاء اللہ تعالٰے۔ یحییٰ بن ابو کثیرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمٰنؓ سے سوال کیا کہ سب سے پہلے قرآن کریم کی کونسی آیتیں نازل ہوئیں؟ تو فرمایا یَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ میں نے کہا لوگ تو اِقْرَأْ بِاسْمِ بتلاتے ہیں تو آپ نے فرمایا میں نے حضرت جابرؓ سے پوچھا تھا۔ اُنھوں نے وہی جواب دیا جو میں نے تمہیں دیا اور میں نے بھی وہی کہا جو تم نے مجھے کہا اس کے جواب میں حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ میں تو تم سے وہی کہتا ہوں جو ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے حرا میں یادِ خدا کی جب میں وہاں سے فارغ ہوا اور اُترا تو میں نے سُنا کہ گویا مجھے کوئی آواز دے رہا ہے میں نے اپنے آگے پیچھے دائیں بائیں دیکھا مگر کوئی نظر نہ آیا تو میں نے سر اُٹھا کر اوپر کو دیکھا اور مجھے نظر پڑا میں خدیجہ (رضی اللہ تعالٰی عنہا) کے پاس آیا اور کہا مجھے چادر اُڑھا دو اور مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالو انھوں نے ایسا ہی کیا اور یَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ کی آیتیں اُتریں (بخاری) صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ حضورؐ نے وحی کے رُک جانے کی حدیث بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں چلا جا رہا تھا کہ ناگہاں آسمان کی طرف سے مجھے صدا سُنائی دی میں نے نگاہ اُٹھا کر دیکھا کہ جو فرشتہ میرے پاس غارِ حرا میں آیا تھا وہ آسمان و زمین کے درمیان ایک کُرسی پر بیٹھا ہے میں خوف اور گھبراہٹ کی وجہ سے زمین کی طرف جھک گیا اور گھر آتے ہی کہا کہ مجھے کپڑوں سے ڈھک دو چنانچہ گھر والوں نے مجھے کپڑے اُڑھا دیئے اور سورۂ مدثر کی فَاهْجُرْ تک کی آیتیں اُتریں ابو سلمہؒ فرماتے ہیں رُجز سے مراد بُت ہیں، پھر وحی برابر آنے لگی، یہ لفظ بخاری کے ہیں، اور یہی سیاق محفوظ ہے اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اس سے پہلے بھی کوئی وحی آئی تھی کیونکہ آپؐ کا وہ فرمان موجود ہے کہ یہ وہی تھا جو غارِ حرا میں میرے پاس آیا تھا، یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام جب کہ غارِ حرا میں سورۂ اِقْرَأْ کی آیتیں مَا لَمْ يَعْلَمْ تک پڑھائے گئے تھے، پھر اس کے بعد وحی کچھ زمانہ تک نہ آئی پھر جو اُس کی آمد شروع ہوئی اُس میں سب سے پہلے وحی سورۂ مدثر کی ابتدائی آیتیں تھیں، اور اس طرح ان دونوں حدیثوں میں تطبیق بھی ہو جاتی ہے کہ دراصل سب سے پہلی وحی تو اِقْرَأْ کی آیتیں ہیں پھر وحی کے رُک جانے کے بعد سب سے پہلی وحی اس سورت کی آیتیں ہیں، اس کی تائید مسند احمد وغیرہ کی حدیثوں سے بھی ہوتی ہے جن میں ہے کہ وحی رُک جانے کے بعد کی پہلی وحی اس سورت کی ابتدائی آیتیں ہیں، طبرانی میں اس سورت کا شانِ نزول یہ ہے کہ ولید بن مغیرہ نے قریشیوں کی دعوت کی، جب کھا پی چکے تو کہنے لگا بتاؤ تم اس شخص کی بابت کیا کہتے ہو؟ تو بعضوں نے کہا جادوگر ہے بعض نے کہا نہیں ہے، بعضوں نے کہا شاعر ہے بعض نے کہا شاعر نہیں ہے، بعض نے کہا اس کا یہ کلام یعنی قرآن منقول جادو ہے، چنانچہ اس پر اجماع ہو گیا کہ انھیں منقول جادو کہا جائے، حضورؐ کو جب یہ اطلاع پہنچی تو غمگین ہوئے اور سر پر کپڑا ڈال لیا اور کپڑا اوڑھ بھی لیا جس پر یہ آیتیں فَاصْبِرْ تک اُتریں: پھر فرماتا ہے کہ کھڑے ہو جاؤ، یعنی عزم اور قوی ارادے کے ساتھ کمر بستہ اور تیار ہو جاؤ، اور لوگوں کو ہماری ذات سے جہنم سے اُن کے بداعمال کی سزا سے ڈراؤ پہلی وحی سے نبوۃ کے ساتھ حضورؐ کو ممتاز کیا گیا اور اس وحی سے آپؐ رسول بنائے گئے، اور اپنے رب ہی کی تعظیم کرو: اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو یعنی معصیت بد عہدی وعدہ شکنی وغیرہ سے بچتے رہو، جیسے کہ شاعر کے شعر میں ہے کہ بحمد اللہ میں فسق و فجور کے

لباس سے اور غدر کے رومال سے عاری ہوں، عربی محاورے میں یہ برابر آتا ہے کہ کپڑے پاک رکھو یعنی گناہ چھوڑ دو، اعمال کی اصلاح کرلو، یہ بھی مطلب کہا گیا ہے کہ دراصل آپؐ نہ تو کاہن ہیں نہ جادوگر ہیں یہ لوگ کچھ ہی کہا کریں آپؐ پروا بھی نہ کریں، عربی محاورے میں جو معصیت آلود بد عہد ہو اُسے میلے اور گندے کپڑوں والا کہتے ہیں اور جو عصمت مآب پابندۂ وعدہ ہو اُسے پاک کپڑوں والا کہتے ہیں۔ شاعر کہتا ہے ؎ اِذَا الْمَرْءُ لَمْ يُدَنَّسْ مِنَ اللُّؤْمِ عِرْضُهٗ ٭ فَكُلُّ رِدَاءٍ يَرْتَدِيْهِ جَمِيْلٌ

یعنی انسان جب کہ سیہ کاریوں سے الگ ہے تو ہر کپڑے میں وہ حسین ہے، اور یہ مطلب بھی ہے کہ غیر ضروری لباس نہ پہنو اپنے کپڑوں کو معصیت آلود نہ کرو، کپڑے پاک صاف رکھو، میلوں کو دھو ڈالا کرو، مشرکوں کی طرح اپنا لباس ناپاک نہ رکھو، دراصل یہ سب مطالب ٹھیک ہیں عہ یہ بھی ہو وہ بھی ہو اور ساتھ ہی دل بھی پاک ہو، دل پر بھی کپڑے کا اطلاق کلام عرب میں پایا جاتا ہے۔ جیسے امرؤ القیس کے شعر میں ہے اور حضرت سعید بن جبیرؒ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ اپنے دل کو اور اپنی نیت کو صاف رکھو، محمد بن کعب قرظیؒ اور حضرت حسنؒ سے یہ بھی مروی ہے کہ اپنے اخلاق کو اچھے رکھو: پھر فرماتا ہے گندگی کو چھوڑ دو، یعنی بتوں کو اور نافرمانی خدا کو چھوڑ دو، جیسے اور جگہ فرمان ہے يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ۝ اے نبیؐ! اللہ سے ڈرو اور کافروں اور منافقوں کی نہ مانو، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام سے فرمایا تھا، اے ہارونؑ! میرے بعد میری قوم میں تم میری جانشینی کرو اصلاح کے درپے رہو اور مفسدوں کی راہ پر نہ لگو: پھر فرماتا ہے کہ عطیہ دیکر زیادتی کے خواہاں نہ رہو، ابن مسعودؓ کی قراءت میں اَنْ تَسْتَكْثِرَ ہے، یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ اپنے نیک اعمال کا احسان خدا پر طلب زیادتی کے ساتھ نہ رکھو، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ خیر کی طلب کی کثرت سے کمزوری نہ برتو، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اپنی نبوت کا بارِ احسان لوگوں پر رکھکر اُس کے عوض دنیا طلبی نہ کرو، یہ چار قول ہوئے، لیکن اول اولیٰ ہے واللہ اعلم: پھر فرماتا ہے کہ ان کی ایذا پر جو راہِ خدا میں تجھے پہنچے تو رب کی رضامندی کی خاطر صبر و تحمل کر، اللہ تعالیٰ نے جو آپؐ کو منصب دیا ہے، اُس پر لگا رہ اور جما رہ: نَاقُوْرِ سے مراد صور ہے، مسند احمد، ابن ابی حاتم وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کیسے راحت سے رہوں؟ حالانکہ صور والے فرشتے نے اپنے منہ میں صور لے رکھا ہے اور پیشانی جھکائے ہوئے حکم خدا کا منتظر ہے کہ کب حکم ہو اور وہ صور پھونک دے، اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا یا رسول اللہؐ! پھر ہمیں کیا ارشاد ہوتا ہے؟ فرمایا کہو حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا: پھر صور کے پھونکے جانے کا ذکر کر کے یہ فرما کر کہ جب صور پھونکا جائے گا پھر فرماتا ہے کہ وہ دن اور وہ وقت کافروں پر بڑا سخت ہو گا جو کسی طرح آسان نہ ہو گا، جیسے اور جگہ خود کفار کا قول مروی ہے کہ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۝ یہ آج کا دن تو بے حد گراں بار اور سخت مشکل کا دن ہے، ف حضرت زرارہ بن اوفیٰ رحمۃ اللہ علیہ جو بصرے کے قاضی تھے وہ ایک مرتبہ اپنے مقتدیوں کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے اسی سورت کی تلاوت کی جب اس آیت پر پہنچے تو بے ساختہ زور کی ایک چیخ منہ سے نکل گئی اور گر پڑے، لوگوں نے دیکھا تو روح پرواز ہو چکی تھی، اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے:

ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ⑪ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ⑫ وَّبَنِيْنَ

(آگے ایک خاص کافر کا ذکر ہے یعنی) مجھ کو اور اس شخص کو (اپنے حال پر) رہنے دو جسکو میں نے اکیلا پیدا کیا اور اس کو کثرت سے مال دیا اور پاس رہنے والے

شُهُوْدًا ⑬ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ⑭ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ⑮ كَلَّا ۭ اِنَّهٗ

بیٹے (دیے) اور سب طرح کا سامان اس کے لئے مہیا کر دیا پھر بھی اس بات کی ہوس رکھتا ہے کہ (اسکو) اور زیادہ دوں ہرگز (وہ زیادہ دینے کے قابل)

عہ لیکن ابوبکر جصاص صاحب احکام القرآن نے صرف کپڑوں کی پاکی اور پاکیزگی کے علاوہ باقی معنی کا انکار کیا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ هذا الكلام شديد الاختلال والفساد لتناقض۔

كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا (۱۶) سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا (۱۷) اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ (۱۸)

نہیں (کیونکہ) وہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے اس کو عنقریب (یعنی مرنے کے بعد) دوزخ کے پہاڑ پر چڑھاؤں گا اس شخص نے سوچا پھر ایک بات تجویز کی

فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ (۱۹) ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ (۲۰) ثُمَّ نَظَرَ (۲۱) ثُمَّ عَبَسَ وَ

سو اس پر خدا کی مار ہو۔ کیسی بات تجویز کی (اور) پھر (مکرر) اس پر خدا کی مار ہو کیسی بات تجویز کی پھر (حاضرین کے چہروں کو) دیکھا پھر منہ بنایا (تاکہ دیکھنے والے سمجھیں

بَسَرَ (۲۲) ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ (۲۳) فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ (۲۴) اِنْ هٰذَآ

کہ اسکو قرآن سے بہت زیادہ کراہت ہے) اور زیادہ منہ بنایا اور پھر منہ پھیرا اور تکبر ظاہر کیا پھر بولا کہ بس یہ تو جادو ہے (جو اوروں سے) منقول (ہے)

اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ (۲۵) سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ (۲۶) وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ (۲۷) لَا تُبْقِيْ

بس یہ تو آدمی کا کلام ہے اس کو جلدی دوزخ میں داخل کروں گا اور تم کو کچھ خبر بھی ہے کہ دوزخ کیسی چیز ہے (مقصود اس سے

وَلَا تَذَرُ (۲۸) لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ (۲۹) عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ (۳۰)

تہویل ہے وہ ایسی ہے کہ) نہ تو باقی رہنے دیگی اور نہ چھوڑے گی (اور) وہ (جلاکر) بدن کی حیثیت بگاڑ دے گی

ایک خاص اعلان

جس خبیث شخص نے خدا تعالیٰ کی نعمتوں کا کفر کیا اور قرآن مجید کو انسانی قول کہا اس کی سزاؤں کا ذکر ہو رہا ہے پہلے جو نعمتیں اس پر انعام ہوئی ہیں اُن کا بیان ہو رہا ہے کہ یہ تن تنہا خالی ہاتھ دنیا میں آیا تھا مال اولاد کچھ ساتھ نہ تھا پھر خدا تعالیٰ نے اسے مالدار بنا دیا، ہزاروں لاکھوں دینار زر زمین وغیرہ عنایت فرمائی اور باعتبار اقوال کے تیرہ اور بعض اور اقوال کے دس لڑکے دیئے جو سب کے سب اُس کے پاس بیٹھے رہتے تھے نوکر چاکر لونڈی غلام کام کاج کرتے رہتے اور یہ مزے سے اپنی زندگی اپنی اولاد کے ساتھ گزارتا، غرض دھن دولت لونڈی غلام بال بچے آرام آسائش ہر طرح کی مہیا تھی عہ۔ پھر بھی خواہش نفس پوری نہ ہوتی تھی اور چاہتا تھا کہ خدا اور بڑھا دے حالانکہ ایسا اب نہ ہوگا، یہ ہماری باتوں کے علم کے بعد کفر اور سرکشی کرتا ہے اسے تو صعود پر چڑھایا جائیگا۔ مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ ویل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے جس میں کافر کو گرایا جائے گا چالیس سال تک اندر ہی اندر جاتا رہیگا لیکن پھر بھی تہ تک نہ پہنچے گا۔ اور صعود جہنم کے ایک ناری پہاڑ کا نام ہے جس پر کافر کو چڑھایا جائے گا ستر سال تک تو چڑھتا ہی رہیگا پھر وہاں سے نیچے گرا دیا جائیگا ستر سال تک نیچے لڑھکتا رہیگا اور اسی ابدی سزا میں گرفتار ہو گا یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اُسے غریب کہتے ہیں، ساتھ ہی اس میں نکارت بھی ہے، ابن ابی حاتم میں ہے کہ صعود جہنم کے ایک پہاڑ کا نام ہے جو آگ کا ہے اسے مجبور کیا جائے گا کہ اُس پر چڑھے ہاتھ رکھتے ہی گھل جائے گا اور اُٹھاتے ہی بدستور ہو جائے گا، اسی طرح پاؤں بھی، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ صعود جہنم کی ایک چٹان کا نام ہے جس پر کافر کو منہ کے بل گھسیٹا

عہ امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ دنیاداروں کے نزدیک مال اور مرتبہ دو ہی دنیا کی سب سے بڑی نعمتیں ہیں گویا کہ اس ملعون کو یہ دونوں چیزیں دیکر کامل درجہ میں دنیا دی گئی تھی" ای انعمت علیہ نعمتی الجاہ والمال واجتماعھما ھو الکمال عند اھل الدنیا۔

جائے گا، سدیؒ کہتے ہیں کہ یہ پتھر بڑا چکنا ہے جس پر آدمی پھسل جاتا ہے مجاہدؒ کہتے ہیں کہ مطلب آیت کا یہ ہے کہ ہم اُسے مشقت والا عذاب کریں گے، قتادہؒ فرماتے ہیں کہ ایسا عذاب جس میں اور جس سے کبھی بھی راحت حاصل نہ ہو، امام ابن جریرؒ اسی توجیہ کو پسند فرماتے ہیں: پھر فرماتا ہے کہ ہم نے اسے اس تکلیف دہ عذاب سے اسلئے قریب کر دیا کہ وہ ایمان سے بہت دور تھا وہ سوچ سوچ کر تو یہ گھڑ رہا تھا کہ وہ قرآن کو کیا کہے اور کیا بات بنائے، پھر اس پر افسوس کیا جاتا ہے اور محاورۂ عرب کے مطابق اس کی ہلاکت کے کلمے کہے جاتے ہیں کہ یہ غارت کر دیا جائے یہ برباد کر دیا جائے کتنا بد کلام سوچا اور کتنی بے حیائی کی جھوٹ بات گھڑ نکالی، بار بار کے غور و فکر کے بعد پیشانی پر بل ڈال ڈال کر منہ بگاڑ بگاڑ کر حق سے ہٹ کر بھلائی سے منہ موڑ کر اطاعت خدا سے سر پھیر کر دل کڑا کر کے صاف کہدیا کہ یہ قرآن خدا کا کلام نہیں بلکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پہلے لوگوں کا جادو یا منتر وغیرہ نقل کر لیا کرتے ہیں اور اسی کو سنا رہے ہیں کہ یہ کلام خدا نہیں بلکہ انسانی قول ہے اور جادو ہے جو نقل کیا جاتا ہے اس ملعون کا نام ولید بن مغیرہ مخزومی تھا جو قریش کا سردار تھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ یہ ولید حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور خواہش ظاہر کی کہ آپ کچھ قرآن سنائیں، حضرت صدیق اکبرؓ نے چند آیتیں پڑھ کر سنائیں جو اس کے دل میں گھر کر گئیں جب یہاں سے نکلا اور کفار قریش کے مجمع میں پہنچا تو کہنے لگا لوگو! تعجب کی بات ہے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو قرآن پڑھتے ہیں خدا کی قسم نہ تو وہ شعر ہے نہ جادو منتر ہے نہ مجنونانہ بڑ ہے بلکہ واللہ وہ تو خاص خدائے تعالیٰ کا کلام ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے قریشیوں نے یہ سنکر سر پکڑ لیا اور کہنے لگے اگر یہ مسلمان ہو گیا تو بس پھر قریش میں سے ایک بھی اسلام لائے بغیر باقی نہ رہے گا، ابو جہل کو جب یہ خبر پہنچی تو اس نے کہا گھبراؤ نہیں دیکھو میں ایک ترکیب سے اُسے اسلام سے پھیر دوں گا، یہ کہتے ہی اپنے ذہن میں ایک ترکیب سوچ کر یہ ولید کے گھر پہنچا اور کہنے لگا آپ کی قوم نے آپ کے لئے چندہ کر کے بہت سا مال جمع کر لیا ہے اور وہ آپ کو صدقہ میں دینے والے ہیں، اُس نے کہا واہ کیا مزے کی بات ہے مجھے ان کے چندوں اور صدقوں کی کیا ضرورت ہے، دنیا جانتی ہے کہ اُن سب میں مجھ سے زیادہ مال و اولاد والا کوئی نہیں، ابو جہل نے کہا یہ تو ٹھیک ہے لیکن لوگوں میں ایسی باتیں ہو رہی ہیں کہ آپ جو ابو بکرؓ کے پاس آتے جاتے ہیں وہ صرف اس لئے کہ اُن سے کچھ حاصل وصول ہو، ولید نے کہا او ہو میرے خاندان میں میری نسبت یہ چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں مجھے مطلق معلوم نہ تھا اچھا اب قسم خدا کی نہ میں ابو بکرؓ کے پاس جاؤں گا نہ عمرؓ کے پاس جاؤں گا اور نہ رسولؐ کے پاس جاؤں گا، اور وہ تو جو کچھ کہتے ہیں وہ صرف جادو ہے جو نقل کیا جاتا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں یعنی ذَرْنِیْ سے لَا تَذَرُ تک، حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ اس نے کہا تھا کہ میں قرآن کے بارے میں بہت کچھ غور و خوض کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ شعر تو نہیں اس میں حلاوت ہے اس میں چمک ہے یہ غالب ہے مغلوب نہیں لیکن ہے یقیناً جادو، اس پر یہ آیتیں اُتریں، ابن جریر میں ہے کہ ولید حضور علیہ السلام کے پاس آیا تھا اور قرآن سنکر اس کا دل نرم پڑ گیا تھا اور پورا اثر ہو چکا تھا جب ابو جہل کو یہ معلوم ہوا تو دوڑا بھاگا آیا اور اس ڈر سے کہ کہیں یہ مسلمان نہ ہو جائے اُسے بھڑکانے کے لئے جھوٹ بولنے لگا، کہ چچا آپ کی قوم آپ کے لئے مال جمع کرنا چاہتی ہے، پوچھا کیوں؟ کہا اس لئے کہ آپ کو دیں اور آپ کا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جانا چھڑوائیں کیونکہ آپ وہاں مال حاصل کرنے کی غرض سے ہی جاتے آتے ہیں اس نے غصہ میں آکر کہا کہ میری قوم کو معلوم نہیں کہ میں اُن سب سے زیادہ مالدار ہوں؟ ابو جہل نے کہا یہ تو ٹھیک ہے لیکن اس وقت تو لوگوں کا یہ خیال پختہ ہو گیا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مال حاصل کرنے کی غرض سے آپ اُنہی کے ہو گئے ہیں[عہ]۔ اگر آپ

[عہ] خاکسار محشی کو اس روایت کے قبول کرنے میں کچھ تردد ہے کیونکہ یہ معلوم ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مال و دولت کہاں دھری تھی کہ آپؐ کسی کو اس طرح تقسیم فرماتے اسلئے کسی شخص کو آپؐ یا اسلام سے برگشتہ کرنے کیلئے حصول مال و دولت کا طعنہ دینا کوئی زیادہ سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے تاہم اگر کسی صحیح روایت یا واقعی تاریخی اسناد اس روایت کو حاصل ہو تو پھر ہمارے قیاسات سب غلط ہیں اور بات وہی صحیح ہوگی جو تاریخ و روایت سے ثابت ہو۔

چاہتے ہیں کہ یہ بات لوگوں کے دلوں سے اُٹھ جائے تو آپ اس کے بارے میں کچھ سخت الفاظ کہیں تاکہ لوگوں کو یقین ہو جائے کہ آپ اُس کے مخالف ہیں اور آپ کو اُس سے کوئی طمع نہیں ہے، اُس نے کہا بھئی بات تو یہ ہے کہ اُس نے جو قرآن مجھے سُنایا ہے قسم ہے خدا کی نہ وہ شعر ہے نہ قصیدہ اور رجز ہے نہ جنات کا قول اور اُن کے اشعار ہیں تمہیں خوب معلوم ہے کہ جنات اور انسان کا کلام مجھے خوب یاد ہے میں خود نامی شاعر ہوں، کلام کے حُسن و قبح سے خوب واقف ہوں لیکن خدا کی قسم محمدؐ کا کلام اس میں سے کچھ بھی نہیں اللہ جانتا ہے اُس میں عجیب حلاوت اور مٹھاس لذت شگفتگی اور دلبری ہے کہ وہ تمام کلاموں کا سردار ہے اُس کے سامنے اور کوئی کلام جچتا نہیں وہ سب پر چھا جاتا ہے، اس میں کشش بلندی اور جذب ہے اب تم ہی بتلاؤ کہ میں اس کلام کی نسبت کیا کہوں؟ ابو جہل نے کہا سُنو جب تک تم اُسے برائی کے ساتھ یاد نہ کرو گے تمہاری قوم کے خیالات تمہاری نسبت صاف نہیں ہوں گے، اُس نے کہا تو مجھے مہلت دو میں سوچ کر اس کی نسبت کوئی ایسا کلمہ کہدوں گا، چنانچہ سوچ ساچ کر قومی حمیت اور ناک رکھنے کی خاطر اس نے کہدیا کہ یہ تو جادو ہے جسے وہ نقل کرتا ہے اس پر ذَرْنِیْ سے تِسْعَةَ عَشَرَ ٥ تک کی آیتیں اُتریں،

سدیؒ کہتے ہیں کہ دار الندوہ میں بیٹھکر ان سب لوگوں نے مشورہ کیا کہ موسم حج پر لوگ آئیں گے تو بتلاؤ انھیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسبت کیا کہیں؟ کوئی ایسی بات تجویز کرو کہ سب بیک زبان وہی بات کہیں تاکہ عرب بھر میں اور پھر اور جگہ بھی وہی مشہور ہو جائے تو اب کسی نے شاعر کہا کسی نے جادوگر کہا کسی نے کاہن اور نجومی کہا کسی نے مجنون اور دیوانہ کہا، ولید بیٹھا سوچتا رہا اور غور و فکر کر کے دیکھ بھال کر تیوری چڑھا کر اور مُنہ بنا کر کہا اگلے جادوگروں کا قول ہے جسے یہ نقل کر رہا ہے، قرآن کریم میں اور جگہ ہے۔ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ٥ یعنی ذرا دیکھ تو سہی تیری کیسی کیسی مثالیں گھڑتے ہیں لیکن بہک بہک کر رہ جاتے ہیں اور کسی نتیجہ تک نہیں پہنچ سکتے:

اب اس کی سزا کا ذکر ہو رہا ہے کہ میں اسے جہنم کی آگ میں غرق کردوں گا جو زبردست خوفناک عذاب کی آگ ہے جو گوشت پوست کو رگ پٹھوں کو کھا جاتی ہے پھر یہ سب نئے آتے ہیں اور پھر جلائے جاتے ہیں، نہ موت آئیگی نہ راحت والی زندگی ملے گی، کھال اُدھیڑ دینے والی وہ آگ ہے جو ایک ہی لپیٹ میں جسم کو رات سے زیادہ سیاہ کر دیتی ہے، جسم و جلد کو بھون جُھلس دیتی ہے، ۱۹ اُنیس ۱۹ داروغے اُس پر مقرر ہیں جو نہ تھکیں نہ رحم کریں۔ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ چند یہودیوں نے صحابہؓ سے پوچھا۔ بتلاؤ تو جہنم کے داروغوں کی تعداد کیا ہے؟ انھوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں، پھر کسی شخص نے آکر حضورؐ سے یہ واقعہ بیان کیا اُسی وقت آیت عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ٥ نازل ہوئی، آپؐ نے صحابہؓ کو سُنادی اور فرمایا ذرا اُنھیں میرے پاس تو لاؤ میں بھی اُن سے پوچھوں کہ جنت کی مٹی کیا ہے؟ فرمایا سنو وہ سفید میدہ کی طرح ہے، پھر یہودی آپؐ کے پاس آئے اور آپؐ سے پوچھا کہ جہنم کے داروغوں کی تعداد کتنی ہے؟ آپ نے دونوں ہاتھ کی انگلیاں دو دفعہ جھکائیں دوسری دفعہ میں انگوٹھا روک لیا یعنی اُنیس ۱۹، پھر آپؐ نے فرمایا تم بتلاؤ کہ جنت کی مٹی کیا ہے؟ انھوں نے ابن سلامؓ سے کہا آپ ہی کہیئے، ابن سلامؓ نے کہا گویا وہ سفید روٹی ہے، آپؐ نے فرمایا یاد رکھو یہ سفید روٹی وہ جو خالص میدے کی ہو، (ابن ابی حاتم) مسند بزار میں ہے کہ جس شخص نے حضورؐ کو صحابہؓ کے لاجواب ہونے کی خبر دی تھی اُس نے آکر کہا تھا کہ آج تو آپؐ کے اصحابؓ ہار گئے، فرمایا کیسے؟ اُس نے کہا اُن سے جواب نہ بن پڑا اور کہنا پڑا کہ ہم اپنے نبیؐ سے پوچھ لیں آپؐ نے فرمایا بھلا وہ بھی ہارے ہوئے کہے جا سکتے ہیں جن سے وہ بات پوچھی جاتی ہے جسے وہ نہیں جانتے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے نبیؐ سے پوچھکر جواب دیں گے، ان یہودیوں کو دشمنانِ خدا کو ذرا میرے پاس تو لاؤ، ہاں انھوں نے اپنے نبیؑ سے خدا کو دیکھنے کا سوال کیا تھا اُن پر عذاب بھیجا گیا تھا، اب یہود بلوائے گئے جواب دیا گیا اور حضورؐ کے سوال پر یہ بڑے چکرائے اور ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے الخ؛

وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۠ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ

(اور) اس پر انیس فرشتے (جو اس کے خازن ہیں جن میں ایک مالک سب سے مقدم ہے) مقرر ہوں گے

اور ہم نے دوزخ کے کارکن (آدمی نہیں بلکہ) صرف فرشتے بنائے ہیں اور ہم نے جو ان کی تعداد (ذکر) رکھی

كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا

(ہے) صرف ایسی رکھی ہے جو کافروں کی گمراہی کا ذریعہ ہو تو اسلئے تاکہ اہل کتاب (دیکھنے کے ساتھ)

یقین کرلیں اور ایمان والوں کا ایمان اور بڑھ جائے اور اہل کتاب

يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

اور مؤمنین شک نہ کریں اور تاکہ جن لوگوں کے دلوں میں (شک کا) مرض ہے وہ اور کافر لوگ کہنے لگیں کہ اس

وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ

عجیب مضمون کو اللہ تعالیٰ کا کیا مقصود ہے (جس طرح اس خاص باب میں خدا تعالیٰ نے کافروں کو گمراہ کیا) اسی طرح اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے گمراہ

مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ وَمَا هِىَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ㉛ كَلَّا وَ

کردیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے ہدایت کردیتا ہے اور یہ (انیس فرشتوں کا مقرر ہونا کسی حکمت کے سبب ہے ورنہ) تمہارے رب کے لشکروں (یعنی فرشتوں کی تعداد) کو بجز رب کے کوئی نہیں جانتا اور

الْقَمَرِ ① وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ② وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ③ اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ④ نَذِيْرًا

دوزخ کا حال بیان کرنا) صرف آدمیوں کی نصیحت کیلئے ہے باتحقیق قسم ہے چاند کی اور رات کی جب جانے لگے اور صبح کی جب روشن ہو جائے کہ۔ دوزخ بڑی بھاری چیز ہے جو انسان

لِّلْبَشَرِ ⑤ لِمَنْ شَاۗءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ⑥

کیلئے ڈراوا ہے (یعنی تم میں جو آگے کی طرف) کو بڑھے اس کے لئے بھی یا جو (خیر سے) پیچھے کے لئے ہٹے۔

آزمائش

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عذاب کے دینے پر اور جہنم کی نگہبانی پر ہم نے فرشتے مقرر کئے ہیں جو رحم نہ کرنے والے بہت سخت کلامی[ع] کرنے والے ہیں، اس میں مشرکین قریش کی تردید ہے انہیں جس وقت جہنم کے داروغوں کی تعداد بتلائی گئی تو ابو جہل نے کہا اے قریشیو اگر یہ انیس 19 ہیں تو زیادہ سے زیادہ ایک سو نوے ہم مل کر انہیں ہرا دیں گے، اس پر کہا جاتا ہے کہ وہ فرشتے ہیں انسان نہیں ہیں انہیں تم ہرا سکو گے نہ تھکا سکو گے، ف۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابو الاشدین جسکا نام کلدہ بن اسید بن خلف تھا اس نے اس تعداد کو سنکر کہا کہ قریشیو! تم سب مل کر ان میں سے دو کو روک لینا باقی سترہ کو میں کافی ہوں، یہ بڑا مغرور شخص تھا اور ساتھ ہی بڑا قوی تھا، یہ گائے کے چمڑے پر کھڑا ہو جاتا پھر دس طاقتور شخص مل کر اسے اس کے پیروں تلے سے نکالنا چاہتے کھال کے ٹکڑے اڑ جاتے لیکن اس کے قدم جنبش بھی نہ کھاتے، یہی شخص ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر کہا تھا کہ آپ مجھ سے کشتی لڑیں اگر آپ نے مجھے گرا دیا تو میں آپ کی نبوت کو مان لوں گا، چنانچہ حضورؐ نے اس سے کشتی لڑی اور کئی بار اس کو گرایا لیکن اسے ایمان لانا نصیب نہ ہوا، امام ابن اسحٰق نے کشتی والا واقعہ رکانہ بن عبد یزید بن ہاشم بن عبد المطلب کا بتایا ہے، میں کہتا ہوں ان دونوں میں کچھ منافات نہیں ممکن ہے کہ اس سے اور اس سے دونوں سے کشتی ہوئی ہو، واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے کہ اس گنتی کا ذکر تھا ہی امتحان کے لئے، ایک طرف کافروں کا کفر کھل پڑا، دوسری جانب اہل کتاب کا یقین کامل ہو گیا۔ کہ اس رسولؐ کی رسالت حق ہے کیونکہ خود ان کی کتاب میں بھی یہی گنتی ہے، تیسری طرف ایماندار اپنے ایمان میں کامل ہو گئے یعنی، حضورؐ کی بات کی تصدیق کی اور ایمان بڑھا، اہل کتاب اور مسلمانوں کو کوئی شک و شبہ نہ رہا بیمار دل منافق چیخ اٹھے کہ بھلا بتلاؤ کہ اسے یہاں ذکر کرنے میں کیا حکمت ہے؟! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسی ہی باتیں بہت سے لوگوں کے ایمان کی مضبوطی کا سبب بن جاتی ہیں اور بہت سے لوگوں کے شبہ والے دل اور ڈانواں ڈول ہو جاتے ہیں خدا تعالیٰ کے یہ سب کام حکمت سے اور اسرار سے پر ہیں، تیرے رب کے لشکروں کی گنتی اور ان کی صحیح تعداد اور ان کی کثرت کا کسی کو علم نہیں وہی خوب جانتا ہے یہ نہ سمجھو کہ بس انیس 19 ہی ہیں، جیسے یونانی فلسفیوں اور ان کے ہم خیال لوگوں نے اپنی جہالت کی وجہ سے سمجھ لیا کہ اس سے مراد عقول عشرہ اور نفوس تسعہ ہیں، حالانکہ یہ صرف

[ع] یہ سخت کلامی ایسی ہے جیسا کہ ہمارے یہاں کی پولیس مجرمین کے ساتھ کرتی ہے کہ دیکھنے والوں کو ناگوار معلوم ہوتا ہے حالانکہ بعض اوقات مجرم کے لئے سب سے بڑی سزا یہی تلخ کلامی ثابت ہوتی ہے۔

ان کا دعویٰ ہے جس پر دلیل قائم کرنے سے وہ بالکل عاجز ہیں، افسوس کہ آیت کے اول پر تو ان کی نظریں ہیں لیکن آخری حصہ کے ساتھ وہ کفر کر رہے ہیں جہاں صاف الفاظ موجود ہیں کہ تیرے رب کے لشکروں کو سوا اس کے کوئی نہیں جانتا، پھر انیس ۱۹ صرف کے کیا معنی؟ صحیحین کی معراج والی حدیث میں ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المعمور کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ساتویں آسمان پر ہے اور اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں، اسی طرح دوسرے روز دوسرے ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں، اسی طرح ہمیشہ تک، لیکن فرشتوں کی تعداد اس قدر کثیر ہے کہ جو آج گئے ان کی باری پھر قیامت تک نہیں آنے کی، مسند احمد میں ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے آسمان چرچرا رہے ہیں اور انھیں چرچرانے کا حق ہے، ایک انگلی ٹکانے کی جگہ ایسی خالی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدے میں نہ پڑا ہو اگر تم وہ جان لیتے جو میں جانتا ہوں تو تم بہت کم ہنستے بہت زیادہ روتے، اور بستروں پر اپنی بیویوں کے ساتھ لذت نہ پاسکتے، بلکہ فریاد و زاری کرتے ہوئے جنگلوں کی طرف نکل کھڑے ہوتے، اس حدیث کو بیان فرما کر حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے بے ساختہ نکل جاتا کہ کاش کہ میں درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا، یہ حدیث ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی ہے اور امام ترمذیؒ اسے حسن غریب بتلاتے ہیں، اور حضرت ابو ذرؓ سے موقوفاً بھی روایت کی گئی ہے طبرانی میں ہے کہ ساتوں آسمانوں میں قدم رکھنے کی بالشت بھر یا ہتھیلی جتنی جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ قیام کی یا رکوع کی یا سجدے کی حالت میں نہ ہو، پھر بھی یہ سب کل قیامت کے دن کہیں گے کہ خدایا تو پاک ہے ہمیں جس قدر تیری عبادت کرنی چاہیے تھی، اتنی ہم سے ہو نہ سکی، البتہ ہم نے تیرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا، امام محمد بن نصر مروزیؒ کی کتاب "الصلوٰۃ" میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ سے سوال کیا کہ کیا جو میں سن رہا ہوں تم بھی سن رہے ہو؟ انھوں نے جواب میں کہا یا رسول اللہؐ ہمیں تو کچھ سنائی نہیں دیتا، آپؐ نے فرمایا آسمانوں کا چرچر بولنا میں سن رہا ہوں اور انکو اس چرچراہٹ پر ملامت نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس پر اس قدر فرشتے ہیں کہ ایک بالشت بھر جگہ خالی نہیں[1]، کہیں کوئی رکوع میں ہے اور کہیں کوئی سجدے میں، دوسری روایت میں ہے کہ آسمانِ دنیا میں ایک قدم رکھنے کی جگہ بھی ایسی نہیں جہاں سجدے میں یا قیام میں کوئی فرشتہ نہ ہو، اسی لئے فرشتوں کا یہ قول قرآن کریم میں موجود ہے وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ۝ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ۝ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ۝ یعنی ہم میں سے ہر ایک کے لئے جگہ مقرر ہے، اور ہم صفیں باندھنے والے اور خدا تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنے والے ہیں، اس حدیث کا مرفوع ہونا بہت ہی مشتبہ ہے دوسری روایت میں یہ قول حضرت ابن مسعودؓ کا بیان کیا گیا ہے، ایک اور سند سے روایت حضرت علاء بن سعدؓ سے بھی مرفوعاً مروی ہے یہ صحابی فتح مکہ میں اور اس کے بعد کے جہادوں میں حضورؐ کے ساتھ تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ، لیکن سنداً یہ بھی غریب ہے، ایک اور بہت ہی غریب بلکہ سخت منکر حدیث میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے نماز کھڑی ہوئی تھی اور تین شخص بیٹھے ہوئے تھے جن میں کا ایک ابو جحش لیثی تھا آپ نے فرمایا اٹھو حضورؐ کے ساتھ نماز میں کھڑے ہو جاؤ تو دو شخص تو کھڑے ہو گئے لیکن ابو جحش کہنے لگا اگر کوئی ایسا شخص آئے جو طاقت و قوت میں مجھ سے زیادہ ہو اور مجھ سے کشتی لڑے اور مجھے گرا دے پھر میرا منھ مٹی میں ملا دے تو تو میں اٹھوں گا ورنہ نہیں اٹھ چکا حضرت عمرؓ نے فرمایا اور کون آئیگا آجا میں تیار ہوں، چنانچہ کشتی ہونے لگی اور میں نے اسے بچھاڑا پھر اس کے منہ کو مٹی میں ملا دیا اتنے میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگئے اور اسے میرے ہاتھ سے چھڑا دیا۔ میں بڑا بگڑا اور اسی غصہ کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپؐ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا ابو حفصؓ آج کیا بات ہے؟ میں نے تمام واقعہ کہہ سنایا آپؐ نے فرمایا اگر عمرؓ اس سے خوش ہوتا تو اس پر رحم کرتا خدا کی قسم میرے نزدیک تو اس خبیث کا سر تو اتار لیتا تو اچھا تھا۔ یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ یونہی وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کی طرف لپکے خاصی دور نکل چکے تھے جو حضورؐ نے انھیں آواز دی اور فرمایا بیٹھو سن تو لو کہ خدا ابو جحش کی نماز سے بالکل بے نیاز ہے، آسمانِ دنیا میں خشوع و خضوع والے بے شمار فرشتے خدا کے سامنے سجدے میں پڑے ہوئے ہیں جو قیامت تک سر ہی نہیں اٹھانے کے، قیامت کو سجدے سے سر اٹھائیں گے اور یہ کہتے ہوئے حاضر ہوں گے کہ اے ہمارے رب ہم سے تیری عبادت کا حق ادا نہیں ہو سکا، اسی طرح دوسرے آسمان میں بھی یہی حال ہے، حضرت عمرؓ نے سوال کیا کہ حضورؐ ان کی تسبیح کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا

---

[1] گویا کہ چرچراہٹ بکثرت اجتماع کی وجہ سے تھی جیسا کہ کسی جگہ بہت سے آدمی جمع ہو جائیں تو وہ چارپائی، چھت وغیرہ ان کی کثرت کی بوجہ سے بولنے لگتی ہے۔

آسمانِ دنیا کے فرشتے تو کہتے ہیں سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ ٥ اور دوسرے آسمان کے فرشتے کہتے ہیں سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْجَبَرُوْتِ ٥ اور تیسرے آسمان کے فرشتے کہتے ہیں سُبْحَانَ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ ٥ عمرؓ تم بھی اپنی نماز میں اسے کہا کرو، حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ اس سے پہلے جو پڑھنا آپؐ نے سکھایا ہے اور جس کے پڑھنے کو فرمایا ہے اس کا کیا ہوگا؟ فرمایا کبھی یہ کہو کبھی وہ پڑھو، پہلے جو پڑھنے کو آپؐ نے فرمایا تھا وہ یہ تھا اَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَاَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ جَلَّ وَجْهُكَ ٥ یعنی خدایا تیرے عذابوں سے میں تیری معافی کی پناہ میں آتا ہوں اور تیری ناراضگی سے تیری رضامندی کی پناہ چاہتا ہوں اور تجھ سے تیری ہی پناہ پکڑتا ہوں تیرا چہرہ جلالی والا ہے، اور آسحق مروزی جو راوی حدیث ہے اس سے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں اور امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ بھی انھیں ثقہ راویوں میں گنتے ہیں لیکن حضرت امام ابوداؤدؒ، امام نسائیؒ، امام عقیلیؒ اور امام دارقطنیؒ انھیں ضعیف کہتے ہیں، امام ابوحاتم رازیؒ فرماتے ہیں، تھے تو یہ سچے مگر نابینا ہو گئے تھے اور کبھی کبھی تلقین قبول کر لیا کرتے تھے ہاں ان کی کتابوں کی مرویات صحیح ہیں، ان سے یہ بھی مروی ہے کہ یہ مضطرب ہیں اور اُن کی اُستاد عبدالملک بن قدامہ ابو قتادہ جمحی میں بھی کلام ہے، تعجب ہے کہ امام محمد بن نصر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی اس حدیث کو کیسے روایت کر دیا؟ اور نہ تو اس پر کلام کیا نہ اُس کے حال کو معلوم کرایا نہ اُس کے بعض راویوں کے ضعف کو بیان کیا ہاں اتنا تو کیا ہے کہ اسے دوسری سند سے مرسلاً روایت کر دیا ہے اور مرسل کی دو سندیں لائے ہیں، ایک حضرت سعید بن جبیرؒ سے، دوسری حضرت حسن بصریؒ سے پھر ایک اور روایت لائے ہیں کہ حضرت عدی بن ارطاۃؒ نے مدائن کی جامع مسجد میں اپنے خطبہ میں فرمایا کہ میں نے ایک صحابیؓ سے سُنا ہے اُنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا، کہ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے بہت سے ایسے فرشتے ہیں جو ہر وقت خوفِ خدا سے کپکپاتے رہتے ہیں اُن کے آنسو گرتے رہتے ہیں اور وہ اُن فرشتوں پر ٹپکتے ہیں جو نماز میں مشغول ہیں اور ان میں ایسے فرشتے بھی ہیں جو ابتداءِ دنیا سے رکوع میں ہی ہیں اور بعض سجدے میں ہی ہیں قیامت کے دن اپنی پیٹھ اور اپنا سر اُٹھائیں گے اور نہایت عاجزی سے جنابِ باری میں عرض کریں گے کہ خدایا تو پاک ہے ہم سے تیری عبادت کا حق ادا نہیں ہو سکا، اس حدیث کی اسناد میں کوئی حرج نہیں؛ پھر فرماتا ہے کہ یہ آگ جس کا وصف تم سُن چکے یہ لوگوں کے لئے سراسر باعثِ عبرت و نصیحت ہے؛ پھر چاند کی رات کے جانے کی صبح کے روشن ہونے کی قسمیں کھا کر فرماتا ہے کہ وہ آگ ایک زبردست اور بہت بڑی چیز ہے جو اس اطلاع عذاب کو قبول کر کے حق کی راہ لگنا چاہے لگ جائے جو چاہے باوجود اس کے بھی حق کو پیٹھ ہی دیتا رہے اور اس سے دور بھاگتا ہے اور اسے رد کرتا رہے؛

ع ۹

كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ﴿۷﴾ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ﴿۸﴾ فِيْ جَنّٰتٍ يَتَسَآءَلُوْنَ

اس کے لئے بھی ہر شخص اپنے اعمال (کفریہ) کے بدلے میں (دوزخ میں) محبوس ہوگا مگر داہنے والے کہ وہ بہشتیوں میں ہوں گے (اور) مجرموں (یعنی کفار) کا حال (خود ان کفار ہی سے)

عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۰﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ﴿۱۱﴾ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَمْ نَكُ

پوچھتے ہوں گے (یعنی مومنین کفار سے پوچھیں گے) کہ تم کو دوزخ میں کس بات نے داخل کیا وہ کہیں گے ہم نہ تو نماز پڑھا کرتے تھے اور نہ غریب کو (جس کا

نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ

حق واجب تھا) کھانا کھلایا کرتے تھے اور مشغلہ میں رہنے والوں کے ساتھ ہم بھی (اس) مشغلہ میں رہا کرتے تھے اور قیامت کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے یہاں تک کہ

الدِّيْنِ ﴿۱۵﴾ حَتّٰىٓ اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ﴿۱۶﴾ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴿۱۷﴾ فَمَا لَهُمْ

(اسی حالت میں) ہم کو موت آگئی سو (اس حالت مذکورہ میں) انکو سفارش کرنے والوں کی سفارش نفع نہ دیگی اور جب کفر و اعراض کی بدولت ان کی یہ گت بننے

عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ﴿۱۸﴾ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿۱۹﴾ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿۳۰﴾

والی ہے) تو ان کو کیا ہوا کہ اس نصیحت (قرآنی) سے روگردانی کرتے ہیں کہ گویا وہ وحشی گدھے ہیں جو شیر سے بھاگے جاتے ہیں

ع ۱۲ الوقف علی جنت اولیٰ ۱۲

بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿۵۲﴾ كَلَّا ؕ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ

بلکہ ان میں ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ ہمیں کو کھلے ہوئے (آسمانی) نوشتے دیے جائیں گے (آگے اس بیہودہ درخواست کا رد ہے کہ یہ) ہرگز نہیں (ہو سکتا)

الْاٰخِرَةَ ﴿۵۳﴾ كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ﴿۵۴﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿۵۵﴾ وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ

بلکہ یہ لوگ آخرت (کے عذاب) سے نہیں ڈرتے (ہیں یہ) ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ قرآن (ہی) نصیحت (کے لئے کافی) ہے سو جس کا جی چاہے اس نصیحت سے نصیحت حاصل کرے

يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿۵۶﴾ ع ۲۵ ۲ ۱۲

اور بدون خدا کے چاہے یہ لوگ نصیحت قبول نہیں کرینگے وہی ہے جس (کے عذاب) کو ڈرنا چاہئیے اور وہی ہے جو (بندوں کے گناہ) معاف کرتا ہے۔

انسان اور اس سے محاسبہ

اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال میں قیامت کے دن جکڑا بندھا ہوگا لیکن[ع۵] جن کے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ آیا ہے وہ جنت کے بالاخانوں میں چین سے بیٹھے ہوئے جہنمیوں کو بدترین عذابوں میں دیکھکر اُن سے پوچھیں گے کہ تم یہاں کیسے پہنچ گئے؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم نے نہ تو رب کی عبادت کی نہ مخلوق کے ساتھ احسان کیا بغیر علم کے جو زبان پر آیا بکتے رہے جہاں کسی کو اعتراض کرتے سُنا ہم بھی ساتھ ہو گئے اور باتیں بنانے لگ گئے اور قیامت کے دن کی تکذیب ہی کرتے رہے یہاں تک کہ موت آگئی یقین کے معنے موت کے اس آیت میں بھی ہیں: وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝ یعنی موت کے وقت تک خدا کی عبادت میں لگا رہ۔ اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی نسبت حدیث میں بھی یقین کا لفظ آیا ہے، اب خدائے عالم فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں کو کسی کی سفارش اور شفاعت نفع نہ دیگی اسلئے کہ شفاعت وہاں نافع ہوتی ہے جہاں محل شفاعت ہو لیکن جن کا دم ہی کفر پر نکلا ہو اُن کے لئے شفاعت کہاں؟ وہ ہمیشہ کے لئے ہاویہ میں گئے: پھر فرمایا کیا بات ہے؟ کونسی وجہ ہے؟ کہ یہ کافر تیری نصیحت اور دعوت سے منہ پھیر رہے ہیں اور قرآن حدیث سے اس طرح بھاگتے ہیں جیسے جنگلی گدھے شکاری شیر سے، فارسی زبان میں جسے شیر کہتے ہیں اُسے عربی زبان میں اَسَد کہتے ہیں اور حبشی زبان میں قَسْوَرَة کہتے ہیں اور نبطی زبان میں اویا: پھر فرماتا ہے کہ یہ مشرکین تو چاہتے ہیں کہ ان کے ہر ہر شخص پر علیحدہ علیحدہ کتاب اُترے، جیسے اور جگہ ان کا مقولہ ہے حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ الخ یعنی جب ان کے پاس کوئی آیت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ وہ ہمکو نہ دیا جائے جو اللہ کے رسولوں کو دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کو بخوبی علم ہے کہ رسالت کے قابل کون ہے؟ اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ ہم بغیر عمل کے چھوڑ دیا جائے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دراصل وجہ یہ ہے کہ انھیں آخرت کا خوف ہی نہیں کیونکہ انھیں اس کا یقین نہیں اُس پر ایمان نہیں بلکہ اُسے جھٹلاتے ہیں تو ڈرتے کیوں؟ پھر فرمایا سچی بات تو یہ ہے کہ یہ قرآن محض نصیحت و موعظت ہے جو چاہے عبرت حاصل کرے اور نصیحت پکڑ لے، جیسے فرمان ہے وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۝ یعنی تمہاری تمنائیں خدا تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہیں: پھر فرمایا اُسی کی ذات اس قابل ہے کہ اُس سے خوف کھایا جائے اور وہی ایسا ہے کہ ہر رجوع کرنے والے کی توبہ قبول فرمالے، مسند احمد میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا کہ تمہارا رب فرماتا ہے کہ میں اس کا حقدار ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے اور میرے ساتھ دوسرا معبود نہ ٹھیرایا جائے جو میرے ساتھ شریک بنانے

[ع۵] لیکن سے جو کلام شروع ہوا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اصحاب یمین محاسبہ کے قانون سے مستثنیٰ ہوں گے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اصحاب یمین پر وہ عذاب نہ ہوگا جو بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ رکھنے والوں پر ہوگا ع۵ یعنی نہ تو حقوق اللہ ہی ادا کئے اور نہ حقوق العباد بلکہ سب سے بڑی حقیقت یعنی قیامت ہی کے منکر رہے۔

سے بچ گیا تو وہ میری بخشش کا مستحق ہوگیا، ابن ماجہ اور نسائی اور ترمذی وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے، اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے حسن غریب کہتے ہیں، سہیل اس کا راوی قوی نہیں، اللہ تعالیٰ کے احسان سے سورۂ مدثر کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔ فالحمد للہ ؛

تفسیر سورۂ قیامہ مکیّہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝١ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝٢ اَيَحْسَبُ

میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی اور قسم کھاتا ہوں ایسے نفس کی جو اپنے اوپر ملامت کرے (آگے منکرین بعث پر رد ہے یعنی) کیا انسان

الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝٣ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝٤ بَلْ

خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں ہرگز جمع نہ کریں گے ہم ضرور جمع کرینگے اور یہ جمع کرنا ہم کو کچھ دشوار نہیں) کیونکہ ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کی پوریوں تک درست کردیں بلکہ بعضا آدمی

يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۝٥ يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ۝٦ فَاِذَا بَرِقَ

(قیامت کا منکر ہوکر) یوں چاہتا ہے کہ اپنی آئندہ زندگی میں بھی (بےخوف وخطر ہوکر) فسق و فجور کرتا رہے (اسلئے بطور انکار کے) پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب آویگا سو جس وقت (مارے

الْبَصَرُ ۝٧ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝٨ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝٩ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ

حیرت کے) آنکھیں خیرہ ہو جاویں گی اور چاند بے نور ہو جائیگا اور (چاند کی کیا تخصیص ہے بلکہ) سورج اور چاند دونوں (ایک حالت کے ہو جاویں گے یعنی دونوں بے نور ہو جاویں گے)

يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۝١٠ كَلَّا لَا وَزَرَ ۝١١ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ۨالْمُسْتَقَرُّ ۝١٢ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ

اس روز انسان کہیگا کہ اب کدھر بھاگوں (ارشاد ہوتا ہے) ہرگز (بھاگنا ممکن) نہیں (کیونکہ) کہیں پناہ کی جگہ نہیں اس دن صرف آپ ہی کے رب کے پاس ٹھکانا (جانا) ہے اس روز انسان کو اس کا

بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ۝١٣ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۝١٤ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ۝١٥

سب اگلا پچھلا کیا ہوا جتلا دیا جاویگا (اور انسان کا اپنا اعمال سے آگاہ ہونا کچھ اس جتلانے پر موقوف نہ ہوگا) بلکہ انسان خود اپنی حالت پر خوب مطلع ہوگا گو (باقتضاء طبیعت اس وقت بھی) (اپنے حیلے حوالے) پیش لاوے

بقسم ذرا سنو تو سہی یہ کئی دفعہ بیان ہو چکا ہے کہ جس چیز پر قسم کھائی جائے اگر وہ رد کرنے کی چیز ہو تو قسم سے پہلے لا کا کلمہ نفی کی تائید کے لئے لانا جائز ہوتا ہے، یہاں قیامت کے ہونے پر اور جاہلوں کے اس قول کی تردید پر کہ قیامت نہ ہوگی قسم کھائی جارہی ہے تو فرماتا ہے قسم ہے قیامت کے دن کی اور قسم ہے ملامت کرنے والی جان کی، حضرت حسنؒ تو فرماتے ہیں کہ قیامت کی قسم ہے اور ملامت کرنے والے نفس کی قسم نہیں ہے، حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ دونوں کی قسم ہے، حسن اور اعرج کی قرأت لَاُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ہے اس سے بھی حضرت حسنؒ کے قول کی تائید ہوتی ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک پہلے کی

قسم ہے اور دوسرے کی نہیں، لیکن صحیح قول یہی ہے کہ دونوں کی قسم کھائی ہے جیسے کہ حضرت قتادہؒ کا فرمان ہے حضرت ابن عباسؓ اور سعید بن جبیرؒ سے بھی یہی مروی ہے اور امام ابن جریرؒ کا مختار قول بھی یہی ہے، یوم قیامت کو تو ہر شخص جانتا ہی ہے، نفس لوامہ کی تفسیر میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ اس سے مراد مومن کا نفس ہے کہ وہ ہر وقت اپنے آپ کو ملامت ہی کرتا رہتا ہے کیوں کیوں کہدیا؟ یہ کیوں کھالیا؟ یہ خیال دل میں کیوں آیا؟ ہاں فاسق فاجر غافل ہوتا ہے اُسے کیا پڑی ہے جو اپنے نفس کو روکے، یہ بھی مروی ہے کہ زمین و آسمان کی تمام مخلوق اپنے آپ کو ملامت کرے گی، خیر والے خیر کی کمی پر اور شر والے شر کے سرزد ہو جانے پر، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد مذموم نفس ہے جو نافرمان ہو، فوت شدہ پر نادم ہونے والا اور اس پر ملامت کرنے والا، امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ یہ سب اقوال قریب المعنی ہیں، مطلب یہ ہے کہ یہ وہ نفس والا ہے جو نیکی کی کمی پر برائی کے ہو جانے پر اپنے نفس کو ملامت کرتا ہے اور فوت شدہ پر ندامت کرتا ہے؟ پھر فرماتا ہے کہ کیا انسان یہ سوچے ہوئے ہے کہ ہم قیامت کے دن اُس کی ہڈیوں کے جمع کرنے پر قادر نہ ہوں گے، یہ تو نہایت غلط خیال ہے ہم اُسے متفرق جگہ سے جمع کر کے دوبارہ کھڑا کریں گے اور اُس کی پور پور بنا دیں گے، حضرت ابن عباسؓ وغیرہ فرماتے ہیں یعنی ہم قادر ہیں کہ اُسے اونٹ یا گھوڑے کے تلوے کی طرح بنا دیں، امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں یعنی دنیا میں بھی اگر ہم چاہتے اُسے ایسا کر دیتے، آیت کے لفظوں سے تو بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ قٰدِرِيْنَ حال ہے نَجْمَعُ سے، یعنی کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ ہم اُس کی ہڈیاں نہ جمع کریں گے! ہاں ہاں عنقریب جمع کریں گے درآنحالیکہ ہمیں اُن کے جمع کرنے کی قدرت ہے، بلکہ اگر ہم چاہیں تو جتنا یہ تھا اُس سے بھی کچھ زیادہ بنا کر اُسے اُٹھائیں اُس کی انگلیوں کے سرے برابر کر کے، ابن قتیبہ اور زجاج کے قول کے یہی معنی ہیں ؛ پھر فرماتا ہے کہ انسان اپنے آگے فسق و فجور کرنا چاہتا ہے قدم بہ قدم بڑھ رہا ہے، امیدیں باندھے ہوئے ہے کہتا جاتا ہے کہ گناہ کر لوں مضائقہ کیا ہے توبہ بھی ہوجائیگی قیامت کے دن سے جو اُس کے آگے ہے کفر کرتا ہے، وہ گویا اپنے سر پر سوار ہو کر آگے بڑھ رہا ہے، ہر وقت یہی پایا جاتا ہے کہ ایک ایک قدم اپنے نفس کو خدا کی معصیت کی طرف بڑھاتا جاتا ہے مگر جس پر رب کا رحم ہے، اکثر سلف کا قول اس آیت کی تفسیر میں یہی ہے کہ گناہوں میں جلدی کرتا ہے اور توبہ میں تاخیر کرتا ہے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں یوم حساب سے انکاری ہے، ابن زیدؒ بھی یہی کہتے ہیں اور یہی ظاہر مراد ہے کیونکہ اس کے بعد ہی ہے کہ وہ پوچھتا ہے قیامت کب ہوگی؟ اس کا یہ سوال بھی بطور انکار کے ہے یہ تو جانتا ہے کہ قیامت کا آنا محال ہے، جیسے اور جگہ ہے وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ الخ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ کہ قیامت کب آئیگی؟ اُن سے کہدے کہ اُس کا ایک دن مقرر ہے جس سے نہ تم ایک ساعت آگے بڑھ سکو گے نہ پیچھے ہٹ سکو گے یہاں بھی فرماتا ہے کہ جب آنکھیں پتھرا جائیں گی، جیسے اور جگہ ہے لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ الخ یعنی پلکیں جھپکیں گی نہیں بلکہ رعب و دہشت خوف و وحشت کے مارے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اِدھر اُدھر دیکھتے رہیں گے، بَرِقَ کی دوسری قرأت بَرَقَ بھی ہے دونوں کے معنی میں کوئی زیادہ فرق نہیں، اور چاند کی روشنی بالکل جاتی رہے گی اور سورج چاند جمع کر دیئے جائیں گے یعنی دونوں کو بے نور کر کے لپیٹ لیا جائے گا جیسے فرمایا ہے اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝ حضرت ابن مسعودؓ کی قرأت میں وَجُمِعَ بَيْنَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ ۝ ہے، انسان جب یہ پریشانی شدتِ ہول گھبراہٹ اور انتظامِ عالم کی یہ خطرناک حالت دیکھے گا تو بھاگتا جائیگا اور کہے گا کہ جائے پناہ بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملے گا کہ کوئی پناہ نہیں رب کے سامنے اور اُس کے پاس ٹھہرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں، جیسے اور جگہ ہے مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ۝ یعنی آج نہ تو کوئی جائے پناہ ہے نہ ایسی جگہ کہ وہاں جا کر تم انجان اور بے پہچان بن جاؤ، آج ہر شخص کو اُس کے اگلے پچھلے نئے پُرانے چھوٹے بڑے اعمال سے مطلع کیا جائیگا جیسے فرمان ہے وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا الخ یعنی جو کیا تھا موجود پالیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا؛ انسان اپنے آپ کو بخوبی جانتا ہے، اپنے اعمال کا خود آئینہ ہے گو انکار کرے اور عذر معذرت پیش کرتا پھرے، جیسے فرمان ہے اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝ اپنا نامۂ اعمال خود پڑھ لے اور اپنے آپ کو آپ ہی جانچ لے، اس کے کان آنکھ ہاتھ پاؤں

اور دیگر اعضا ہی اس پر شہادت دینے کو کافی ہیں لیکن افسوس کہ یہ دوسروں کے عیبوں اور نقصان کو دیکھتا ہے اور اپنے کپڑے چھتے سے غافل ہے، کہا جاتا ہے کہ توراۃ میں لکھا ہوا ہے کہ اے ابن آدم! تو دوسروں کی آنکھوں کا تنکا دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ کا شہتیر بھی تجھے سجھائی نہیں دیتا؟ قیامت کے دن گو انسان فضول بہانے بنائے اور جھوٹی دلیلیں دے اور بیکار عذر پیش کرے ایک بھی قبول نہ کیا جائیگا، اس آیت کے ایک معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ وہ پردے ڈالے، اہل یمن پردے کو معذار کہتے ہیں، لیکن صحیح معنی پہلے ہیں، جیسے اور جگہ ہے کہ کوئی معقول عذر نہ پا کر اپنے شرک کا سرے سے انکار ہی کر دیں گے کہ خدا کی قسم ہم مشرک تھے ہی نہیں، اور جگہ ہے کہ قیامت کے دن خدا کے سامنے بھی قسمیں کھا کھا کر سچا ہونا چاہیں گے جیسے دنیا میں تمہارے سامنے ان کی حالت ہے لیکن خدا پر تو ان کا جھوٹ ظاہر ہے گو وہ اپنے آپ کو کچھ بھی سمجھتے رہیں، غرض عذر معذرت انہیں قیامت کے دن کچھ کار آمد نہ ہوگی، جیسے اور جگہ فرماتا ہے لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ ظالموں کو ان کی معذرت کچھ کار آمد نہ ہوگی، یہ تو اپنے شرک کے ساتھ ہی اپنی تمام بداعمالیوں کا انکار کر دیں گے لیکن بے سود ہوگا۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ⑯ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ⑰ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ

اے پیغمبر آپ (قبل وحی کے ختم ہو چکنے کے) قرآن پر اپنی زبان نہ ہلایا کیجئے تاکہ آپ اس کو جلدی جلدی لیں (کیونکہ) ہمارے ذمہ ہے (آپ کے قلب میں) اسکا جمع کر دینا اور (آپکی زبان سے) اسکا پڑھوا دینا (جب یہ ہمارے ذمہ...

قُرْاٰنَهٗ ⑱ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ⑲ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ⑳ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ㉑ وُجُوْهٌ

تابع ہو جایا کیجئے پھر اس کا بیان کرا دینا بھی ہمارا ذمہ ہے اے منکرو (قیامت کی بابت جیسا کہ تم سمجھ رہے ہو) ہرگز ایسا نہیں بلکہ (اصل بات یہ ہے کہ) تم دنیا سے محبت رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑ

يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ㉒ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ㉓ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۭ بَاسِرَةٌ ㉔ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ㉕

بیٹھے ہو۔ بہت سے چہرے تو اس روز بارونق ہوں گے (اور) اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہوں گے (یہ تو مومنین کا حال ہوا) اور بہت سے چہرے اس روز بدرونق ہوں گے (اور وہ لوگ) خیال کر رہے ہوں گے کہ ان کے ساتھ

ایک حکم

یہاں اللہ عزوجل اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم دیتا ہے کہ فرشتے سے وحی کس طرح لیں، آنحضورؐ اس کے لینے میں بہت جلدی کرتے تھے اور قرأت میں فرشتے کے بالکل ساتھ ساتھ رہتے تھے پس اللہ عزوجل حکم فرماتا ہے کہ جب فرشتہ وحی لے کر آئے تو آپؐ سنتے رہیں پھر جس اندیشے کی بناء پر آپ ایسا کرتے تھے اس کی بابت تسلی دیتا ہے کہ آپؐ کے سینے میں اسے جمع کر دینا اور بروقت آپؐ کی زبان سے اس کا پڑھا دینا یہ ہمارے ذمہ ہے، اسی طرح اس کا واضح کرانا اور تفسیر اور بیان آپؐ سے کرانے کے ذمہ دار بھی ہم ہی ہیں پس پہلی حالت تو یاد کرانا دوسری تلاوت کرانا تیسری تفسیر مضمون اور توضیح مطلب کرانا تینوں کی کفالت خدا تعالیٰ نے اپنی ذمہ لی، جیسے اور جگہ ہے وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا یعنی جب تک تیرے پاس وحی پوری نہ آئے تو پڑھنے میں جلدی نہ کیا کر ہم سے دعا مانگ کہ میرے رب میرے علم کو زیادہ کرتا رہ، پھر فرماتا ہے کہ اسے تیرے سینے میں جمع کرنا اور اسے تجھ سے پڑھوانا ہمارے ذمہ ہے جب ہم اسے پڑھیں یعنی جب ہمارا نازل کردہ فرشتہ اسے تلاوت کرے تو تو سن لے جب وہ پڑھ چکے تب تو پڑھ ہماری مہربانی سے تجھے پورا یاد نکلے گا اتنا ہی نہیں بلکہ حفظ کرانے کے تلاوت کرانے کے بعد ہم تجھے اس کے معانی مطالب تبیین و توضیح کے ساتھ سمجھا دیں گے تاکہ ہماری اصلی مراد اور صاف شریعت سے تو پوری طرح آگاہ ہو جائے، مسند میں ہے کہ حضورؐ کو اس سے پہلے وحی لینے میں سخت تکلیف ہوتی تھی اس خطرہ سے کہ کہیں میں بھول نہ جاؤں فرشتے کے ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے تھے اور آپؐ کے ہونٹ مبارک ہلتے جاتے تھے ابن عباسؓ راوی حدیث نے اپنے ہونٹ ہلا کر دکھایا کہ اس طرح اور ان کے شاگرد سعیدؒ نے بھی اپنے استاد کی طرح ہونٹ ہلا کر اپنے شاگرد کو دکھائے، اس پر یہ آیت اتری کہ اتنی

جلدی نہ کرو اور ہونٹ نہ ہلاؤ اسے آپؐ کے سینے میں جمع کرنا اور آپؐ کی زبان سے اس کی تلاوت کرانا ہمارے سپرد ہے جب ہم اسے پڑھیں تو آپؐ سُنئے اور چُپ رہئیے جبرئیلؑ کے چلے جانے کے بعد آپ ہی کی طرح آن کا پڑھایا ہوا پڑھانا بھی ہمارے سپرد ہے بخاری مسلم میں بھی یہ روایت ہے، بخاری شریف میں یہ بھی ہے کہ پھر جب وحی اُترتی تو آپؐ نظریں نیچی کر لیتے اور جب وحی چلی جاتی آپؐ پڑھتے، ابن ابی حاتم میں بھی یہ روایت ابن عباسؓ یہ حدیث مروی ہے اور بہت سے مفسرین سلف صالحین نے یہی فرمایا ہے، یہ بھی مروی ہے کہ حضورؐ ہر وقت تلاوت فرمایا کرتے تھے کہ ایسا نہ ہو کہ میں بھول جاؤں اس پر یہ آیتیں اُتریں، حضرت ابن عباسؓ اور عطیہ عوفی فرماتے ہیں اس کا بیان ہم پر ہے یعنی حرام حلال کا واضح کرنا، حضرت قتادہؓ کا قول بھی یہی ہے ۞ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان کافروں کو قیامت کے انکار کرنے اور خدا کی پاک کتاب کو نہ ماننے اور خدا کے عظیم الشان رسولؐ کی اطاعت نہ کرنے پر آمادہ کرنے والی چیز حبِّ دنیا اور ترکِ آخرت ہے، حالانکہ آخرت کا دن بڑی اہمیت والا دن ہے ف اس دن بہت سے لوگ تو وہ ہوں گے جن کے چہرے ہشاش بشاش تر و تازہ خوش و خرّم ہوں گے اور اپنے رب کے دیدار سے مشرف ہو رہے ہوں گے، جیسے کہ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ عنقریب تم اپنے رب کو صاف صاف کھلم کھلا اپنے سامنے دیکھو گے، بہت سی صحیح حدیثوں سے متواتر سندوں سے جو ائمۂ حدیث نے اپنی کتابوں میں ذکر کی ہیں ثابت ہو چکا ہے کہ ایمان والے اپنے رب کے دیدار سے قیامت کے دن مشرف ہوں گے، ان حدیثوں کو نہ تو کوئی ہٹا سکے گا نہ ان کا کوئی انکار کر سکے گا، صحیح بخاری صحیح مسلم شریف میں حضرت ابو سعیدؓ اور حضرت ابوہریرہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہؐ! کیا ہم اپنے رب کو قیامت کے دن دیکھیں گے؟ آپؐ نے فرمایا سورج اور چاند کو جب کہ آسمان صاف بے ابر ہو دیکھنے میں تمہیں کوئی ...... چیز مانع ہوتی ہے؟ اُنھوں نے کہا نہیں، آپؐ نے فرمایا اسی طرح تم اللہ تعالیٰ کو دیکھو گے، صحیحین ہی میں حضرت جریرؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چودھویں رات کے چاند کو دیکھا اور فرمایا تم اسی طرح اپنے رب کو دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو، پس اگر تم سے ہو سکے تو سورج نکلنے سے پہلے کی نماز (یعنی صبح کی نماز) اور سورج ڈوبنے سے پہلے کی نماز (یعنی عصر کی نماز) میں کسی طرح کی سستی نہ کرو عہ۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہی دونوں متبرک کتابوں میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو جنتیں سونے کی ہیں وہاں کے برتن بھانڈے اور ہر چیز سونے کی ہے، اور دو جنتیں چاندی کی ہیں اُن کے برتن بھانڈے اور ہر چیز چاندی ہی کی ہے، ان جنتیوں اور خدا کے دیدار کے درمیان سوائے کبریائی کی چادروں کے اور کچھ آڑ نہیں، یہ جنتِ عدن کا ذکر ہے، صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے تو خدائے تعالیٰ اُن سے دریافت فرمائیگا کہ کچھ چاہتے ہو کہ بڑھا دوں؟ وہ کہیں گے خدایا تو نے ہمارے چہرے سفید نورانی کر دیئے ہمیں جنت میں پہنچا دیا جہنم سے بچا لیا اب ہمیں کس چیز کی ضرورت ہے اُسی وقت حجاب ہٹا دیئے جائیں گے اور ان اہل جنت کی نگاہیں جمال باری سے منور ہوں گی اس میں اُنھیں جو سرور و لذت حاصل ہوگی وہ کسی چیز میں حاصل نہ ہوگی، سب سے زیادہ محبوب اُنھیں دیدارِ باری ہوگا اسی کو اس آیت میں لفظ زِيَادَةٌ سے تعبیر کیا گیا ہے، پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ یعنی احسان کرنے والوں کو جنت بھی ملیگی

عہ بہت ممکن ہے کہ دو وقت کی نماز کو خدا تعالیٰ کے دیدار سے کوئی خاص مناسبت ہو کیونکہ صبح کا وقت غفلت کا ہے آدمی سوتا ہے آرام میں ہوتا ہے اس وقت نماز کا اہتمام ایمان کی خاص علامت ہے اور ایسے ہی عصر کا وقت بڑی مصروفیت کا ہوتا ہے آدمی سودا وغیرہ لینے کے لئے نکلتے ہیں دوکاندار خرید و فروخت میں مصروف ہوتے ہیں ایسی گہما گہمی کے وقت نماز کا اہتمام خدا تعالیٰ کو بے حد پسندیدہ ہے سو جس نے یہ اوقات خدا تعالیٰ کی عبادت میں گذارے جزاء کے طور پر ان کے لئے اپنا دیدار جو سرمایۂ دین و دنیا ہے عنایت فرمایا خدا تعالیٰ راقم السطور کو اس نعمت عظمیٰ یعنی دیدار الٰہی سے خود رب العالمین بلا استحقاق مشرف فرمائے آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

اور دیدار خدا بھی، صحیح مسلم کی حضرت جابرؓ والی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں پر قیامت کے میدان میں مسکراتا ہوا تجلّی فرمائیگا، پس معلوم ہوا کہ ایماندار قیامت کے عرصات میں اور جنتوں میں دیدار خدا سے مشرف کئے جائیں گے، مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سب سے ہلکے درجے کا جنتی اپنے ملک اور اپنی ملکیت کو دو ہزار سال دیکھتا رہے گا دور کی اور نزدیک کی چیزیں یکساں نگاہ میں ہوں گی، ہر طرف اور ہر جگہ اُس کی بیویاں اور خادم نظر آئیں گے، اور اعلیٰ درجے کے جنتی ایک ایک دن میں دو دو مرتبہ اللہ کے باعظمت چہرے کو دیکھیں گے، ترمذی شریف میں بھی یہ حدیث ہے۔ یہ حدیث بروایت حضرت ابن عمرؓ مرفوعاً بھی مروی ہے اگر ہم اس قسم کی تمام حدیثیں اور روایتیں اور اُن کی سندیں اور اُن کے مختلف الفاظ یہاں جمع کریں گے تو مضمون بہت طویل ہو جائے گا۔ بہت ہی صحیح اور حسن حدیثیں بہت سی مسند اور سُنن کی کتابوں میں بھی مروی ہیں جن میں کی اکثر ہماری اس تفسیر میں متفرق مقامات پر بھی آگئی ہیں، ہاں توفیق خدا کے ہاتھ میں ہے خدا کا شکر ہے کہ اس مسئلہ میں یعنی خدائے تعالیٰ کا دیدار مومنوں کو قیامت کے دن نصیب ہونے میں صحابہؓ تابعینؒ اور سلف اُمت کا اتفاق اور اجماع ہے، ائمۂ اسلامؒ سب اس پر متفق ہیں جو لوگ اس کی تاویل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مراد اس سے خدائے تعالیٰ کی نعمتیں کو دیکھنا ہے جیسے مجاہدؒ اور ابو صالحؒ سے تفسیر ابن جریر میں مروی ہے اُن کا قول حق سے دور اور سراسر تکلف سے معمور ہے، اُن کے پاس اس آیت کا کیا جواب ہے جہاں بدکاروں کی نسبت فرمایا گیا ہے كَلَّآ إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ ۝ یعنی فاجر قیامت کے دن اپنے پروردگار سے پردے میں کر دیئے جائیں گے۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ فاجروں کے دیدار الٰہی سے محروم رہنے کا صاف مطلب یہی ہے کہ ابرار یعنی نیکوکار لوگ دیدار الٰہی سے سیراب کئے جائیں گے، اور متواتر حدیثوں سے ثابت ہو چکا ہے اور اسی پر اس آیت کے الفاظ صاف دلالت کرتے ہیں کہ ایماندار دیدار باری سے محظوظ ہوں گے، حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ یہ چہرے حُسن و خوبی والے ہوں گے، کیونکہ دیدار رب پر اُن کی نگاہیں پڑتی ہونگی پھر بھلا یہ منور و حسین کیوں نہ ہوں؛ اور بہت سے مُنہ اُس دن بگڑے ہوئے ہوں گے، بدشکل ہو رہے ہوں گے، بے رونق اور اُداس ہوں گے۔ اُنھیں یقین ہوگا کہ ہم پر اب کوئی ہلاکت اور خدا کی پکڑ آئی، ابھی ہمیں جہنم میں جانے کا حکم ہوا، جیسے اور جگہ ہے يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ۝ یعنی اُس دن بعض چہرے گورے چٹے خوبصورت اور حسین ہوں گے اور بعض کالے منہ والے ہوں گے، اور جگہ ہے وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝ الخ یعنی قیامت کے دن بہت سے چہرے خوف زدہ دہشت اور ڈر والے بے رونق اور ذلیل ہوں گے جو عمل کرتے رہے اور تکلیف اُٹھاتے رہے لیکن آج بھڑکتی ہوئی آگ میں جا گھُسے الخ پھر فرمایا وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝ الخ یعنی بعض منہ اُس دن نعمتوں والے خوش و خرم چمکیلے اور شاداں و فرحاں بھی ہوں گے، جو اپنے گزشتہ اعمال سے خوش ہوں گے اور بلند و بالا جنتوں میں اقامت رکھتے ہوں گے، اسی مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں:

كَلَّآ إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ㉖ وَقِيلَ مَنْ رَاقٍ ㉗ وَظَنَّ أَنَّهُ

(یعنی ان کو عذاب شدید ہوگا) ہرگز ایسا نہیں جب جان ہنسلی تک پہنچ جاتی ہے اور (نہایت حسرت سے) اس وقت کہا جاتا ہے کہ کوئی جھاڑنے والا ہے اور (اس وقت) وہ (مردہ) یقین

الْفِرَاقُ ㉘ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ㉙ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ ㉚ ع ۱ ۱۷

کر لیتا ہے کہ یہ مفارقت (دنیا) کا وقت ہے اور (شدت سکرات موت سے) ایک پنڈلی دوسری پنڈلی کو لپٹ جاتی ہے اس روز تیرے رب کی طرف جانا ہوتا ہے

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلَّىٰ ① وَلَٰكِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ② ثُمَّ ذَهَبَ إِلَىٰ أَهْلِهِ

تو اس نے نہ تو (خدا اور رسول کی) تصدیق کی تھی اور نہ نماز پڑھی تھی لیکن (خدا اور رسول کی) تکذیب کی تھی اور (احکام سے) منہ موڑا تھا پھر ناز کرتا ہوا اپنے گھر چلا گیا تھا تیری کمبختی پر

يَتَمَطّٰى ③ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ④ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ⑤ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ

کمبختی آنے والی ہے پھر (سن لے کہ) تیری کمبختی پر کمبختی آنے والی ہے کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ یوں ہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا (کیا یہ شخص (ابتداء میں محض

سُدًى ⑥ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ⑦ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ⑧ فَجَعَلَ مِنْهُ

ایک قطرۂ منی نہ تھا جو (عورت کے رحم میں) ٹپکایا گیا تھا پھر وہ خون کا لوتھڑا ہو گیا پھر اللہ تعالیٰ نے (اسکو انسان) بنایا پھر اعضاء درست کئے پھر اس کی دو قسمیں

الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ⑨ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يُّحْیِۦَ الْمَوْتٰى ⑩ ع

کردیں مرد اور عورت (تو) کیا وہ (خدا جس نے ابتداء میں اپنی قدرت سے یہ سب کچھ کیا) اس بات پر قدرت نہیں رکھتا کہ (قیامت میں) مردوں کو زندہ کردے

ع ٢ ١٨

موت اور اس کی بے چینیاں

یہاں پر موت کا اور سکرات کے عالم کا بیان ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اُس وقت حق پر ثابت قدم رکھے، کلّا کو اگر یہاں ڈانٹ کے معنے میں لیا جاوے تو یہ معنی ہوں گے کہ اے ابن آدم تو جو میری خبروں کو جھٹلاتا ہے وہ درست نہیں بلکہ اُن کے مقدمات تو روزمرہ کھلم کھلا دیکھ رہا ہے اور اگر اس لفظ کو حقاً کے معنی میں لیں تو مطلب اور زیادہ ظاہر ہے، یعنی یہ بات یقینی ہے کہ جب تیری روح تیرے جسم سے نکلنے لگے اور تیرے نرخرے تک پہنچ جائے تَرَاقِیَ جمع ہے تَرْقُوَۃٌ کی ہے اُن ہڈیوں کو کہتے ہیں جو سینے پر اور مونڈھوں کے درمیان میں ہیں جیسے ہنسلی کی ہڈی کہتے ہیں۔ جیسے اور جگہ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ۝ سے صٰدِقِیْنَ ۝ تک فرمایا ہے یعنی جب کہ روح حلق تک پہنچ جائے اور تم دیکھ رہے ہو اور ہم تم سے بھی زیادہ اُس کے قریب ہیں لیکن تم نہیں دیکھ سکتے پس اگر تم حکم الٰہی کے ماتحت نہیں ہو اور اپنے اس قول میں سچے ہو تو اُس روح کو کیوں نہیں لوٹا لاتے؟ اس مقام میں اُس حدیث پر بھی نظر ڈال لی جائے جو بشر بن حجاج کی روایت سے سورۂ یٰسٓ ۝ کی تفسیر میں گزر چکی ہے، تَرَاقِیَ جو جمع ہے تَرْقُوَۃٌ کی اُن ہڈیوں کو کہتے ہیں جو حلقوم کے قریب ہیں اُس وقت آہ و زاریاں ہوتی ہیں کہ کوئی ہے جو جھاڑ پھونک کرے[عـه]، یعنی کسی طبیب وغیرہ کے ذریعہ شفا ہو سکتی ہے؟ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ فرشتوں کا قول ہے یعنی اُس روح کو لیکر کون چڑھیگا؟ رحمت کے فرشتے یا عذاب کے؟ اور پنڈلی سے رگڑا کھانے کا ایک مطلب تو حضرت ابن عباسؓ وغیرہ سے یہ منقول ہے کہ دنیا اور آخرت اُس پر جمع ہو جاتی ہے دنیا کا آخری دن ہوتا ہے اور آخرت کا پہلا دن ہوتا ہے جس سے سختی پر سختی ہو جاتی ہے مگر جس پر رب رحیم کا رحم و کرم ہو، دوسرا مطلب حضرت عکرمہؒ سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ ایک بہت بڑا امر دوسرے بہت بڑے امر سے مل جاتا ہے بلا پر بلا آجاتی ہے تیسرا مطلب حضرت حسن بصریؒ وغیرہ سے یہ مروی ہے کہ خود مرنے والے کی بیقراری اور شدت درد سے پاؤں پر پاؤں کا چڑھ جانا مراد ہے پہلے تو یہ ان پاؤں پر چلتا پھرتا تھا لیکن اب ان میں جان کہاں؟ اور یہ بھی مروی ہے کہ کفن کے وقت پنڈلی سے پنڈلی کا مل جانا مراد ہے، چوتھا مطلب حضرت ضحاکؒ سے یہ بھی مروی ہے کہ دو کام دو طرف جمع ہو جاتے ہیں، اِدھر تو لوگ اس کے جسم کو نہلا دھلا کر سپرد خاک کرنے کو تیار ہیں اُدھر فرشتے اس کی روح لے جانے میں مشغول ہیں اگر نیک ہے تو عمدہ تیاری اور دھوم دھام کے ساتھ اگر بد ہے تو نہایت بُرائی اور بدتر حالت کے ساتھ؛ اب لوٹنے اور قرار پانے کی جگہ رہنے سہنے اور پہنچ جانے کی جگہ کھنچ کر جانے اور چل کر پہنچنے کی

[عـه] عرب کے ماحول کے پیش نظر گفتگو ہو رہی ہے اس دور میں آخری وقت جھاڑ پھونک کا جو رواج تھا اسی کو بیان کیا ظاہر ہے کہ ہمارے زمانہ کی وہ تمام کوششیں جو زندگی کو باقی رکھنے کے لئے ڈاکٹری یا طبی اصول کے تحت کی جاتی ہیں عرب والوں سے ان کا تذکرہ بے سود ہوتا تاہم بقول مفسر ابن کثیرؒ جب اس آیت میں مطلقاً علاج و معالجہ مراد ہے تو اس دور ترقی کے تمام سامان ترقی تحفظ جان کے بھی آگئے صاحب روح المعانی نے بھی لکھا ہے کہ لعلہ، ای یداویہ مطابق الطبیب

جگہ اللہ ہی کی طرف ہے، روح آسمان کی طرف چڑھ جاتی ہے پھر وہاں سے حکم ہوتا ہے کہ اسے زمین کی طرف پھر لے جاؤ میں نے ان سب کو اسی سے پیدا کیا ہے اسی میں لوٹا کر لے جاؤں گا اور پھر اسی سے انہیں دوبارہ نکالوں گا، جیسے کہ حضرت براءؓ کی طویل حدیث میں آیا ہے یہی مضمون اور جگہ بیان ہوا ہے وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ الخ وہی اپنے بندوں پر غالب ہے وہی تمہاری حفاظت کے لئے تمہارے پاس فرشتے بھیجتا ہے یہاں تک کہ تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جائے تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ کوئی قصور نہیں کرتے پھر سب کے سب اپنے سچے مولا کی طرف لوٹائے جاتے ہیں، یقین مانو کہ حکم اسی کا چلتا ہے اور وہ سب سے جلد حساب لینے والا ہے ؛

پھر اس کافر انسان کا حال بیان ہو رہا ہے جو اپنے دل اور اپنے عقیدے سے حق کا جھٹلانے والا اور اپنے عمل سے حق سے روگردانی کرنے والا تھا جس کا ظاہر و باطن برباد ہو چکا تھا اور کوئی بھلائی اس میں باقی نہیں رہی تھی، نہ وہ خدا کی باتوں کی دل سے تصدیق کرتا تھا نہ جسم سے عبادت خدا بجا لاتا تھا یہاں تک کہ نماز کا بھی چور تھا، ہاں جھٹلانے اور منہ موڑنے میں بے باک تھا اور اپنے اس ناکارہ عمل پر اتراتا اور پھولتا ہوا بے ہمتی اور بدعملی کے ساتھ اپنوں میں جا ملتا تھا، جیسے اور جگہ ہے وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ۝ یعنی جب اپنے اعزہ و اقارب کی طرف لوٹتے ہیں تو خوب باتیں بناتے ہوئے مزے کرتے ہوئے خوش خوش جاتے ہیں اور جگہ ہے اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝ الخ یعنی یہ اپنے گھرانے میں شادماں تھا اور سمجھ رہا تھا کہ خدا کی طرف اسے لوٹنا ہی نہیں ہے، اس کا یہ خیال محض غلط تھا، اس کے رب کی نگاہیں اس پر تھیں، پھر اسے اللہ تبارک و تعالیٰ دھمکاتا ہے اور فرماتا ہے کہ خرابی ہو تجھے خدا تعالیٰ کے ساتھ کفر کر کے پھر اتراتا ہے، جیسے اور جگہ ہے ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ۝ یعنی قیامت کے دن کافر سے بطور ڈانٹ کے اور حقارت کے کہا جائیگا کہ لے اب مزہ چکھ تو تو بڑی عزت اور بزرگی والا تھا، اور فرمان ہے كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ۝ کچھ کھا پی لو آخر تم بدکار و گنہگار ہو، اور جگہ ہے فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ۝ جاؤ خدا کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو، وغیرہ وغیرہ. غرض یہ ہے کہ ان تمام جگہوں میں یہ احکام بطور ڈانٹ ڈپٹ کے ہیں، حضرت سعید بن جبیرؒ سے جب یہ آیت اَوْلٰى لَكَ الخ کی بابت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ابو جہل کو فرمایا تھا پھر قرآن میں بھی یہی الفاظ نازل ہوئے. حضرت ابن عباسؓ سے بھی اسی کے قریب قریب نسائی میں موجود ہے، ابن ابی حاتم میں حضرت قتادہؒ کی روایت ہے کہ حضورؐ کے اس فرمان پر اس دشمن خدا نے کہا کہ تو مجھے دھمکاتا ہے خدا کی قسم تو اور تیرا رب میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان چلنے والوں میں سب سے زیادہ ذی عزت میں ہوں ؛

فرماتا ہے کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے یونہی چھوڑ دیا جائے گا؟ یعنی موت کے بعد زندہ نہ کیا جائے گا؟ اسے کوئی حکم اور کسی چیز کی ممانعت نہ کی جائے گی؟ ایسا ہرگز نہیں بلکہ دنیا میں اسے حکم و ممانعت اور آخرت میں اپنے اعمال کے بموجب جزا و سزا ضرور ملے گی، مقصود یہاں پر قیامت کا اثبات اور منکرین قیامت کا رد ہے، اسی لئے دلیل کے طور پر کہا جاتا ہے کہ انسان دراصل نطفہ کی شکل میں بے جان و بے بنیاد تھا پانی کا ایک ذلیل قطرہ تھا جو پیٹھ سے رحم میں آیا پھر خون کی پھٹکی بنی پھر گوشت کا لوتھڑا ہوا پھر خدائے تعالیٰ نے شکل و صورت دے کر روح پھونکی اور سالم اعضاء والا انسان بنا کر مرد یا عورت کی صورت میں پیدا کیا؛ کیا وہ خدا جس نے نطفۂ ضعیف کو ایسا صحیح القامت قوی انسان بنا دیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ اسے فنا کر کے پھر دوبارہ پیدا کر دے؟ یقیناً پہلی مرتبہ کا پیدا کرنے والا دوبارہ بنانے پر بہت زیادہ اور بطریق اولیٰ قادر ہے، یا کم از کم اتنا ہی جتنا پہلی مرتبہ تھا، جیسے فرمایا وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ۝ اس نے ابتداءً پیدا کیا وہی پھر لوٹائے گا اور وہ اس پر بہت زیادہ آسان ہے، اس آیت کے مطلب میں بھی دو قول ہیں لیکن پہلا قول ہی زیادہ مشہور ہے جیسے کہ سورۂ روم کی تفسیر میں اس کا بیان اور تقریر گزر چکی واللہ اعلم، **ف** ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی چھت پر باواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے تھے جب اس سورت کی آخری آیت کی تلاوت کی تو فرمایا۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ فَبَلٰى ۝ یعنی اے اللہ تو پاک ہے اور بے شک قادر ہے لوگوں نے اس کہنے کا باعث پوچھا تو فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت کا یہی جواب دیتے ہوئے سنا ہے، ابو داؤد میں بھی یہی حدیث ہے، لیکن دونوں کتابوں میں اس صحابیؓ کا

نام نہیں گو یا یہ نام نہ ہونا مضر نہیں، ابو داؤد کی ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تم میں سے سورۂ والتین کی آخری آیت اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ○ پڑھے۔ وہ بَلٰى وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ○ کہے، یعنی ہاں اور میں بھی اس پر گواہ ہوں، اور جو شخص سورۂ قیامت کی آخری آیت اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ○ پڑھے تو وہ کہے بَلٰى اور جو شخص سورۂ والمرسلات کی آخری آیت فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ○ پڑھے وہ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ کہے، یہ حدیث مسند احمد اور ترمذی میں بھی ہے، ابن جریر میں حضرت قتادہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سورت کی اس آخری آیت کے بعد فرماتے سُبْحَانَكَ وَبَلٰى ○ حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کے جواب میں یہ کہنا ابن ابی حاتم میں مروی ہے۔ الحمد للہ سورۂ قیامہ کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۂ دہر مکیّہ

صحیح مسلم کے حوالے سے یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے کہ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ الٓمّٓ ○ تَنْزِيْلُ الخ اور سورۂ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ الخ قرأت فرماتے تھے، ایک مرسل غریب حدیث میں ہے کہ جب یہ سورت اتری اور حضور علیہ السلام نے اس کی تلاوت کی اس وقت آپؐ کے پاس ایک سانولے رنگ کے صحابیؓ بیٹھے ہوئے تھے جب جنت کی صفتوں کا ذکر آیا تو اُن کے منہ سے بے ساختہ ایک چیخ نکل گئی اور ساتھ ہی روح پرواز کر گئی، جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے ساتھی اور تمہارے بھائی کی جان جنت کے شوق میں نکل گئی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ① اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ

بیشک انسان پر زمانہ میں ایک ایسا وقت بھی آ چکا ہے جس میں وہ کوئی چیز قابل تذکرہ نہ تھا (یعنی انسان نہ تھا بلکہ نطفہ تھا) ہم نے اسکو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا اس طور پر کہ ہم

مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ② اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ③

اسکو مکلف بنائیں تو اسی واسطے ہم نے اسکو سنتا دیکھتا (سمجھتا) بنایا ہم نے اسکو بھلائی برائی پر مطلع کر کے، رستہ بتلایا (یعنی احکام کا مخاطب بنایا پھر) یا تو وہ شکر گزار (اور مومن) ہو گیا یا ناشکرا۔

انسان کی ابتداء اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس نے انسان کو پیدا کیا حالانکہ اس سے پہلے وہ اپنی بے مائگی اور اپنے ضعف کی وجہ سے ایسی چیز نہ تھا کہ اس کا ذکر کیا جائے، اسے مرد و عورت کے ملے جلے پانی سے پیدا کیا، اور عجب عجب تغیرات کے بعد یہ موجودہ شکل و صورت اور ہیئت پر آیا ہم اسے آزما رہے ہیں، جیسے اور جگہ ہے لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ○ تاکہ

ع۔ لیکن اگر امام نماز میں یہ آیات پڑھے تو پھر مقتدی یہ عبارات نہ کہے کیونکہ حالت نماز میں سکوت کے ساتھ امام کی قرأت سننا فرض ہے۔

وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے عمل کرنے والا کون ہے! پس اُس نے تمہیں کان اور آنکھیں عطا فرمائیں تاکہ اطاعت اور معصیت میں تمیز کر سکو۔ ہم نے اسے راہ دکھا دی خوب واضح اور صاف کر کے اپنا سیدھا راستہ اُس پر کھول دیا، جیسے اور جگہ ہے وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى ہ یعنی ثمودیوں کو ہم نے ہدایت کی لیکن انھوں نے گمراہی کو ہدایت پر ترجیح دی، اور جگہ ہے وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ہ یعنی ہم نے انسان کو دونوں راہیں دکھا دیں، یعنی بھلائی بُرائی کی، اس آیت کی تفسیر میں مجاہدؒ، ابو صالحؒ ضحاکؒ اور سدیؒ سے مروی ہے کہ اسے ہم نے راہ دکھائی، یعنی ماں کے پیٹ سے باہر آنے کی، لیکن یہ قول غریب ہے اور صحیح قول پہلا ہی ہے اور جمہور سے یہی منقول ہے، شَاكِرًا اور كَفُوْرًا ہ کا نصب حال کی وجہ سے ذوالحال ہُ کی ضمیر ہے جو اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ میں ہے، یعنی وہ اس حالت میں یا تو شقی ہے یا سعید، جیسے صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ ہر شخص صبح کے وقت اپنے نفس کی خرید و فروخت کرتا ہے یا تو اُسے ہلاک کر دیتا ہے یا آزاد کرا لیتا ہے مسند احمد میں ہے کہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپؐ نے فرمایا خدا تجھے بیوقوں کی سرداری سے بچائے، حضرت کعبؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! وہ کیا ہے؟ فرمایا وہ میرے بعد کے سردار ہوں گے جو میری سُنتوں پر نہ عمل کریں گے نہ میرے طریقے پر چلیں گے پس جو لوگ اُن کے جھوٹ کی تصدیق کریں اور اُن کے ظلم کی امداد کریں وہ نہ میرے ہیں اور نہ میں اُن کا ہوں یاد رکھو وہ میرے حوضِ کوثر پر بھی نہیں آ سکتے، اور جو اُن کے جھوٹ کو سچا نہ کرے اور ان کے ظلموں میں ان کا مددگار نہ بنے وہ میرا ہے اور میں اس کا ہوں یہ لوگ میرے حوضِ کوثر پر مجھ سے ملیں گے، اے کعبؓ روزہ ڈھال ہے اور صدقہ خطاؤں کو ختم کر دیتا ہے اور نماز قرب خدا کا سبب ہے یا فرمایا کہ دلیل نجات ہے، اے کعبؓ! وہ گوشت پوست جنت میں نہیں جا سکتا جو حرام سے پلا ہو وہ تو جہنم میں ہی جانے کے قابل ہے، اے کعبؓ! لوگ ہر صبح اپنے نفس کی خرید و فروخت کرتے ہیں کوئی تو اُسے آزاد کرا لیتا ہے اور کوئی ہلاک کر گزرتا ہے، سورہ روم کی آیت فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ہ کی تفسیر میں حضرت جابرؓ کی روایت سے حضورؐ کا یہ ارشاد بھی گزر چکا ہے کہ ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ زبان چلنے لگتی ہے پھر یا تو شکر گزار بنتا ہے یا ناشکرا، مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ جو نکلنے والا نکلتا ہے اُس کے دروازے پر دو جھنڈے ہوتے ہیں ایک فرشتے کے ہاتھ میں دوسرا شیطان کے ہاتھ میں پس اگر وہ اُس کام کے لئے نکلا جو خدا تعالیٰ کا پسندیدہ ہے تو فرشتہ اپنا جھنڈا لئے ہوئے اس کے ساتھ ہو لیتا ہے اور یہ واپسی تک فرشتے کے جھنڈے تلے ہی رہتا ہے اور اگر یہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی کے کام کے لئے نکلا ہے تو شیطان اپنا جھنڈا لگائے اس کے ساتھ ہو لیتا ہے اور واپسی تک یہ شیطانی جھنڈے سے تلے رہتا ہے۔

اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۟ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ④ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ

ہم نے کافروں کے لئے زنجیریں اور طوق اور آتش سوزاں تیار کر رکھی ہے (اور) جو نیک (لوگ) ہیں وہ ایسے جام شراب سے (شرابیں) پیویں گے جس میں

مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ⑤ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ⑥

کافور کی آمیزش ہوگی یعنی ایسے چشمے سے پیویں گے) جس سے خدا کے خاص بندے پییں گے (اور) جسکو وہ (خاص بندے) جہاں چاہیں گے بہا کر لیجائیں گے

يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ⑦ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ

م

وہ لوگ واجبات کو پورا کرتے ہیں اور ایسے دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی عام ہوگی اور وہ لوگ (محض) خدا کی محبت سے

عَلٰی حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا ⑧ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِیْدُ

غریب اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں ہم تم کو محض خدا کی رضا مندی کیلئے کھانا کھلاتے ہیں نہ ہم تم سے (اس کا فعلی)

مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ⑨ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا یَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِیْرًا ⑩

بدلہ چاہیں اور نہ (اس کا قولی) شکریہ (چاہیں) ہم اپنے رب کی طرف سے ایک سخت اور تلخ دن کا اندیشہ رکھتے ہیں سو اللہ تع

فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْیَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ⑪ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِیْرًا ⑫

انکو (اس اطاعت اور اخلاص کی برکت سے) اسدن کی سختی سے محفوظ رکھیگا اور انکو تازگی اور خوشی عطا فرمائیگا (یعنی چہروں پر تازگی اور قلوب میں خوشی دیگا) اور ان کی پختگی (یعنی استقامت فی الدین کے بدلہ میں ان کو جنت اور ریشمی لباس دیگا۔

کفار اور عذاب الٰہی

پہلے اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ اُس کی مخلوق میں سے جو بھی اُس سے کفر کرے اُس کے لئے زنجیریں طوق اور شعلوں والی بھڑکتی ہوئی تیز آگ تیار ہے، جیسے اور جگہ ہے اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ یُسْحَبُوْنَ فِی الْحَمِیْمِ ۝ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ ۝ جب کہ طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور بیڑیاں اُن کے پاؤں میں ہونگی اور یہ حمیم میں گھسیٹے جائیں گے پھر جہنم میں جلائے جائیں گے، ان بدنصیبوں کی سزا کا ذکر کر کے اب نیک لوگوں کی جزا کا ذکر ہو رہا ہے کہ انہیں وہ جام پلائے جائیں گے جن کی آمیزش کافور نامی نہر کے پانی کی ہوگی، ذائقہ بھی اعلیٰ خوشبو بھی عمدہ اور فائدہ بھی بہتر کافور کی سی ٹھنڈک اور سونٹھ کی سی خوشبو، کافور ایک نہر کا نام ہے جس سے خدا تعالیٰ کے خاص بندے پانی پیتے ہیں اور صرف اُسی سے آسودگی حاصل کرتے ہیں اسی لئے یہاں اسے "ب" سے متعدی کیا اور تمیز کی بنا پر عَیْنًا پر نصب دیا، یہ پانی اپنی خوشبو میں مثل کافور کے ہے یا کافور ہی ہے اور عَیْنًا کا زبر یَشْرَبُ کی وجہ سے ہے، پھر اس نہر تک انھیں آنے کی ضرورت نہیں یہ اپنے باغات میں مکانات میں مجلسوں میں بیٹھکوں میں جہاں بھی چاہیں گے اُسے لے جائیں گے اور وہیں وہ پہنچ جائیگی، تَفْجِیْر کے معنی روانگی اور اجرا کے ہیں، جیسے آیت حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا میں اور فَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا میں، پھر ان لوگوں کی نیکیاں بیان ہو رہی ہیں کہ جو عبادتیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کے ذمہ تھیں وہ تو بجا ہی لاتے تھے بلکہ جو چیز یہ اپنے اوپر کر لیتے اُسے بھی بجا لاتے یعنی نذر بھی پوری کرتے، حدیث میں ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر مانے وہ پوری کرے اور جو نافرمانی کی نذر مانے اُسے پوری نہ کرے، امام بخاریؒ نے اسے امام مالکؒ کی روایت سے بیان فرمایا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بھاگتے رہتے ہیں کیونکہ قیامت کے دن کا ڈر ہے جس کی گھبراہٹ عام طور پر سب کو گھیر لے گی اور ہر ایک ایک اُلجھن میں پڑ جانے گا، مگر جس پر خدا تعالیٰ کا رحم و کرم ہو، زمین و آسمان تک کانپ رہے ہوں گے، استطار کے معنی ہی ہیں پھیل جانے والی اور اطراف کو گھیر لینے والی کے، یہ نیکوکار اللہ تعالیٰ کی محبت میں مستحق لوگوں پر اپنی طاقت کے مطابق خرچ بھی کرتے رہتے تھے اور ہٗ کی ضمیر کا مرجع بعض لوگوں نے طعام کو بھی کہا ہے لفظاً زیادہ ظاہر بھی یہی ہے، یعنی باوجود طعام کی محبت اور خواہش و ضرورت کے راہِ للہ غرباء اور حاجتمندوں کو دیدیتے ہیں، جیسے اور جگہ ہے وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ۝ یعنی مال کی خواہش و تمنا کے باوجود اُسے راہِ للہ دیتے رہتے ہیں، اور فرمان ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۝ یعنی تم ہرگز بھلائی حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ اپنی پسندیدہ چیزیں راہِ للہ خرچ نہ کرو، حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار پڑے آپ کی بیماری میں انگور کا موسم آیا جب انگور پکنے لگے تو آپ کا دل بھی چاہا کہ میں انگور کھاؤں تو آپ کی بیوی صاحبہ حضرت صفیہؓ نے ایک درہم کے انگور منگائے، آدمی جو لیکر آیا اس کے ساتھ ہی ساتھ ایک سائل بھی آگیا

اور اُس نے آواز دی کہ میں سائل ہوں حضرت عبداللہؓ نے فرمایا یہ سب اسی کو دیدو چنانچہ دیدیئے گئے، پھر دوبارہ آدمی گیا اور انگور خرید لایا اب کی مرتبہ بھی سائل آگیا اور اُس کے سوال پر اُسی کو سب کے سب انگور دیدیئے گئے۔ لیکن اب کی مرتبہ حضرت صفیہؓ نے سائل کو کہلا بھیجا کہ اگر آپ آئے تو تمہیں کچھ نہ ملے گا چنانچہ تیسری مرتبہ ایک درہم کے انگور منگائے گئے (بیہقی) اور صحیح حدیث میں ہے کہ افضل صدقہ وہ ہے جو تو اپنی صحت کی حالت میں باوجود مال کی محبت کے باوجود امیری کی تمنا اور افلاس کے خوف کے راہِ للہ دے، یعنی مال کی حرص بھی ہو حُب بھی ہو اور حاجت و ضرورت بھی ہو پھر بھی راہ للہ اُسے قربان کردے۔ یتیم اور مسکین کسے کہتے ہیں؟ وغیرہ اس کا مفصل بیان پہلے گزر چکا ہے، قیدی کی نسبت حضرت سعیدؒ وغیرہ تو فرماتے ہیں کہ مسلمان اہل قبلہ سے مراد ہے، لیکن ابن عباسؓ وغیرہ کا فرمان ہے اُس وقت قیدیوں میں سوائے مشرکین کے اور کوئی مسلم نہ تھا، اور اسی کی تائید اُس حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ حضورؐ نے بدری قیدیوں کے بارے میں اپنے اصحابؓ کو فرمایا تھا کہ ان کا اکرام کرو چنانچہ کھانے پینے میں صحابہؓ خود اپنی جانوں سے بھی زیادہ اُن کا خیال رکھتے تھے، حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں اس سے مراد غلام ہیں، امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ آیت کے عام ہونے کی وجہ سے اسی کو پسند کرتے ہیں اور مسلم مشرک سب کو شامل کرتے ہیں، غلاموں اور ماتحتوں کے ساتھ احسان و سلوک کرنے کی تاکید بہت سی حدیثوں میں آئی ہے، بلکہ حضرت رسولِ اکرم محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت اپنی اُمت کو یہی ہے کہ نمازوں کی نگہبانی کرو اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور اُن کا پورا خیال رکھو؛ یہ اس نیک سلوک کا نہ تو اُن لوگوں سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ، بلکہ اپنے حال سے گویا اعلان کردیتے ہیں کہ ہم تمہیں صرف راہِ للہ دیتے ہیں اس میں ہماری ہی بہتری ہے کہ اس سے رضائے رب اور مرضئ مولا ہمیں حاصل ہوجائے ہم ثواب اور اجر کے مستحق ہوجائیں، حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں خدا کی قسم یہ بات وہ لوگ منہ سے نہیں نکالتے یہ دلی ارادہ ہوتا ہے جس کا علم خدا کو ہے تو خدا تعالیٰ نے اُسے ظاہر فرمادیا کہ اور لوگوں کی رغبت کا باعث بنے، یہ پاکباز جماعت خیرات و صدقات کرکے اُس دن کے عذاب اور ہولناکیوں سے بچنا چاہتی ہے جو ترش رو تنگ تاریک اور طول طویل ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ اس بناء پر خدا تعالیٰ ہم پر رحم کرے گا، اور اُس محتاجی اور بےکسی والے دن ہمیں ہماری یہ نیکیاں کام آئیں گی، حضرت ابن عباسؓ سے عَبُوْس کے معنے تنگی والا، اور قَمْطَرِیْر کے معنے طول طویل مروی ہے عکرمہؒ فرماتے ہیں کافر کا منہ اس دن بگڑ جائے گا اُس کی تیوری چڑھ جائیگی، اور اُس کی دونوں آنکھوں کے درمیان سے عرق بہنے لگے گا جو مثل روغن گندھک کے ہوگا، مجاہدؒ فرماتے ہیں ہونٹ چڑھ جائیں گے اور چہرہ سمٹ جائے گا، حضرت سعیدؒ اور حضرت قتادہؒ کا قول ہے کہ بوجہ گھبراہٹ اور ہولناکیوں کے صورت بگڑ جائے گی پیشانی تنگ ہوجائے گی، ابن زیدؒ فرماتے ہیں بُرائی اور سختی والا دن ہوگا، لیکن سب سے واضح بہتر نہایت مناسب ٹھیک قول حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے، قَمْطَرِیْر کے لغوی معنی امام ابن جریرؒ نے شدید کے کئے ہیں یعنی بہت سختی والا؛ ان کی اس نیک نیتی اور پاک عمل کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے انھیں اس دن کی بُرائی سے بال بال بچا لیا، اور اتنا ہی نہیں بلکہ اُنھیں بجائے ترش روئی کے خندہ پیشانی اور بجائے دل کی ہولناکی کے اطمینان و سرورِ قلب عطا فرمایا، خیال کیجئے کہ یہاں پر عبارت میں کس قدر بلیغ تجانس کا استعمال کیا گیا ہے، اور جگہ ہے وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۙ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۙ اُس دن بہت سے چہرے چمکیلے ہوں گے جو ہنستے ہونے اور خوشیاں مناتے ہوئے ہوں گے، یہ ظاہر ہے کہ جب دل مسرور ہوگا تو چہرہ کھلا ہوا ہوگا، حضرت کعبؓ بن مالک کی لمبی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کبھی کوئی خوشی ہوتی تو آپؐ کا چہرہ چمکنے لگتا اور ایسا معلوم ہوتا گویا چاند کا ٹکڑا ہے، حضرت عائشہؓ کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ ایک

مرتبہ حضورؐ میرے پاس تشریف لائے چہرۂ مبارک خوشی سے منور ہو رہا تھا اور مکھڑے مبارک کی رگیں چمک رہی تھیں الخ پھر فرماتا ہے ان کے صبر کے اجر میں انھیں رہنے سہنے کے لئے وسیع جنت پاک زندگی اور پہننے اوڑھنے کے لئے ریشمی لباس ملا، ابن عساکر میں ہے کہ ابو سلیمان دارانیؒ کے سامنے اس سورت کی تلاوت ہوئی جب قاری نے اس آیت کو پڑھا تو آپ نے فرمایا انھوں نے دنیاوی خواہشوں کو چھوڑ رکھا تھا، پھر یہ اشعار پڑھے ؎

كَمْ قَتِيْلٍ لِّشَهْوَةٍ وَّاَسِيْرٍ ۞ اُفٍّ مِّنْ مُّشْتَهٰى خِلَافِ الْجَمِيْلِ ۞ شَهَوَاتُ الْاِنْسَانِ تُوْرِثُهُ الذُّلَّ ۞ وَتُلْقِيْهِ فِي الْبَلَاءِ الطَّوِيْلِ

افسوس شہوت نفس نے اور بھلائیوں کے خلاف برائیوں کے ارتکاب نے بہت سوں کا گلا گھونٹ دیا اور کئی ایک کو پابجولان کر دیا، نفسانی خواہشیں ہی ہیں جو انسان کو بد ترین ذلت و رسوائی اور بلا و مصیبت میں ڈال دیتی ہیں ؎

مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ⑬ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ

اس حالت میں کہ وہ وہاں (جنت میں) مسہریوں پر (آرام اور عزت سے) تکیہ لگائے ہوں گے نہ وہاں تپش (اور گرمی) پاویں گے اور نہ جاڑا (بلکہ فرحت بخش اعتدال ہوگا)

ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ⑭ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ

اور یہ حالت ہوگی کہ وہاں کے (یعنی جنت کے) درختوں کے سائے ان پر جھکے ہوں گے اور ان کے میوے ان کے اختیار میں ہوں گے کہ ہر وقت ہر طرح بلا مشقت لے سکیں گے) اور

قَوَارِيْرَا ⑮ قَوَارِيْرَا مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ⑯ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا

ان کے پاس چاندی کے برتن اور آبخورے جو شیشے کے ہوں گے لائے جاویں گے اور) وہ شیشے چاندی کے ہوں گے جنکو بھرنیوالوں نے مناسب انداز سے بھرا ہوگا اور وہاں ان کو علاوہ جام شراب

زَنْجَبِيْلًا ⑰ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ⑱ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا

مذکور کے) ایسا جام شراب پلایا جاویگا جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی یعنی ایسے چشمے سے (انکو پلایا جاویگا) جو وہاں ہوگا جسکا نام (وہاں) سلسبیل مشہور ہوگا اور ان کے پاس

رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ⑲ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ⑳ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ

(یہ چیزیں لیکر) ایسے لڑکے آمد و رفت کریں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے (اور اسقدر حسین ہیں کہ) اے مخاطب اگر تو ان کو چلتے پھرتے دیکھے تو یوں سمجھے کہ موتی ہیں جو بکھر گئے ہیں اور اے مخاطب

سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۫ وَّحُلُّوْۤا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا

اگر تو اس جگہ کو دیکھے تو تجھکو بڑی نعمت اور بڑی سلطنت دکھائی دے (اور) ان جنتیوں پر باریک ریشم کے کپڑے ہوں گے اور دبیز ریشم کے کپڑے بھی دکھو نگر ہر لباس میں جدا لطف ہو

طَهُوْرًا ㉑ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ㉒ ع

اور انکو چاندی کے کنگن پہنائے جاوینگے اور انکا رب انکو پاکیزہ شراب پینے کو دیگا (جس میں نہ نجاست ہوگی نہ کدورت) یہ تمہارا صلہ ہے اور تمہاری کوشش (جو دنیا میں کرتے تھے) مقبول ہوئی

نعمتہائے آخرت

جنتیوں کی نعمتوں اور راحتوں کا ان کے ملک و مال اور جاہ و منال کا ذکر ہو رہا ہے کہ یہ لوگ بآرام تمام پورے اطمینان اور خوش دلی کے ساتھ جنت کے مرصع اور مزین جڑاؤ تختوں پر بے فکری سے تکیے لگائے سرور و راحت سے بیٹھے مزے لوٹ رہے ہوں گے سورۂ والصافات کی تفسیر میں اس کی پوری شرح

گزر چکی ہے، وہیں یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ اتکا سے مراد لیٹنا ہے یا کہنیاں ٹکانا ہے یا چار زانو بیٹھنا ہے یا کمر لگا کر ٹیک لگانا ہے، اور یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ اَرَائک چھپر کھٹوں کو کہتے ہیں، پھر ایک اور نعمت بیان ہو رہی ہے کہ وہاں نہ تو سورج کی تیز شعاعوں سے انھیں کوئی تکلیف پہنچے گی نہ جاڑے کی بہت سرد ہوائیں انھیں ناگوار گزریں گی، بلکہ بہار کا سا موسم ہر وقت اور ہمیشہ رہتا ہے، گرمی سردی کے جھمیلوں سے الگ ہیں، جنتی درختوں کی شاخیں جھوم جھوم کر ان پر سایہ کئے ہوئے ہوں گی اور میوے ان سے بالکل قریب ہوں گے چاہے لیٹے لیٹے توڑ کر کھالیں چاہے بیٹھے بیٹھے لے لیں چاہے کھڑے ہو کر لے لیں، درختوں پر چڑھنے کی اور تکلیف کی کوئی ضرورت نہیں سروں پر میوے دار گچھے اور لدے ہوئے گچھے لٹک رہے ہوں گے توڑا اور کھا لیا، اگر کھڑے ہیں تو میوے اتنے اونچے ہیں، بیٹھے تو قدرے جھک گئے، لیٹے تو اور قریب آگئے، نہ تو کانٹوں کی رکاوٹ ہے اور نہ دوری کی دردسری ہے، حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنت کی زمین چاندی کی ہے اور اس کی مٹی مشک خالص ہے اُس کے درختوں کے تنے سونے چاندی کے ہیں، ڈالیاں لُولُو زبرجد اور یاقوت کی ہیں ان کے درمیان پتے اور پھل ہیں جن کے توڑنے میں کوئی دقت اور مشکل نہیں چاہو بیٹھے بیٹھے توڑ لو چاہو کھڑے کھڑے بلکہ اگر چاہیں لیٹے لیٹے ؛ ایک طرف خوش خرام خوش دل خوبصورت باادب سلیقہ شعار فرمانبردار خادم، قسم قسم کے کھانے چاندی کے کشتیوں میں لگائے لئے کھڑے ہیں، دوسری جانب شراب طہور سے چھلکتے ہوئے بلوریں جام لئے ساقیانِ مہ وش اشارے کے منتظر ہیں، یہ گلاس صفائی میں شیشے جیسے اور سفیدی میں چاندی جیسے ہوں گے، دراصل ہوں گے چاندی کے لیکن شیشے کی طرح شفاف ہوں گے کہ اندر کی چیز باہر سے نظر آئیگی، جنت کی تمام چیزوں کی یونہی سی برائے نام مشابہت دنیا کی چیزوں میں بھی پائی جاتی ہے لیکن ان چاندی کی بلوریں گلاسوں کی کوئی مثال نہیں ملتی، ہاں یہ یاد رہے کہ پہلے کے لفظ قَوَارِیْرَ پر زبر تو اس لئے ہے کہ وہ کَانَ کی خبر ہے اور دوسرے پر زبر بدلیت کی بنا پر ہے یا تمیز کی بنا پر، پھر یہ جام بھی تلے ہوئے ہیں ساقی کے ہاتھ میں بھی زیب دیں اُن کی ہتھیلیوں پر بھلے معلوم ہوں اور پینے والوں کی حسبِ خواہش شراب طہور اس میں سما جائے جو نہ بچے نہ گھٹے ؛ ان نایاب گلاسوں میں جو پاک خوش ذائقہ اور سرور والی بے نشے کی شراب انھیں ملے گی۔ وہ جنت کی نہر سلسبیل کے پانی سے مخلوط کر کے دی جائے گی، جیسا اوپر گزر چکا ہے کہ نہر کافور کے پانی سے مخلوط کر کے دی جائے گی تو مطلب یہ ہے کہ کبھی اُس ٹھنڈک والے سرد مزاج پانی سے کبھی اس نفیس گرم مزاج پانی سے تاکہ اعتدال قائم رہے، یہ نیک لوگوں کا ذکر ہے اور خاص مقربین خالص اُس نہر کا شربت پئیں گے، سلسبیل بقولِ عکرمہ جنت کے ایک چشمے کا نام ہے کیونکہ وہ تیزی کے ساتھ مسلسل روانگی سے لہریا چال بہہ رہا ہے، اس کا پانی بہت ہلکا نہایت شیریں خوش ذائقہ اور خوشبودار ہے جو آسانی سے پیا جائے اور سہتا پچتا رہے ؛ ان نعمتوں کے ساتھ ہی خوبصورت حسین نوخیز کم عمر لڑکے اُن کی خدمت کے لئے کمربستہ ہوں گے، یہ غلمان جنتی جس سن و سال میں ہوں گے اُسی میں رہیں گے یہ نہیں کہ سن بڑھ کر صورت بگڑ جائے، یہ نفیس پوشاکیں اور بیش قیمت جڑاؤ زیور پہنے ہوئے بہ تعدادِ کثیر ادھر اُدھر کاموں پر بنے ہوئے ہوں گے جنھیں دوڑے بھاگے مستعدی اور چالاکی سے انجام دے رہے ہوں گے، ایسا معلوم ہوگا گویا سفید آب دار موتی اِدھر اُدھر جنت میں بکھرے پڑے ہیں، حقیقت میں اس سے زیادہ اچھی تشبیہ ان کے لئے کوئی اور نہ تھی کہ یہ صاحب جمال اور خوش خصال بوٹے سے قد والے سفید نورانی چہروں والے پاک صاف سجی ہوئی پوشاکیں پہنے ہوئے زیوروں میں لدے ہوئے[عہ] اپنے مالک کی فرمانبرداری میں دوڑتے بھاگتے اِدھر اُدھر پھرتے ایسے بھلے معلوم ہوں گے جیسے سجے سجائے پُرتکلف فرش پر سفید چمکیلے سچے موتی اِدھر اُدھر لڑھک رہے ہوں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[عہ] عرب کے ماحول کے پیش نظر گفتگو ہے جہاں مردوں میں بھی زیورات کا استعمال ریاست و وجاہت کا جزو سمجھا جاتا تھا۔

فرماتے ہیں کہ ہر ایک جنّتی کے ایک ہزار خادم ہوں گے جو مختلف کام کاج میں لگے ہوئے ہوں گے: پھر فرماتا ہے کہ اے نبیؐ! تم جنّت کی جس جگہ نظر ڈالو تمہیں نعمتیں اور عظیم الشان سلطنت ہی سلطنت نظر آئیگی، تم دیکھوگے کہ راحت و سرور نعمت و نور سے چپّہ چپّہ معمور ہے، چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ "سب سے آخر میں جو جہنّم میں سے نکالا جائے گا اور جنّت میں بھیجا جائے گا اُس سے جناب باری تبارک و تعالیٰ فرمائے گا جا میں نے تجھے جنّت میں وہ دیا جو مثل دُنیا کے ہے بلکہ اس سے بھی دس حصّے زیادہ دیا، اور حضرت ابن عمرؓ کی روایت سے وہ حدیث بھی پہلے گزر چکی ہے کہ ادنیٰ جنّتی کی ملکیت و ملک دو ہزار سال کی مسافت ہوگا، ہر قریب و بعید کی چیز پر اُس کی بیک نظر یکساں نگاہیں ہوں گی، یہ حال تو ہے ادنیٰ جنّتی کا پھر سمجھ لو کہ اعلیٰ جنّتی کا درجہ کیا ہوگا؟ اور اس کی نعمتیں کیسی ہوں گی- (اے خدا! اے بغیر ہماری دعا اور عمل کے ہمیں شیر مادر کے چشمے عنایت کرنے والے! ہم بہ عاجزی و الحاح تیری پاک جناب میں عرض گزار ہیں کہ تو ہماری للچائی ہوئی طبیعت کے ارمانوں کو پورا کر اور ہمیں بھی جنّت الفردوس نصیب فرما، گو ایسے اعمال نہ ہوں لیکن ایمان ہے کہ تیری رحمت اعمال پر ہی موقوف نہیں، آمین- مترجم و محشی) طبرانی کی ایک بہت ہی غریب حدیث میں ہے کہ ایک حبشی دربار رسالت[عہ] میں حاضر ہوا آپؐ نے اُسے فرمایا تمہیں جو کچھ پوچھنا ہو جس بات کو سمجھنا ہو پوچھ لو، اُس نے کہا یا رسول اللہؐ! صورت شکل میں رنگ و روپ میں نبوّت و رسالت میں آپؐ کو ہم پر فضیلت دی گئی ہے، اب تو یہ فرمائیے کہ اگر میں بھی اُن چیزوں پر ایمان لاؤں جن پر آپؐ ایمان لائے ہیں اور جن پر آپؐ عمل کرتے ہیں اگر میں بھی اُسی پر عمل کروں تو کیا جنّت میں آپؐ کے ساتھ ہو سکتا ہوں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں قسم ہے اُس اللہ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ سیاہ رنگ لوگوں کو جنّت میں وہ سفید رنگ دیا جائے گا جو ایک ہزار سال کے فاصلے سے دکھائی دے گا، پھر حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا جو شخص لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الخ کہے اُس کے لئے خدا کے پاس عہد مقرر ہو جاتا ہے اور جو شخص سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ کہے اُس کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں، تو ایک شخص نے کہا پھر یا رسول اللہؐ ہم کیسے ہلاک ہو جائیں گے؟ آپؐ نے فرمایا سُنو، ایک شخص اتنی نیکیاں لائیگا کہ اگر کسی بڑے پہاڑ پر رکھی جائیں تو اُس پر بوجھل پڑیں لیکن پھر جو خدا کی نعمتیں اس کے مقابل آئیں گی تو قریب ہوگا کہ سب فنا ہو جائیں مگر یہ اور بات ہے کہ رحمتِ رب توجہ فرمائے، اس وقت یہ سورت مُلْكًا كَبِيْرًا تک اُتری تو اُسی حبشی نے کہا اے حضورؐ! جو کچھ آپؐ کی آنکھیں جنّت میں دیکھیں گی کیا میری آنکھیں بھی دیکھیں گی؟ آپؐ نے فرمایا ہاں ہاں، بس وہ رونے لگا یہاں تک کہ اُس کی روح پرواز کر گئی حضرت عبد اللہؓ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے اُسے دفن کیا- (رضی اللہ تعالیٰ عنہ): پھر اہل جنّت کے لباس کا ذکر ہو رہا ہے کہ وہ سبز ہرے رنگ کا مہین اور چمکدار ریشم ہوگا، سُنْدُس اعلیٰ درجہ کا خالص نرم ریشم جو بدن سے لگا ہوا ہوگا، اِسْتَبْرَق عمدہ بیش بہا گراں قدر ریشم جس میں چمک دمک ہوگی جو اوپر پہنایا جائیگا ساتھ ہی چاندی کے کنگن ہاتھوں میں ہوں گے، یہ لباس ابرار کا ہے، اور مقربین خاص کے بارے میں اور جگہ ارشاد ہے يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ اُنھیں سونے کے کنگن ہیرے جڑے ہوئے پہنائے جائیں گے اور خالص نرم صاف ریشمی لباس ہوگا: ان ظاہری جسمانی استعمالی نعمتوں کے ساتھ ہی اُنھیں پُر کیف با لذّت سرور والی پاک اور پاک کرنے والی شراب پلائی جائے گی جو تمام ظاہری باطنی بُرائی دور کر دے گی حسد کینہ بد خلقی غصہ وغیرہ سب دور کر دے گی، جیسے امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جب اہل جنّت جنّت کے دروازے پر پہنچیں گے تو اُنھیں دو نہریں نظر آئیں گی اور اُنھیں از خود خیال پیدا ہوگا ایک کا وہ پانی پئیں گے تو اُن کے دلوں میں جو کچھ تھا سب دور ہو جائے گا دوسری میں غسل کریں گے جس سے چہرے تر و تازہ ہشاش بشاش ہو جائیں گے، ظاہری اور باطنی خوبی دونوں اُنھیں بدرجۂ کمال حاصل ہوں گی، جس کا بیان یہاں ہو رہا ہے: پھر ان سے ان کے دل خوش کرنے کے لئے

[عہ] روایت مجروح ناقابل اعتبار اور پایۂ اعتماد سے بالکل ساقط ہے-

اور ان کی خوشی دوبالا کرنے کے لئے بار بار کہا جائے گا کہ یہ تمہارے نیک اعمال کا بدلہ اور تمہاری بھلی کوششوں کی قدردانی ہے جیسے اور جگہ ہے كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔۢا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۝ دنیا میں جو اعمال تم نے کئے ان کی نیک جزا میں آج تم خوب سہتا پچتا بہ آرام و اطمینان کھاتے پیتے رہو، اور فرمان ہے وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ یعنی آواز دی جائے گی کہ ان جنتوں کا وارث تمہیں تمہاری نیک کرداریوں کی بناء پر بنایا گیا ہے عـ۱ ۔ یہاں بھی فرمایا ہے کہ تمہاری سعی مشکور ہے تھوڑے عمل پر بہت اجر ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان میں سے کرے آمین ۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ۝۱ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ

ہم نے آپ پر قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا ہے سو آپ اپنے پروردگار کے حکم پر (کہ اس میں تبلیغ بھی داخل ہے) مستقل رہئے اور ان میں سے کسی فاسق یا کافر

كَفُوْرًا ۝۲ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝۳ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ

کے کہنے میں نہ آئیے اور (آگے عبادت لازمہ کا امر ہے یعنی) اپنے پروردگار کا صبح و شام نام لیا کیجئے اور کسی قدر رات کے حصہ میں بھی اسکو سجدہ کیا کیجئے (یعنی نماز فرض پڑھا کیجئے)

لَيْلًا طَوِيْلًا ۝۴ اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَاۗءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ۝۵ نَحْنُ

اور رات کے بڑے حصہ میں اس کی تسبیح کیا کیجئے (مراد اس سے تہجد ہے علاوہ فرائض کے) یہ لوگ دنیا سے محبت رکھتے ہیں اور اپنے آگے آنیوالے ایک بھاری دن کو چھوڑ بیٹھے ہیں ہم ہی

خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ۝۶ اِنَّ هٰذِهٖ

نے ان کو پیدا کیا ہے اور ہم ہی نے ان کے جوڑ بند مضبوط کئے اور (نیز) جب ہم چاہیں ان ہی جیسے لوگ ان کی جگہ بدل دیں یہ (سب جو کچھ مذکور ہوا) کافی

تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَاۗءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝۷ وَمَا تَشَاۗءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

نصیحت ہے سو جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف رستہ اختیار کرے اور بدون خدا کے چاہے تم لوگ کوئی بات چاہ نہیں سکتے (اور بعض لوگوں کیلئے خدا

عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝۸ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَاۗءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۹ ع ۲ ۹ ۲۰

کے نہ چاہنے میں بعض حکمتیں ہوتی ہیں کیونکہ) خدائے تعالیٰ بڑا علم و حکمت والا ہے وہ جسکو چاہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے اور جسکو چاہے کفر اور ظلم میں مبتلا رکھتا ہے پھر) ظالموں کے لئے [illegible]

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر اپنا خاص کرم جو کیا ہے اسے یاد دلاتا ہے کہ ہم نے تجھ پر بتدریج تھوڑا تھوڑا کر کے یہ قرآن کریم نازل فرمایا۔ اب اس اکرام کے مقابلہ میں تمہیں بھی چاہئے کہ میری راہ میں صبر و سہار سے کام لو۔ میری قضاء و قدر پر صابر شاکر رہو دیکھو تو سہی کہ میں اپنی حسن تدبیر سے تمہیں کہاں سے کہاں پہنچاتا ہوں، ان کافروں منافقوں کی باتوں میں نہ آنا گو یہ تبلیغ سے روکیں لیکن تم نہ رکنا بلا رو و رعایت بغیر مایوسی اور تکان کے ہر وقت وعظ نصیحت ارشاد و تلقین سے غرض رکھو میری ذات پر بھروسہ رکھو میں تمہیں لوگوں کی ایذا سے بچاؤں گا تمہاری عصمت کا ذمہ دار میں ہوں، فاجر

عـ۱ اصل تو رحمت ہے بظاہر مومنین کے اعمال وجہ دخول جنت قرار دیئے گئے اور غور سے کام لیا جائے تو خود نیک عمل خدا تعالیٰ کی رحمت پر توفیق اس کی موقوف ہے اس لئے رحمت ہی آخری سہارا ٹھہرا۔

کہتے ہیں بداعمال عاصی کو اور کفور کہتے ہیں دل کے منکر کو، دن کے اوّل آخر کے حصے میں رب کا نام لیا کرو راتوں کو تہجد کی نماز پڑھو اور دیر تک خدا کی تسبیح کرو، جیسے اور جگہ فرمایا وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ الخ رات کو تہجد پڑھو عنقریب تمہیں تمہارا رب مقامِ محمود میں پہنچائے گا، سورۂ مزمّل کے شروع میں فرمایا" اے لحاف اوڑھنے والے رات کا قیام کیا کر مگر تھوڑی رات آدھی رات یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ اور قرآن کو ترتیل سے پڑھ، پھر کفّار کو روکتا ہے کہ حُبِّ دنیا میں پھنس کر آخرت کو ترک نہ کرو وہ بڑا بھاری دن ہے اس فانی دُنیا کے پیچھے پڑ کر اُس خوفناک دن کی دشواریوں سے غافل ہو جانا عقلمندی کا کام نہیں پھر فرماتا ہے سب کے خالق ہم ہیں اور سب کی مضبوط پیدائش اور قوی قویٰ ہم نے ہی بنائے ہیں اور ہم بالکل ہی قادر ہیں کہ قیامت کے دن انھیں بدل کر نئی پیدائش میں پیدا کر دیں، یہاں ابتداءِ آفرینش کو اعادہ کی دلیل بنائی ہے:" اور اس آیت کا یہ مطلب بھی ہے کہ اگر ہم چاہیں اور جب چاہیں ہمیں قدرت حاصل ہے کہ انھیں فنا کر دیں مٹا دیں اور ان جیسے دوسرے انسانوں کو ان کے قائم مقام کر دیں، جیسے اور جگہ ہے اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ الخ اگر خدا تعالیٰ چاہے تو اے لوگو تم سب کو برباد کر دے اور دوسرے لائے، اللہ تعالیٰ اس پر ہر آن قادر ہے، اور جگہ فرمایا اگر چاہے تمہیں فنا کر دے اور نئی مخلوق لائے خدا پر یہ گراں نہیں، پھر فرماتا ہے یہ سورت سراسر عبرت و نصیحت ہے، جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کر کے خدا تعالیٰ سے ملنے کی راہ پر چلنے لگ جائے، جیسے اور جگہ فرمان ہے وَمَاذَا عَلَيْهِمْ الخ ان پر کیا بوجھ پڑ جاتا اگر یہ خدا کو قیامت کو مان لیتے؟ ؛ پھر فرمایا بات یہ ہے کہ جب تک خدا نہ چاہے تمہیں ہدایت کی چاہت ہی نہ ہوگی، اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے مستحقِ ہدایت کو وہ ہدایت کی راہیں آسان کر دیتا ہے اور ہدایت کے اسباب مہیا کر دیتا ہے، اور جو اپنے آپ کو مستحقِ ضلالت بنا لیتا ہے اُسے وہ ہدایت سے ہٹا دیتا ہے، ہر کام میں اُس کی حکمتِ بالغہ اور حجتِ تامہ ہے، جسے چاہے اپنی رحمت تلے لیلے اور راہِ راست پر کھڑا کر دے، اور جسے چاہے بے راہ چلنے دے اور راہِ راست نہ سمجھائے، اُس کی ہدایت نہ تو کوئی کھو سکے گا نہ اُس کی گمراہی کو کوئی راستی سے بدل سکے گا۔ اُس کے عذاب گنہگاروں، ظالموں اور ناانصافوں کے لئے ہی مخصوص ہیں ؛ الحمدللہ سورۂ دہر کی تفسیر بھی ختم ہوئی، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے ؛

تفسیر سُورۂ مُرسلات مکیّہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم مِنیٰ کے غار میں تھے جب یہ سورت اُتری حضورؐ اس کی تلاوت کر رہے تھے اور میں آپؐ سے سُنکر یاد کر رہا تھا کہ ناگہاں ایک سانپ ہم پر حملہ آور ہوا حضورؐ نے فرمایا اسے مارو ہم جھپٹے لیکن وہ نکل گیا تو آپؐ نے فرمایا تمہاری سزا سے وہ بچ گیا جیسے تم اُس کی بُرائی سے محفوظ رہے (بخاری مسلم) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ صاحبہ حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی نماز میں اس سورت کی قرأت کرتے ہوئے سُنا ہے، دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس سورت کو پڑھتے ہوئے سُنکر ام فضلؓ نے فرمایا میرے عزیز آج تو تم نے یاد دلایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے اس سورت کو مغرب کی نماز میں پڑھتے ہوئے آخری مرتبہ سُنا ہے (مسند احمد و صحیحین)،

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ① فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ② وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ③ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ④

قسم ہے ان ہواؤں کی جو نفع پہنچانے کیلئے بھیجی جاتی ہیں پھر ان ہواؤں کی جو تندی سے چلتی ہیں (جس سے خطرات کا احتمال ہوتا ہے) اور ان ہواؤں کی جو بادلوں کو (اٹھا کر) پھیلاتی ہیں پھر ان ہواؤں کی

فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ⑤ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ⑥ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ⑦ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ⑧

جو بادلوں کو متفرق کردیتی ہیں (جیسا بارش کے بعد ہوتا ہے) پھر ان ہواؤں کی جو دل میں اللہ کی یاد (یعنی توبہ) یا ڈرانے کا القاء کرتی ہیں کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور ہونے والی ہے سو جب

وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ⑨ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ⑩ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ⑪ لِاَيِّ يَوْمٍ

ستارے بے نور ہو جاویں گے اور جب آسمان پھٹ جاویگا اور جب پہاڑ اڑتے پھریں گے اور جب سب پیغمبر وقت معین پر جمع کئے جاویں گے کس دن کیلئے پیغمبروں کا معاملہ ملتوی رکھا گیا ہے

اُجِّلَتْ ⑫ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ⑬ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ⑭ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ⑮

(آگے جواب ہے کہ) فیصلہ کے دن کیلئے (ملتوی رکھا گیا ہے) اور (آگے اس فیصلہ کے دن کی تہویل ہے کہ) آپکو معلوم ہے کہ وہ فیصلہ (مراد قیامت ہے) کا دن کیسا کچھ ہے (یعنی بہت سخت ہے) اس روز حق کے ... جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی۔

قیامت یقینی ہے

بعض اکابر صحابہؓ تابعین رح وغیرہ سے تو مروی ہے کہ مذکورہ بالا قسمیں ان اوصاف والے فرشتوں کی کھائی ہیں، بعض کہتے ہیں پہلے کی چار قسمیں تو ہواؤں کی ہیں اور پانچویں قسم فرشتوں کی ہے، بعض نے کچھ نہیں کہا کہ آیا وَالْمُرْسَلٰتِ سے مراد فرشتے ہیں یا ہوائیں ہیں، ہاں وَالْعٰصِفٰتِ کے بارے میں کہا ہے کہ اس سے مراد تو ہوائیں ہیں، بعض عٰصِفٰتِ میں یہ فرماتے ہیں، اور نٰشِرٰتِ میں کوئی فیصلہ نہیں کرتے، یہ بھی مروی ہے کہ نٰشِرٰتِ سے مراد بارش ہے، بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مُرْسَلٰتِ سے مراد ہوائیں ہیں، جیسے اور جگہ فرمان باری تعالیٰ ہے وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ الخ یعنی ہم نے ہوائیں چلائیں جو ابر کو بوجھل کرنے والیاں ہیں، اور جگہ ہے يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا الخ اپنی رحمت سے پیشتر اس کی خوشخبری دینے والی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں وہ چلاتا ہے، عَاصِفَات سے بھی مراد ہوائیں ہیں، وہ نرم ہلکی اور بھینی بھینی ہوائیں تھیں یہ ذرا تیز جھونکوں والی اور آواز والی ہوائیں ہیں نَاشِرَات سے مراد بھی ہوائیں ہیں جو بادلوں کو آسمان میں ہر چہار سو پھیلا دیتی ہیں اور جدھر خدا کا حکم ہوتا ہے انھیں لے جاتی ہیں، فَارِقَات اور مُلْقِیَات سے مراد البتہ فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے رسولوں پر وحی لے کر آتے ہیں جس سے حق و باطل حلال و حرام میں ضلالت و ہدایت میں امتیاز و فرق ہو جاتا ہے تاکہ لوگوں کے عذر ختم ہو جائیں اور منکرین کو تنبیہ ہو جائے ان قسموں کے بعد فرمان ہے کہ جس قیامت کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے جس دن تم سب کے سب اول آخر والے اپنی اپنی قبروں سے دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے اور اپنے کرتوت کا پھل پاؤ گے نیکی کی جزا اور بدی کی سزا، صور پھونک دیا جائے گا اور ایک چٹیل میدان میں تم سب جمع کر دیئے جاؤ گے، یہ وعدہ یقیناً حق ہے اور ہو کر رہنے والا اور لازمی طور پر آنے والا ہے، اس دن ستاروں کا نور اور ان کی چمک دمک ماند پڑ جائے گی، جیسے فرمایا وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝ اور جگہ فرمایا وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝ ستارے بے نور ہو کر جھڑ جائیں گے اور آسمان پھٹ جائیگا

ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیگا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر اُڑ جائیں گے یہاں تک کہ نام و نشان بھی باقی نہ رہیگا، جیسے اور جگہ ہے وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ الخ اور جگہ فرمایا وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ الخ یعنی پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر اُڑ جائیں گے اور اُس دن وہ چلنے لگیں گے بالکل نام و نشان مٹ جائے گا اور زمین ہموار بغیر اونچ نیچ کے رہ جائے گی اور رسولوں کو جمع کیا جائے گا اُس وقت مقررہ پر اُنھیں لایا جائے گا، جیسے اور جگہ ہے يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ الخ اُس دن اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع کرے گا اور اُن سے شہادتیں لے گا، جیسے اور جگہ ہے، وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ الخ زمین اپنے رب کے نور سے چمک اُٹھے گی، نامۂ اعمال دے دیئے جائیں گے، نبیوں کو اور گواہوں کو لایا جائے گا، اور حق و انصاف کے ساتھ فیصلے کئے جائیں گے اور کسی پر ظلم نہ ہو گا، پھر فرماتا ہے کہ ان رسولوں کو ٹھیرایا گیا تھا اس لئے کہ قیامت کے دن کے فیصلے ہوں گے، جیسے فرمایا فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ الخ یہ خیال نہ کر کہ خدا تعالیٰ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرے گا نہیں نہیں اللہ تعالیٰ بڑے غلبہ والا اور انتقام والا ہے جس دن یہ زمین بدل دی جائے گی اور آسمان بھی بدل دیا جائے گا اور سب کے سب اللہ واحد و قہار کے سامنے پیش ہو جائیں گے، اسی دن کو یہاں فیصلے کا دن کہا گیا، پھر اُس دن کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے فرمایا میرے معلوم کرائے بغیر اے نبیؐ! تم بھی اُس دن کی حقیقت سے باخبر نہیں ہو سکتے، اُس دن ان جھٹلانے والوں کے لئے سخت خرابی ہے، ایک غیر صحیح حدیث میں یہ بھی گزر چکا ہے کہ وَيْلٌ جہنم کی ایک وادی کا نام ہے ۔

اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ⑯ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ⑰ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ⑱ وَيْلٌ

(آگے عذاب کی تنذیر ہے یعنی) کیا ہم اگلے (کافر) لوگوں کو (عذاب سے) ہلاک نہیں کر چکے پھر پچھلوں کو بھی (عذاب میں) ان پہلوں ہی کے ساتھ ساتھ کردینگے، ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں

يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ⑲ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ⑳ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ㉑ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ㉒

(یعنی ان کے کفر پر سزا دیتے ہیں) اس روز (حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی (آگے قدرت علی البعث کی تقریر ہے یعنی) کیا ہم نے تم کو ایک بے قدر پانی (یعنی نطفہ) سے نہیں بنایا پھر ہم نے

فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ㉓ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ㉔ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ㉕

اس کو ایک وقت مقرر تک ایک محفوظ جگہ (یعنی عورت کے رحم) میں رکھا غرض ہم نے (ان تصرفات کا) ایک اندازہ ٹھیرایا سو ہم کیسے اچھے اندازہ ٹھیرانے والے ہیں اس روز (حق کے) جھٹلانیوالوں کی

اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا [عہ] ㉖ وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ㉗ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ㉘

بڑی خرابی ہوگی کیا ہم نے زمین کو زندوں اور مردوں کو سمیٹنے والی نہیں بنایا اور ہم نے اس (زمین) میں اونچے اونچے پہاڑ بنائے (جن سے بہت سے منافع متعلق ہیں) اور ہم نے تم کو میٹھا پانی پلایا اس روز (حق کے) جھٹلانیوالوں کی بڑی خرابی ہوگی

عبرت انگیز معاملات

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم سے پہلے بھی جن لوگوں نے میرے رسولوں کی رسالت کو جھٹلایا ہے ہم نے اُنھیں تہس نہس کر دیا، پھر اُن کے بعد اور آئے اُنھوں نے بھی ایسا ہی کیا اور ہم نے انھیں بھی اسی طرح غارت کر دیا، ہم مجرموں کی غفلت کا یہی بدلہ دیتے چلے آتے ہیں، اس دن ان جھٹلانے والوں کی دُرگت ہوگی، پھر اپنی مخلوق کو اپنا احسان یاد دلاتا ہے اور منکرین قیامت کے سامنے دلیل پیش کرتا ہے کہ ہم نے اُسے حقیر اور ذلیل قطرے سے پیدا کیا جو خالق کائنات کے سامنے ناچیز محض تھا، جیسے سورۂ یٰسٓ کی

[عہ] جصاص فقیہ نے ارض (زمین) کے ذکر کے بعد اموات (مردوں) کا ذکر ہونے سے استدلال کیا ہے کہ مردہ کو زمین ہی میں دفن کرنا چاہیئے الفاظ جصاص کے یہ ہیں" وھذا یدل علی وجوب مواراۃ المیت ودفنہ ودفن شعرہ وسائر ما یزایلہ ۔

تفسیر میں گزر چکا کہ اے ابن آدم! بھلا تو مجھے عاجز کر سکے گا میں نے تجھے اس جیسی چیز سے پیدا کیا ہے، پھر اُس قطرے کو ہم نے رحم میں جمع کیا جو اس پانی کے جمع ہونے کی جگہ ہے اسے بڑھاتا ہے اور محفوظ رکھتا ہے، مدت مقررہ تک وہ وہیں رہا یعنی چھ مہینے یا نو مہینے، ہمارے اس اندازے کو دیکھو کہ کس قدر صحیح اور بہترین ہے، پھر بھی اگر تم اُس آنے والے دن کو نہ مانو گے تو یقین جانو کہ تمہیں قیامت کے دن بڑی حسرت اور سخت افسوس ہوگا: پھر فرمایا کیا ہم نے زمین کو یہ خدمت سپرد نہیں کی؟ کہ وہ تمہیں زندگی میں بھی اپنی پیٹھ پر چلاتی رہے اور موت کے بعد بھی تمھیں اپنے پیٹ میں چھپا رکھے، پھر زمین کے نہ ہلنے جُلنے کے لئے ہم نے مضبوط وزنی بلند پہاڑ اُس میں گاڑ دیئے، اور بادلوں سے برستا ہوا اور چشموں سے رِستا ہوا ہلکا زود ہضم خوشگوار پانی ہم نے تمہیں پلایا، ان نعمتوں کے باوجود بھی اگر تم میری باتوں کو جھٹلاتے ہی رہے تو یاد رکھو وہ وقت آرہا ہے جب حسرت و افسوس کرو گے اور کچھ کام نہ آئے گی:

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ
تم اس عذاب کی طرف چلو جس کو جھٹلایا کرتے تھے ایک سائبان کی طرف چلو جس کی تین شاخیں
شُعَبٍ ﴿۳۰﴾ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿۳۱﴾ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿۳۲﴾
ہیں جس میں نہ (ٹھنڈا) سایہ ہے اور نہ وہ گرمی سے بچاتا ہے وہ انگارے برسائیگا جیسے بڑے بڑے محل
كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿۳۳﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۴﴾ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۳۵﴾
جیسے کالے کالے اونٹ اس روز (حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی یہ وہ دن ہوگا جس میں وہ لوگ نہ بول سکیں گے
وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۷﴾ هٰذَا يَوْمُ
اور نہ ان کو اجازت (عذر کی) ہوگی سو عذر بھی نہ کر سکیں گے اس روز (حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی (ان لوگوں سے کہا جاویگا کہ) یہ ہے فیصلہ کا دن
الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ﴿۳۹﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۰﴾ ۱ ع ۲۱
(جسکی تم تکذیب کیا کرتے تھے) ہم نے (آج) تم کو اور اگلوں کو (فیصلہ کیلئے) جمع کر لیا سو اگر تمہارے پاس (آج کے فیصلہ سے بچنے کی) کوئی تدبیر ہو تو مجھ پر تدبیر چلاؤ اس روز (حق کے) جھٹلانیوالوں کی بڑی خرابی ہوگی

اور اب یہ مشاہدات

جو کفار قیامت کے دن کو اور جزا و سزا کو جنت دوزخ کو جھٹلاتے تھے اُن سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ لو، جسے سچا نہ مانتے تھے وہ سزا اور وہ دوزخ یہ موجود ہے اس میں جاؤ، اس کے شعلے بھڑک رہے ہیں اور اونچے ہو ہو کر اُن میں تین پھانکیں نکل جاتی ہیں، تین حصے ہو جاتے ہیں اور ساتھ ہی دھواں بھی اوپر کو چڑھتا ہے جس سے نیچے کی طرف چھاؤں پڑتی ہے اور سایہ معلوم ہوتا ہے لیکن فی الواقع نہ تو وہ سایہ ہے نہ آگ کی حرارت کو کم کرتا ہے، یہ جہنم اتنی تیز و تند سخت اور بکثرت آگ والی ہے کہ اس کی چنگاریاں جو اڑتی ہیں وہ بھی مثل قلعہ کے اور تناور درخت کے مضبوط لمبے چوڑے تنے کے ہیں، دیکھنے والے کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ گویا وہ سیاہ رنگ کے اونٹ ہیں یا کشتیوں کے رسے ہیں یا تانبے کے ٹکڑے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جاڑے کے موسم میں تین تین ہاتھ کی یا کچھ زیادہ لمبی لکڑیاں لیکر اُنھیں بلند کر لیتے اُسے ہم قصر کہا کرتے تھے۔

کشتی کی رسّیاں جب اکٹھی ہو جاتی ہیں تو خاصی اونچی قدِ آدم ہو جاتی ہیں۔ اسی کو یہاں مراد لیا گیا ہے ان جھٹلانے والوں پر حسرت و افسوس ہے، آج نہ یہ بول سکیں گے اور نہ انھیں عذر و معذرت کرنے کی اجازت ملے گی، کیونکہ ان پر حجت قائم ہو چکی اور ظالموں پر خدا کی بات ثابت ہو گئی اب انھیں بولنے کی اجازت نہیں، یہ یاد رہے کہ قرآنِ کریم میں ان کا بولنا انکار کرنا چھپانا اور عذر کرنا بھی بیان ہوا ہے تو مطلب یہ ہے کہ حجت قائم ہونے سے پہلے عذر معذرت وغیرہ پیش کریں گے جب سب توڑ دیا جائیگا اور دلیلیں پیش ہو جائیں گی تو اب بول چال عذر معذرت ختم ہو جائیگی، غرض میدانِ حشر کے مختلف مواقع اور لوگوں کی مختلف حالتیں ہوں گی، کسی وقت یہ کسی وقت وہ، اسی لئے یہاں ہر کلام کے خاتمہ پر جھٹلانے والوں کی خرابی کی خبر دے دی جاتی ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ فیصلے کا دن ہے اگلے پچھلے سب یہاں جمع ہیں اگر تم کسی چالاکی اور مکاری سے ہوشیاری اور فریب دہی سے میرے قبضے سے نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ پوری کوشش کر لو، خیال فرمائیے کہ کس قدر دل ہلا دینے والا فقرہ ہے، پروردگارِ عالم خود قیامت کے دن ان منکروں سے فرمائیگا کہ اب خاموش کیوں ہو؟ وہ چلت پھرت چالاکی اور بے باکی کیا ہوئی؟ دیکھو میں نے تم سب کو ایک میدان میں حسب وعدہ جمع کر دیا آج اگر کسی حکمت سے مجھ سے چھوٹ سکتے ہو تو کوتاہی نہ کرو، جیسے اور جگہ ہے یَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ یعنی اے جن و انس کے گروہ اگر تم آسمان و زمین کے کناروں سے باہر چلے جانے کی طاقت رکھتے ہو تو نکل جاؤ مگر اتنا سمجھ لو کہ بغیر قوت کے تم باہر نہیں جا سکتے (اور وہ تم میں نہیں) اور جگہ ہے وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْئًا ۰ یعنی تم خدا کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، حدیث شریف میں ہے کہ خداوند تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو! نہ تو تمھیں مجھے نفع پہنچانے کا اختیار ہے نہ نقصان پہنچانے کا، نہ تم مجھے کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہو نہ میرا کچھ بگاڑ سکتے ہو، حضرت ابو عبد اللہ جدلیؒ فرماتے ہیں کہ میں بیت المقدس گیا دیکھا کہ وہاں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں میں بھی بیٹھ گیا، تو میں نے سنا کہ حضرت عبادہؓ فرماتے ہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام اگلوں پچھلوں کو ایک چٹیل صاف میدان میں جمع کرے گا، آواز دینے والا آواز دے کر سب کو ہوشیار کر دے گا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا آج کا دن فیصلوں کا دن ہے تم سب اگلے پچھلوں کو میں نے جمع کر دیا ہے، اب میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر میرے ساتھ کوئی دغا فریب مکر حیلہ کر سکتے ہو تو کر لو سنو! متکبر سرکش منکر اور جھٹلانے والا آج میری پکڑ سے بچ نہیں سکتا اور نہ کوئی نافرمان شیطان میرے عذاب سے نجات پا سکتا ہے، حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لو ایک حدیث میں بھی سنا دوں۔ اس دن جہنم اپنی گردن دراز کر کے لوگوں کے بیچوں بیچ پہنچا کر باآوازِ بلند کہے گی، اے لوگو! تین قسم کے لوگوں کو ابھی ہی پکڑ لینے کا مجھے حکم مل چکا ہے، میں انھیں خوب پہچانتی ہوں کوئی باپ اپنی اولاد کو اور کوئی بھائی اپنے بھائی کو اتنا نہ جانتا ہوگا جتنا میں انھیں پہچانتی ہوں آج نہ تو وہ مجھ سے کہیں چھپ سکتے ہیں نہ کوئی انھیں چھپا سکتا ہے، ایک تو وہ جس نے خدا کے ساتھ کسی کو شریک کیا ہو، دوسرے وہ جو منکر اور متکبر ہو، اور تیسرے وہ جو نافرمان شیطان ہو، پھر وہ مڑ مڑ کر چن چن کر ان اوصاف کے لوگوں کو میدانِ حشر میں سے چھانٹ لے گی اور ایک ایک کو پکڑ کر نگل جائے گی اور حساب سے چالیس سال پہلے ہی یہ جہنم واصل ہو جائیں گے (اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے)

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ① وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ② كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًا

پرہیزگار لوگ سایوں میں اور چشموں میں

اور مرغوب میووں میں ہوں گے (اور ان سے کہا جاویگا کہ) اپنے اعمال کے (نیک صلہ میں)

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ③ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ④ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ⑤

خوب مزے سے کھاؤ پیو ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں (اور یہ کفار نعماءِ جنت کی بھی تکذیب کرتے ہیں سو سمجھ رکھیں کہ) اس روز حق کے جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی

كُلُوا وَتَمَتَّعُوا قَلِيلًا إِنَّكُم مُّجْرِمُونَ ⑥ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ⑦

تم (دنیا میں) تھوڑے دن اد کھا لو برت لو (عنقریب کم بختی آنیوالی ہے کیونکہ) تم بیشک مجرم ہو اس روز (حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہو گی۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ارْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ ⑧ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ

اور (ان کافروں کی سرکشی اور جرم کی یہ حالت ہو کہ) جب ان کو یہ کہا جاتا ہے کہ (خدا کی طرف) جھکو تو نہیں جھکتے اس روز (حق کے) جھٹلانے والوں کی

لِّلْمُكَذِّبِينَ ⑨ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ⑩

بڑی خرابی ہو گی تو پھر اس (قرآن بلیغ الالفاظ والانذار) کے بعد اور پھر کونسی بات پر ایمان لاویں گے

۲ ع ۱۰ ۲۲

نیکوکار اور خدا تعالیٰ کی رحمتیں

اوپر چونکہ بدکاروں کی سزاؤں کا بیان ہوا تھا یہاں نیک کاروں کی جزا کا بیان ہو رہا ہے کہ جو لوگ متقی پرہیزگار تھے، خدا کے عبادت گزار تھے فرائض اور واجبات کے پابند تھے، خدا تعالیٰ کی نافرمانیوں سے حرام کاریوں سے بچتے تھے وہ قیامت کے دن جنتوں میں ہوں گے جہاں قسم قسم کی نہریں چل رہی ہیں، گنہگار سیاہ بدبودار دھوئیں میں گھرے ہوئے ہوں گے، اور یہ نیک کردار جنتوں کے گھنے ٹھنڈے اور پُرکیف سایوں میں بہ آرام تمام لیٹے بیٹھے ہوں گے، سامنے صاف شفاف چشمے اپنی پوری روانی سے جاری ہوں گے، قسم قسم کے پھل میوے اور ترکاریاں موجود ہوں گے، جیسے جب جی چاہے کھائیں گے، نہ روک ٹوک ہوگی، نہ کمی اور نقصان کا اندیشہ ہوگا، نہ فنا ہونے اور ختم ہونے کا خطرہ ہوگا۔ پھر حوصلہ بڑھانے اور دل میں خوشی کو دوبالا کرنے کے لئے خداوند تبارک و تعالیٰ کی طرف سے بار بار فرمان ہوگا کہ اے میرے پیارے بندو! اے جنتیو! تم بہ خوشی اور بافراغت سہتا پچتا خوب کھاؤ پیو، ہم ہر نیک کار پرہیزگار مخلص انسان کو اسی طرح بھلا بدلہ اور نیک جزا دیتے ہیں، ہاں جھٹلانے والوں کی تو آج بڑی خرابی ہے ؞ ان جھٹلانے والوں کو دھمکایا جاتا ہے کہ اچھا دنیا میں تو تم کچھ کھا پی لو برت برتا لو فائدے اٹھا لو، عنقریب یہ نعمتیں بھی فنا ہو جائیں گی اور تم بھی موت کے گھاٹ اتر دو گے، پھر تمہارا نتیجہ جہنم ہی ہے جس کا ذکر اوپر گزر چکا، تمہاری بداعمالیوں اور سیہ کاریوں کی سزا ہمارے پاس تیار ہے۔ کوئی مجرم ہماری نگاہ سے باہر نہیں، قیامت کو ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہماری وحی کو نہ ماننے والا اسے جھوٹا جاننے والا قیامت کے دن سخت نقصان میں اور پورے خسارے میں ہوگا۔ اُس کی سخت خرابی ہو گی، جیسے اور جگہ ارشاد ہے نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ ۝ دنیا میں ہم انھیں تھوڑا سا فائدہ پہنچا دیں گے پھر تو ہم انھیں سخت عذاب کی طرف بے بس کر دیں گے اور جگہ فرمان ہے إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ۝ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيدَ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ۝ یعنی خداوند تبارک و تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے کامیاب نہیں ہو سکتے، دنیا میں معمولی اور فانی فائدہ اٹھالیں پھر اُن کا لوٹنا تو ہماری ہی طرف ہے، ہم انھیں اُن کے کفر کی سزا میں سخت تر عذاب چکھائیں گے ؞ پھر فرمایا کہ ان نادان منکروں کو جب کہا جاتا ہے کہ آؤ خدا کے سامنے جھک تو لو، جماعت کے ساتھ نماز تو ادا کر لو تو ان سے یہ بھی نہیں ہو سکتا، اس سے بھی جی چراتے ہیں بلکہ اسے حقارت سے دیکھتے اور تکبر کے ساتھ انکار کر دیتے ہیں؛ ان کے لئے جو جھٹلانے میں عمریں گزار دیتے ہیں قیامت کے دن بڑی مصیبت ہو گی ؞ پھر فرمایا جب یہ لوگ اس پاک کلام مجید پر بھی ایمان نہیں لاتے تو پھر کس کلام کو مانیں گے؟ جیسے اور جگہ ہے فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَ اللَّهِ وَآيَاتِهِ يُؤْمِنُونَ ۝ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ پر اور اُس کی آیتوں پر جب یہ ایمان نہ لائے تو اب کس بات پر ایمان لائیں گے؟ ابن ابی حاتم میں حضرت

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس سورت کی اس آیت کو پڑھے تو اُسے اُس کے جواب میں اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَ بِمَآ اُنْزِلَ کہنا چاہیئے[عــه]۔ یعنی میں اللہ تعالیٰ پر اور اُس کی اُتاری ہوئی کتابوں پر ایمان لایا۔ یہ حدیث سورۂ قیامہ کی تفسیر میں بھی گزرچکی ہے، الحمد للہ سورۂ مُرسلات کی تفسیر ختم ہوئی ؛ اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ہے کہ انتیسویں ۲۹ پارے کی تفسیر بھی پوری ہوئی، فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ ؛

* * *

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے کلام پاک کی صحیح سمجھ عطا فرمائے اور اس پر عمل کی توفیق دے اور اسے قبول فرمائے، آمین یا رب العالمین ؛

[عــه۵] تاکہ ان منکرین سے قطعاً آپ ممتاز ہو جائیں جو کہ خدا تعالیٰ اور اس کی نازل کردہ کتابوں پر یقین نہیں رکھتے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار سے عملاً تو جدا ہونا ہی ہے قولاً بھی علیحدگی پسندی اسلام میں مطلوب ہے۔

ادارہ فیض القرآن دیوبند کی گرانقدر مطبوعات

مشکوٰۃ شریف مترجم فی جز	قیمت دو روپے	اغلاط العوام	قیمت چالیس پیسے
تفسیر ابن کثیر کامل سٹ مجلد ۶ جلد	〃 ساٹھ روپے	حفظ الایمان	〃 چالیس پیسے
تفسیر ابن کثیر الگ فی جز	〃 دو روپے	الاستبصار فی فضائل الاستغفار	〃 چالیس پیسے
تفسیر فیض الرحمن	〃 دو روپے	تعبیر نامہ خواب	〃 چالیس پیسے
تفہیم البخاری فی پارہ	〃 تین روپے	فتاویٰ میلاد شریف	〃 چالیس پیسے
جدید تفسیر حقانی فی جز	〃 دو روپے	شادی کی رسمیں	〃 چالیس پیسے
تفسیر حقانی کامل	〃 ساٹھ روپے	پیغمبر انسانیت	〃 چالیس پیسے
بلاغ المبین	〃 چار روپے	بدعت اور شرک	〃 چالیس پیسے
مسئلہ سود	〃 ایک روپیہ ۲۵ پیسے	زیارت قبور	〃 چالیس پیسے
قومی زبان	〃 پچاس پیسے	آئینہ بدعت	〃 چالیس پیسے
شریعت اور تصوف	〃 پچاس پیسے	حقیقت شب برأت	〃 چالیس پیسے
بدعت کی باتیں	〃 تین روپے	رہنمائے عربی	〃 ساٹھ پیسے
ڈاڑھی کا فلسفہ	〃 چالیس پیسے	فضائل رمضان	〃 ساٹھ پیسے

ملنے کا پتہ

مکتبہ فیض القرآن دیوبند ضلع سہارنپور (یوپی)

ہمارا تیسرا پروگرام

جدید تفسیر حقانیؒ اردو

مع حواشی و اضافات

قرآن کی خدمت ایک سعادت ہے، اور اسمیں تعاون تازگیٔ ایمان کی علامت ہے، دور حاضر کی ایک بڑی ضرورت کو مکمل کرنے والی تفسیر کا ادارے نے آپ کے لئے انتخاب کیا ہے۔

یہ تفسیر دہلی کے مفسر مشہور علامہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب حقانیؒ کے علوم قرآنی کا ایک کامیاب اور نادر ذخیرہ ہے جسمیں اردو زبان کا بامحاورہ ترجمہ، روایات صحیحہ مع حوالۂ کتب، ربط آیات، ترکیب، شان نزول، مستند قصص و واقعات اور جملہ مسائل ضروریہ یکجا جمع کردیئے گئے ہیں اس تفسیر میں مخالفین اسلام کے جملہ اعتراضات کے دنداں شکن مکمل و مدلل جوابات جو دور حاضر کے ذہنوں کی صحیح معنوں میں عکاسی کرتے ہیں موجود ہیں۔ ہم نے اس تفسیر کو عصر حاضر کے رجحانات سے زیادہ قریب کرنے اور عام مسلمانوں کیلئے اسکو مفید بنانے کیلئے مستند علماء کی نگرانی میں خلاصے اور علمی حواشی شریک تفسیر کردیئے ہیں۔ عنوانات کا اضافہ کیا گیا، یہ اس کیسا ساتھ کیونکہ مفسر فاضل کے پیش نظر عیسائیت اور نیچریت کی تردید تھی اسلئے انکا قلم لطائف قرآنی کو چھوڑتا چلا گیا۔ جدید تفسیر حقانی میں ان تمام لطائف و نکات کو اسطرح سمیٹ لیا گیا ہے کہ اب اس تفسیر کے بعد آپ کسی اور تفسیر کے محتاج نہیں رہینگے۔

پروگرام ۱ مکمل تفسیر حقانی ۳۵ جزوں میں چھاپی جارہی ہے۔ جو ہر ماہ ایک ایک جزو کی شکل میں چھپ رہی ہے۔ سائز ۲۰×۳۰ کاغذ سفید، کتابت و طباعت معیاری۔ ہر جزو کا ہدیہ ایک روپیہ ۲۵ پیسے (یہ رعایت صرف ممبران کیلئے مخصوص ہے۔ عام ہدیہ دو روپیہ فی جزو۔

نمونے کے صفحات مفت طلب فرمائیے

فیس ممبری اس سلسلہ کی دائمی شرکت کیلئے ایک روپیہ بذریعہ منی آرڈر روانہ فرماکر ممبر بنجائیے۔ ممبران کی خدمت میں ہر ماہ جدید تفسیر حقانی کا ایک ایک جز بذریعہ وی۔ پی مع ڈاک خرچ دو روپے میں ارسال کیا جاتا رہیگا۔ لیکن اگر آپ پانچ دوست ملکر ہر جزو کی ہر ماہ پانچ کاپیاں یکجا طلب فرمائینگے تو رعایتی وی۔ پی مع ڈاک خرچہ آٹھ روپے کی ارسال ہوگی اس طرح یہ عظیم الشان تفسیر رفتہ رفتہ آپکی خدمت میں مکمل پہونچ جائیگی۔ تجلید کا بھی انتظام ہے۔ جو فرمائش آنے پر پورا کیا جاسکتا ہے۔ اس متبرک پروگرام کی توسیع اشاعت میں ہاتھ بٹائیے۔

مکتبہ فیض القرآن دیوبند ضلع سہارنپور (یوپی)

ہمارا دُوسرا پروگرام

تفہیم البخاری

معہ مکمل عربی متن وحواشی

مکتبہ **فیض القرآن** دیوبند سے پہلے پروگرام کے تحت قرآن کریم کی شہرۂ آفاق تفسیر "تفسیر ابن کثیر اردو" کا ایک ایک پارہ پابندئ وقت کیساتھ شائع ہو چکی ہے۔ اس کے ساتھ مکتبہ کا دوسرا شاندار کارنامہ "تفہیم البخاری" ترجمہ اردو صحیح بخاری شریف" کی اشاعت ہے۔ اس کے تیس پارے بھی ماہ بماہ ایک ایک پارے کی شکل میں شائع ہو رہے ہیں۔

فخر دو عالم سرور کائنات نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مبارکہ کا گرانقدر مجموعہ جو امام عالی مقام امیر المؤمنین فی الحدیث ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے چھ لاکھ احادیث نبوی میں سے منتخب فرما کر سولہ سال میں مرتب فرمایا ہے۔ قرآن کریم کے بعد دنیا کی وہ مستند ترین اور لاثانی کتاب جسمیں قطعی سچی احادیث کا وہ جلیل القدر عظیم علمی خزانہ پوشیدہ ہے جو اسلام کی روح رواں ہے۔

سابقہ تراجم کی خامیوں کے پیش نظر ترجمہ اردو بھی زیادہ دقّتِ نظر صحت و فکر کا محتاج تھا اور حواشی و تشریح کا ایک بہترین خلاصہ بھی ضروری تھا۔ مکتبہ نے مستند علماء کی خدمات حاصل کر کے اکابر علماءِ امت کی نگرانی میں اس اہم خدمت کی تکمیل کا عزم کیا ہے۔

ہر پارے کی ضخامت ایک سو پچاس صفحات اوسطاً ہوتی ہے۔ سفید کاغذ سائز ۲۰×۳۰/۸ ، کتابت طباعت کا اونچا معیار ہدیہ تین روپے فی پارہ۔ ممبران کے لئے دو روپے فی پارہ (علاوہ ڈاک خرچ)

فیس ممبری اس سلسلہ کی دائمی شرکت کے لئے صرف ایک روپیہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائیے۔ ممبران کی خدمت میں ہر ماہ تفہیم البخاری کا ایک پارہ معہ ڈاک خرچ ذریعہ وی پی مبلغ تین روپے ارسال کیا جاتا رہیگا۔ لیکن اگر آپ پانچ دوستوں کے لئے یکجا ہر ماہ ہر پارے کی پانچ کاپیاں منگائیں تو رعائتی وی پی معہ ڈاک خرچ بارہ روپیہ کی ارسال ہوگی۔ اس طرح یہ مایۂ ناز علمی خزانہ ہر ہر ممبر کے پاس مکمل پہنچ جائے گا۔

نمونے کے صفحات مفت طلب فرمائیے۔

نوٹ: بحسب گنجائش تفہیم البخاری کے ایک سے زائد پارے بھی یکجا ہر ماہ منگائے جا سکتے ہیں۔ بلکہ اسطرح ڈاک خرچ میں کفایت ہو جاتی ہے۔ تجلید کا بھی عمدہ انتظام ہے۔

مکتبہ فیض القرآن دیوبند ضلع سہارنپور (یوپی)

قابل قدر رسائل

پیغمبر انسانیت

جس میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے متعلق شافی مواد مختصر لیکن مستند طریقے سے جمع ہے۔ آپ کی زندگی پر اختصار کے ساتھ سلیس اردو میں کلام کیا گیا ہے۔ بچوں اور عورتوں کو دینی تعلیمات سے روشناس کرانے کیلئے اس کتابچہ کا ہر ہر گھر میں رہنا ضروری ہے۔ ہدیہ چالیس پیسے

حفظ الایمان

حضرت مولانا تھانوی نے رد بدعت کے سلسلہ میں جو خدمات انجام دی ہیں یہ رسالہ بھی اسی کی ایک مثال ہے۔ جس میں علم غیب، غیر اللہ کیلئے سجدہ، قبروں کا طواف [illegible] پر سجدہ اور [illegible] سے متعلق [illegible] اور بدعت کی حقیقت [illegible] کی روشنی میں [illegible] ہے

ہدیہ چالیس پیسے

[illegible] فی فضل [illegible]

جس میں [illegible] انبیاء علیہم السلام کی دعائیں [illegible] ہیں حضرت مولانا تھانوی کا شہرہ آفاق رسالہ ہے جو علماء و عوام دونوں کیلئے یکساں مفید [illegible] مقبول [illegible]

ہدیہ [illegible] پیسے

[illegible] میلاد شریف

[illegible] میلاد شریف

جس میں زیب و زینت، شیریں سخنی، اشعار میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطبت، قیام وقت ذکر ولادت صلی اللہ علیہ وسلم، مفتیان دین کی ان مجالس میں شمولیت اور دیگر وہ طریقے جو عوام میں رائج ہیں ان سب سے متعلق مولانا احمد علی سہارنپوری قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، نیز دیگر مستند علماء کے مدلل جوابات موجود ہیں۔ ہدیہ چالیس پیسے

زیارت قبور

جس میں اسلام میں زیارت قبر کی حیثیت اور قبر کے متعلق جاہلی اور اسلامی تصورات پر ایک عالمانہ اور تحقیقی مضمون قلمبند ہے۔ مسنون زیارت، بدعت پرستوں کی زیارت، قبروں پر عرس اور میلے، قبر پرستی کی ابتدا جیسے اہم موضوعات پر [illegible] مواد ملاحظہ فرمائیں

ہدیہ چالیس پیسے

بدعت اور شرک

مفتی [illegible] عثمانی کی لکھی ہوئی اس کتاب میں سنت و بدعت کی تعریف اور بدعت کے مذموم اثرات [illegible] ہدیہ چالیس پیسے

تعبیر خواب

حضرت [illegible] ایک کتاب ہے جو [illegible] اہل ذوق کے لئے [illegible] کا سامان مہیا کرتا ہے۔ ہدیہ چالیس پیسے

داڑھی کا فلسفہ مکمل

اس کتاب کو تصنیف فرما کر حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نے پوری قوم پر احسان عظیم فرمایا ہے اور انھوں انگریزی تعلیم یافتہ نوجوانوں کو گمراہی سے بچا کر صراط مستقیم کی دعوت دی ہے۔ اس مختصر سے کتابچہ میں داڑھی کی شرعی حیثیت اسلام میں داڑھی کی اہمیت اور پوری مسلم قوم کے لئے اس کی ضرورت پر قرآن و حدیث کی روشنی میں کلام کیا گیا ہے۔ پوری کتاب عقلی دلائل مشاہدے اور تجربے کے ساتھ تحریر ہے۔ عقائد سے ہٹ کر تعلیم یافتہ ذی شعور کیلئے ایک دعوت بھی ہے اور عبرت بھی۔ اب تک یہ کتابچہ نامکمل چھپتا رہا ہے۔ ادارے نے پوری محنت کے ساتھ مکمل شائع کیا ہے۔ ہدیہ چالیس پیسے

طریقہ مولود شریف

اسلام میں مولود شریف کی حقیقت اور اس کے انعقاد کی شرطیں نہایت سہل اور صاف زبان میں حضرت مولانا تھانوی کی زبان قلم سے نکلے ہوئے یہ رد بدعت میں ایک موثر اور کامیاب ترین کتابچہ ہے ہدیہ چالیس پیسے

اغلاط العوام

عوام میں پھیلی ہوئی بے پناہ گمراہیوں اور بدعات کو حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے یکجا جمع کر دیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ سب خرافات ہیں اور اسلام کو ان رسومات سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ بدعتی ماحول سے بچنے کے لئے اس کتابچے کا مطالعہ مفید رہے گا۔

ہدیہ چالیس پیسے

کل کتب [illegible] محصول ڈاک معاف

[illegible] مکتبہ فیض القرآن دیوبند ضلع سہارنپور۔ یوپی